ابن خلدون اور امیر تیمور

ڈبلیو جے فشل

ترجمہ: ضیاءالدین احمد برنی



ابن خلدون اور امیر تیمور

ڈاکٹر جے فشل

ترجمہ: ضیاءالدین احمد برنی

فکشن ھاؤس
18- مزنگ روڈ لاہور

نام کتاب	ابن خلدون اور امیر تیمور
مصنف	ڈاکٹر جے فشل
ترجمہ	ضیاء الدین احمد برنی
پبلشرز	فکشن ہاؤس 18-مزنگ روڈ' لاہور فون:7249218-7237430
اہتمام	ظہور احمد خاں
کمپوزنگ	فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس سنٹر' لاہور
پرنٹرز	حاجی حنیف پرنٹرز لاہور
سرورق	عباس
اشاعت	2003ء
قیمت	-/100 روپے

فہرست

عرض مترجم

یہ کتاب جس کا اردو ترجمہ اب قوم کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے' تاریخ کے ایک اہم دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں تیمور اور ابن خلدون کی باہمی ملاقات کا تفصیلی بیان درج ہے اور یہ دونوں اپنے دور کی زبردست شخصیتیں تھیں۔

انگریزی مترجم پروفیسر والٹر جے۔ فشل نے اس اہم تاریخی واقعہ پر تفصیل کے ساتھ ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور اس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جسے تشنہ کہا جا سکے۔ ان کے حواشی بالخصوص ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ ان کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ ہمیں ابن خلدون کی کتاب "العبر" کے قلمی نسخوں کی دریافت اور چھان بین کا کام جاری رکھنا چاہئے اور اسی مقصد سے انہوں نے صحیح طور پر مشورہ دیا ہے کہ تمام عربی کتب خانوں کو از سر نو کھنگالا جائے۔

میں نے اس کتاب کے ترجمہ میں اپنے دو دوستوں سے امداد لی ہے۔ عربی کے معاملہ میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی سے اور ترکی کے معاملہ میں ڈاکٹر ریاض الحسن سے۔ میں ان دونوں حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہاشمی صاحب نے "خود نوشت سوانح عمری" کے پورے ترجمہ کو اصل سے ملا کر بھی دیکھا اور ناموں کے معاملہ میں میری رہنمائی کی۔ پھر بھی اگر کہیں کہیں غلطیاں رہ گئی ہوں تو اسے میں اپنی کوتاہی تصور کروں گا۔

آخر میں اپنے محترم حامد علی خان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کے لئے راقم الحروف کا انتخاب فرمایا۔

ضیاء الدین احمد برنی

کراچی۔ نومبر 1964ء

تمہید

جو مقالہ اب پیش کیا جا رہا ہے وہ اس لکچر کی توسیع شدہ صورت ہے جو پیرس میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس کے 21ویں اجلاس (منعقدہ جولائی سنہ 1948ء) میں دیا گیا تھا اور جس میں ابن خلدون اور تیمور لنگ کے باہمی تعلق کا ابتدائی احوال مختصراً بیان کیا گیا تھا۔ یہ احوال ابن خلدون کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کے غیر مطبوعہ عربی نسخہ پر مبنی ہے جو قاہرہ میں محفوظ ہے۔ اس کے بعد سنہ 1950ء کے موسم گرما میں جب راقم الحروف کو استنبول جانے کا اتفاق ہوا تو اسے اس بات کا موقع ملا کہ وہاں کے بڑے بڑے کتب خانوں میں ابن خلدون کی تصانیف کے مختلف مخطوطات کے بارے میں تحقیق کرے، چنانچہ وہاں اسے دو اور نسخے ملے: ایک ایا صوفیہ کے کتب خانہ میں اور دوسرا اسعد آفندی لائبریری میں۔ ان دونوں میں ابن خلدوں کی "خود نوشت سوانح عمری" کا جو اب تک شائع نہیں ہوئی، مکمل متن موجود ہے۔

"خود نوشت سوانح عمری" کے مکمل متن کا ترجمہ (مع حواشی کے) جو ان مخطوطات پر مبنی ہے، اب تیار ہو رہا ہے۔ فی الحال موجودہ مقالہ میں عربی مخطوطات کے صرف اس حصہ کا ترجمہ (مع حواشی کے) پیش کیا جا رہا ہے جس کا تعلق ابن خلدون اور امیر تیمور کی باہمی ملاقات سے ہے جو دمشق میں سنہ 1401ء میں ہوئی تھی اور جو تاریخی لحاظ سے بڑی اہم ہے۔ عربی متن کا ایک تنقیدی ایڈیشن، جس پر یہ ترجمہ مبنی ہے، تیار کر لیا گیا تھا اور بغرض طباعت دے دیا گیا تھا۔ لیکن اس مقالہ کی تکمیل کے بعد راقم الحروف کو محمد ابن تاویت الطنجی کی کتاب "التعریف بابن خلدون و رحلتہ غرباً و شرقاً" (مطبوعہ قاہرہ سنہ 1951ء) کا ایک نسخہ ملا جسے دیر سے ملنے کی وجہ سے راقم الحروف کام میں نہ لا سکا اور جس میں وہ عربی متن بھی موجود ہے جس پر موجودہ مقالہ مبنی ہے۔ چونکہ اب متن عربی دانوں کو دستیاب ہو گیا ہے لہٰذا یہ امر قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اس تنقیدی ایڈیشن کو حذف کر دیا جائے جسے راقم الحروف نے اس مقالہ کے لئے تیار کیا تھا۔

عربی اور دوسرے مشرقی ناموں اور لفظوں کو انگریزی میں صحت کے ساتھ لکھنے کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں پہلے سے مروج ہے۔ جو عربی

اصطلاحیں اور نام انگریزی لغات یا تاریخوں میں داخل ہو گئے ہیں انہیں بالعموم اعراب کے بغیر دے دیا گیا ہے اور اُن عربی اسمائے معرفہ سے جو کثرت سے استعمال میں آتے ہیں' حرف تعریف "ال" عام طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔ اکثر صورتوں میں تاریخیں سنہ ہجری اور سنہ عیسوی دونوں ساتھ ساتھ دے دی گئی ہیں اس لئے کہ زمانے کا تعین ان مسائل کے سمجھنے میں' جن پر حواشی میں بحث کی گئی ہے' انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

مصنف کا یہ خوشگوار فرض ہے کہ اس موقع پر وہ اپنے قابل احترام رفیق کار اور پیشرو پروفیسر ولیم پوپر کا دلی شکریہ ادا کرے جن کے اشتراک عمل اور تعاون سے وہ اس مقالہ کی تیاری کے دوران میں شروع سے آخر تک مستفید ہوتا رہا ہے۔ پروفیسر موصوف نے خندہ پیشانی سے مجھے اپنے مشورہ سے نوازا اور کمال کشادہ دلی سے اپنا وقت دے کر مجھے اپنی عربی دانی سے مستفید ہونے کا موقع دیا اور پھر از راہ کرم میرے مسودہ کو پڑھا اور اس کی اصلاح کی۔ ان کا یہ احسان راقم الحروف کے لئے بے اندازہ حوصلہ افزائی کا موجب رہا ہے' اور وہ اس موقع پر ان سب باتوں کے لئے فاضل موصوف کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس مقالہ میں جو کوتاہیاں نظر آئیں' ان کے لئے بہرحال مصنف کی ذات ہی پوری طرح ذمہ دار ہے۔

اس جلد کی تیاری کے سلسلہ میں بہ مد تحقیقات بولنجن فاؤنڈیشن نے جو مالی امداد دی ہے اس کے لئے مصنف اپنے شکریہ کا اظہار کرتا ہے۔ ساتھ ہی وہ سلیمانیہ لائبریری' استنبول' کے ڈائریکٹر ڈاکٹر مصطفیٰ کومین کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے مخطوطات کی فوٹو اسٹیٹ نقول حاصل کرنے میں اس کی امداد کی' اور پیرس کے کتب خانہ قومی کے کارپردازوں کا بھی جنہوں نے درخواست ملتے ہی بلاتاخیر ان عربی مخطوطات کی فوٹو اسٹیٹ نقول ارسال فرما دیں جن کی موجودہ مقالہ کے لئے ضرورت تھی۔ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا لائبریری کا انٹر لائبریری سروس ڈیپارٹمنٹ بھی شکریہ کا مستحق ہے جس کی سفارش اور اشتراک عمل کی بدولت دوسری امریکی لائبریریوں سے راقم کو متن اور کتابیں مل سکیں۔ ان میں لائبریری آف کانگریس' نیو یارک پبلک لائبریری اور شکاگو' کولمبیا' ہارورڈ' برنسٹن اور وسکانسن کی پانچوں یونیورسٹیوں کے کتب خانے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ڈبلیو۔ جے۔ الف

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا'

برکلے۔ اگست 1951ء

تعارف

1- تیمور اور ابن خلدون کے بارے میں ابن عرب شاہ کا بیان

سنہ 1636ء میں لائیڈن (Lugduni Batavorum) میں ایک عربی کتاب الموسوم بہ "عجائب المقدور فی اخبار تیمور"
(Ahmedis Arabsiadae, Vitae et rerum gestarum Timuri, qui vulgo Tamerlanes dicitur, Historia) شائع ہوئی۔ اس کا مصنف احمد ابن محمد ابن عرب شاہ تھا اور اسے جیکب گولیس (Golius Jacob) نے ایڈٹ کیا تھا۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے' اس میں منگول فاتح تیمور کی (جو عام طور پر ترلنگ (1) کے نام سے مشہور ہے) زندگی اور سرگرمیوں سے بحث کی گئی تھی۔

تیمور کی اس سوانح حیات کا جو سنہ 1535ء (سنہ 839ھ) میں مکمل ہو چکی تھی' مصنف ایک مشہور عرب مورخ تھا جو اس کام سے خصوصیت کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ وہ سنہ 1392ء (سنہ 791ھ) میں دمشق میں پیدا ہوا تھا اور جب تیمور نے سنہ 1401ء (سنہ 803ھ) میں دمشق فتح کیا' تو وہ بھی اس موقع پر گرفتار ہو گیا تھا اگرچہ اس کی عمر اس وقت صرف بارہ برس کی تھی' اور پھر وہ اپنے بھائیوں اور اپنی والدہ سمیت سمرقند بھیج دیا گیا جہاں اس نے تیمور اور تیمور کے خاندان والوں کی سرزمین میں اپنی زندگی کے کئی سال بسر کئے' تیمور کی زندگی اور کارناموں سے گہری واقفیت حاصل کی' فارسی' ترکی اور منگولی زبانیں سیکھیں اور وسطی ایشیا کے مختلف اساتذۂ کرام کے روبرو زانوئے شاگردی تہ کیا۔ بعد کو وہ ادرنہ (ایڈریانوپل) گیا جہاں وہ سلطان بایزید کے بیٹے سلطان محمد اول کا پرائیویٹ سیکریٹری بن گیا اور سنہ 1421ء (سنہ 824ھ) میں واپس دمشق آ گیا اور اس نے قاہرہ میں سنہ 1436ء (سنہ 840ھ) میں اقامت اختیار کر لی اور وہیں سنہ 1450ء (سنہ 854ھ) میں وہ ایک نہایت بھرپور

ادبی زندگی گزارنے کے بعد انتقال کر گیا۔ (2)

جیکب گولیس کی جانب سے تیمور (3) کی عربی سوانح عمری مصنفہ ابن عرب شاہ کی اشاعت سے نہ صرف اہل مغرب ایک عربی کتاب سے پہلی مرتبہ روشناس ہوئے جو مسجع اور مقفیٰ عبارت میں لکھی گئی تھی' بلکہ جو بات سب سے زیادہ اہم ہے' وہ یہ تھی کہ اس نے مغربی دنیا کے سامنے تیمور کی سرگرمیوں کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جس میں پانچویں صدی کے ایک عرب مورخ نے اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر کیا تھا' اگرچہ اس کا بیان یک طرفہ تھا اور ایک خاص مقصد سے لکھا گیا تھا۔

ابن عرب شاہ نے اپنی کتاب میں تونسی مورخ ولی الدین عبدالرحمٰن ابن خلدون (4) (جو اس سے قبل مملوکی حکومت کی ملازمت میں قاہرہ کا قاضی القضاۃ رہ چکا تھا) اور تیمور کی ملاقات کا مختصر سا حال بھی شامل کر لیا ہے اور قدرے تفصیل کے ساتھ اس گفتگو کو بیان کیا ہے جو سنہ 1401ء (سنہ 803ھ) کی ابتداء میں دمشق میں منگول شہنشاہ تیمور اور ابن خلدون کے مابین مبینہ طور پر ہوئی تھی۔

ابن عرب شاہ کی اطلاع کے مطابق ابن خلدون سے تیمور کی جو ملاقاتیں ہوئیں وہ نہ صرف تاریخی اور علمی مسائل سے متعلق تھیں' مثلاً" سرزمین مغرب (شمالی افریقہ) کے تفصیلی احوال سے اور تیمور کے سلسلہ نسب اور تاریخ میں اس کے مقام سے' بلکہ ایسے امور سے بھی متعلق تھیں جو خود ابن خلدون کے لئے سوانح حیات کی مناسبت کے لحاظ سے انتہائی اہمیت رکھتے تھے۔ (5)

ابن عرب شاہ نے وہ (زبانی یا تحریری) ماخذ نہیں بتایا جس سے اس نے ابن خلدون اور تیمور کے بحث و مباحثہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ چونکہ ابن عرب شاہ ذاتی طور پر ابن خلدون سے پہلے سے واقف نہ تھا اور نہ اس نے کبھی ابن خلدون کی تصانیف دیکھی یا پڑھی تھیں جیسا کہ وہ صراحۃ" لکھتا ہے (اس نے صرف ابن خلدون کی "عجیب و غریب تاریخ" (التاریخ العجیب) کا حال کسی فاضل کی زبانی سنا تھا جس کا نام اس نے نہیں بتایا) لہٰذا یہ امر تعجب انگیز ہے کہ مغربی محققین نے ابن عرب شاہ کے اس بیان کو بغیر کسی تنقید کے اندھا دھند صحیح تسلیم کر لیا اور یہ کہ ان تمام صدیوں میں اس کی صحت اور صداقت کے بارے میں کبھی کوئی اعتراض بھی نہیں کیا گیا۔(6)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابن عرب شاہ کی کتاب کی اشاعت تک اسلامی دنیا کے باہر ابن

خلدون کا نام کبھی سننے میں نہیں آیا تھا اور اس کی حقیقی اہمیت کا اندازہ مشکل ہی سے ان حوالوں سے کیا جا سکتا ہے جو ابن عرب شاہ نے اس کے متعلق دیئے ہیں۔ بعد کو دو سو سال گزرنے پر ــــ جبکہ انیسویں صدی کے دوران میں ابن خلدون کی تاریخی تصانیف کے قلمی نسخے بتدریج یکے بعد دیگرے دریافت ہوئے اور شائع کئے گئے ــــ اسلامی اور مغربی فضلاء کے حلقوں میں ابن خلدون کے غیر معمولی مقام کی واضح اور غیر مبہم تصویر سامنے آ سکی۔(7)

بہرحال اگرچہ یورپ ابن خلدون کے نام سے سب سے پہلے تقریباً" تین سو سال ہوئے واقف ہوا اور وہ بھی سنہ 1401ء میں دمشق میں تیمور سے اس کی ملاقات کے سلسلہ میں' تاہم اس امر کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ تیمور اور ابن خلدون کے تعلقات کے بارے میں جو کچھ سب سے پہلے ابن عرب شاہ نے لکھا ہے اس کی ناقدانہ تحقیق کی جائے اور تاریخ اسلام کی دو ایسی غیر معمولی اور مختلف الخیال شخصیتوں کی انتہائی ڈرامائی ملاقاتوں پر روشنی ڈالی جائے۔

ابن عرب نے جو بیان دیا ہے اس پر بہت عرصہ پہلے تنقیدی نظر ڈالنی چاہئے تھی' کم سے کم ان بیانات کے پیش نظر جو ترک مورخ مصطفیٰ ابن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ (سنہ 1609ء تا سنہ 1657ء) نے اپنی عربی کتاب "کشف الظنون" میں ابن خلدون اور تیمور کی ملاقات کے سلسلہ میں درج کئے ہیں اور جو تقریباً" ہر بات میں ابن عرب شاہ (8) کے بیان کی تردید کرتے ہیں۔ حاجی خلیفہ لکھتا ہے کہ ابن خلدون حلب کا قاضی تھا جب تیمور نے اس شہر پر قبضہ کیا' نیز یہ کہ وہ فاتح کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور قیدی بنا لیا گیا (9)' اور یہ کہ تیمور نے اس کے ساتھ نیک سلوک کیا' وہ اسے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا اور بعد کو قاہرہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ابن عرب شاہ اور حاجی خلیفہ کے بیانات کے باہمی اختلافات کی وجہ سے جو الجھاؤ پیدا ہو گیا تھا وہ مرور زمانہ سے اور بڑھ گیا جب کہ بی۔ ڈر بلو (10) (سنہ 1697ء) نے حاجی خلیفہ کے غلط بیانات کو تسلیم کیا اور ان میں اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کیا' مثلاً" یہ کہ ابن خلدون نے سمرقند میں سنہ 1406ء (سنہ 808ھ) میں وفات پائی اور بہت عرصہ بعد جب سنہ 1834ء میں جیکب گرے برگ ڈی ہیمسو نے (جو اور لحاظ سے ابن خلدون کے بعض قلمی نسخوں کا قابل قدر دریافت کنندہ ہے) بیان کیا کہ "ابن خلدون

نے کچھ عرصے تک تیمور کے ماتحت دمشق میں قاضی القضاۃ کے فرائض ادا کئے تھے اور سمرقند کا سفر کیا تھا۔" (11) اس طرح سے ابن خلدون کی رنگارنگ زندگی کے ایک اہم پہلو پر صدیوں تک پردہ پڑا رہا اور الجھاؤ اور متضاد بیانات کی بنا پر اس کی صورت مسخ ہوتی گئی۔

2- تیمور کے بارے میں دوسرے ابتدائی ماخذ

اب تک تین قسم کے مختلف ماخذ دستیاب ہو چکے ہیں جن سے ان مسائل پر جو تیمور اور ابن خلدون کے تعلقات سے متعلق ہیں، کچھ روشنی پڑنے کی توقع کی جا سکتی ہے، یعنی معاصرانہ فارسی، عربی اور یورپی تصانیف۔ تیمور کے ایرانی درباری مورخ شرف الدین علی الیزدی (متوفی سنہ 1454ء) کی کتاب "ظفرنامہ" جو سنہ 1424ء میں مکمل ہو گئی تھی، تیمور کی نہایت مفصل مگر مدحیہ سوانح عمری ہے (12)، مگر وہ اپنے آقا اور ابن خلدون کی ملاقات کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔ نظام الدین شامی بھی (جس کا "ظفرنامہ" تیمور کے حکم سے لکھا گیا تھا اور جسے سنہ 1405ء میں اس کی وفات سے پہلے اس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا) اگرچہ شرف الدین علی جیسے قصیدہ گو کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں تیمور کی مہمات کی کم مسجع عبارت میں اور زیادہ اختصار کے ساتھ تاریخ دی گئی ہے تاہم وہ بھی اپنی تاریخ میں تیمور اور تونسی مورخ کی ملاقات کا حوالہ تک نہیں دیتا (13)۔ یہ امر اس لحاظ سے اور بھی تعجب انگیز ہے کہ انہیں اور دوسرے ایرانی درباری مورخین کو جو تیمور کی ملازمت میں تھے، خصوصیت کے ساتھ حکم تھا کہ وہ تیمور کے الفاظ اور کارناموں کی ہر تفصیل معرض تحریر میں لے آئیں خواہ ان کا تعلق میدان جنگ سے خواہ دارالسلطنت سے خواہ اس کے خرگاہ سے ہو اور بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ وہ خود تیمور کی نجی اور سرکاری سرگرمیوں کے ہر پہلو کی تفصیل بیان کرنے کے انتہائی مشتاق رہا کرتے تھے۔ (14)

وہ واحد شخص جو سب سے زیادہ اس قابل تھا کہ اس ملاقات کا مستند، واقعاتی اور بلاواسطہ حال بیان کرتا، وہ حنفی فاضل عبدالجبار ابن النعمان تھا۔ جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہو گا، وہ تیمور کی جانب سے ابن خلدون کے لئے سرکاری ترجمان مقرر کیا گیا تھا اور ان دونوں اشخاص کے جملہ مکالمات میں موجود رہتا تھا۔ مگر اس نے بھی ملاقات کا کوئی حال نہیں دیا۔ (15)

مزید برآں معاصرانہ یورپین ماخذ جو شام میں تیمور کی مہم کا ذکر کرتے ہیں' مثلاً
'en 1403 (16) Memoire sur Tamerlan et 32 Cour par un Dominicain یا
ہنری سوم (17) کے ہسپانوی سفیر رائے گونزے لس ڈی کلاویجو کی کتاب
Narrative of the Spanish Embassy to the Court of Timur at Samarkand in the Years 1403-1406 یا
The Bondage and Travels of Johann Schiltberger in Europe, Asia and Africa, (سنہ 1396ء تا سنہ 1427ء)
(18) یا B.de Mignanelli کی کتاب Vita Tamerlani (19) جو سنہ 1416ء میں لکھی گئی تھی' اگرچہ یہ سب کی سب کتابیں معلومات سے پر ہیں تاہم ان میں بھی ابن خلدون اور تیمور کے باہمی تعلقات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (20)

یہ صرف 15ویں صدی کے عربی مورخین ہیں جو مملوک و منگولی آویزش اور شام میں تیمور کی مہم سے بحث کرتے ہیں جن سے ہمیں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان میں ابن الفرات (21) (متوفی سنہ 1404ء)' قلقشندی (22) (متوفی سنہ 1418ء)' مقریزی (23) (متوفی سنہ 1442ء)' ابن قاضی شہبہ (24) (متوفی سنہ 1448ء)' ابن حجر العسقلانی (25) (متوفی سنہ 1449ء)' بدرالدین العینی (26) (متوفی سنہ 1451ء)' ابن تغری بردی (27) (متوفی سنہ 1469ء)' السخاوی (28) (متوفی سنہ 1497ء)' السیوطی (29) (متوفی سنہ 1505ء)' اور بعد کا مصنف ابن ایاس (30) (متوفی سنہ 1524ء) (31) نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ان میں سے اکثر مصنفین کم سے کم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ابن خلدون کی امیر تیمور سے صحبت اور ملاقات ایک ثابت شدہ اور ناقابل انکار تاریخی واقعہ ہے' اور مزید برآں وہ اہم تاریخی تفصیلات بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ تاہم ان کے منتشر اور ناکافی حوالے مشکل سے ایک ایسی بنیاد فراہم کرتے ہیں جس کے ذریعہ ابن عرب شاہ کے بیان کی تنقیدی قدر و قیمت اور صحت کی جانچ پڑتال کی جا سکے۔ وہ کوئی مربوط' مکمل تصویر پیش نہیں کرتے اور تیمور کے ساتھ ابن خلدون کی جو گفتگوئیں ہوئیں' ان کا لب لباب بھی نہیں دیتے۔

تیمور اور ابن خلدون کے باہمی تعلق کے بارے میں جو واحد قابل وثوق ماخذ ہمیں ملتا ہے وہ خود ابن خلدون کا بیان ہے اور اس کی اپنی ایک تصنیف میں شامل ہے جو ابھی تک نامعلوم اور غیر مطبوعہ حالت میں رہی ہے' یعنی اس کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کا قلمی

نسخہ۔

3- ابن خلدون کی کتاب العبر

یہ ایک مشہور بات ہے کہ ابن خلدون ایک عظیم الشان اور یادگار زمانہ تاریخ موسوم بہ "کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب و العجم و البربر و من آثارھم من ذوی السلطان الاکبر" یا مختصراً" کتاب العبر (32) کا مصنف تھا جو اب 7 جلدوں میں ملتی ہے اور بولاق میں سنہ 28-1827ء (33) میں شائع ہو چکی ہے۔

ابن خلدون نے اپنی اس تصنیف کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی جلد ایک طویل تمہید یا تعارف پر مشتمل ہے جس کا عنوان ہے "المقدمہ فی فضل علم التاریخ" جس میں سماج اور ریاست کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور جس میں مصنف اپنے عمرانی اور فلسفیانہ خیالات کی تشریح کرتا ہے۔ (34) دوسرا حصہ (جو بولاق والے مطبوعہ ایڈیشن کی دوسری' تیسری' چوتھی اور پانچویں جلدوں پر مشتمل ہے) قدیم اقوام کی تاریخ کے احوال سے شروع ہوتا ہے' مثلاً" عرب قبل الاسلام' اہل بابل' نبطی' قبطی' اسرائیلی اور یہودی' ابتدائی عیسائیت' ایرانی' یونانی' رومی' قوطی وغیرہ اور پھر تاریخ اسلام یعنی' بنی امیہ' بنی عباس اور اپنے زمانہ تک کے دوسرے خاندانوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ تیسرا حصہ (جو مطبوعہ بولاق ایڈیشن کی چھٹی اور ساتویں جلدوں پر حاوی ہے) بربروں اور زناتہ کی تاریخ سے متعلق ہے۔ (35)

ابن خلدون نے اپنی کتاب العبر کے آخر چند ابواب میں اپنی زندگی اور سرگرمیوں کا حال تحریر کیا ہے۔ یہ حصہ جو عام طور پر "خود نوشت سوانح عمری" کہلاتا ہے' چند طویل ابواب پر مشتمل ہے جس میں وہ اپنے حسب و نسب' اپنی ابتدائی تعلیم اور اپنے اساتذہ کا ذکر کرتا ہے اور ان کتابوں کا جن کا اس نے مطالعہ کیا تھا شمالی افریقہ اور ہسپانیہ کے سیاسی میدان میں اس نے جو سرگرمیاں دکھائیں اور مختلف عہدے جن پر وہ اپنے زمانہ کے مغرب کے تقریباً" تمام سربرآوردہ حاکموں اور خاندانوں کے ماتحت تونس' بجایہ (Bougie)' تلمسان اور فاس کے درباروں میں سیکریٹری' حاجب' مدبر' مشیر' نامہ و پیام کرنے والے اور قاصد کی حیثیت سے فائز رہا' ان سب کا ذکر کرتا ہے۔ پھر غرناطہ میں اپنی آمد اور عیسائی بادشاہ پیڈرو الملقب بہ ظالم کے دربار میں اپنی سفارت کا حال لکھتا ہے' اور پھر قلعہ ابن سلامہ کا ذکر آتا

ہے جہاں اس نے اس غرض سے عزلت نشینی اختیار کی تھی تاکہ وہ اپنی "تاریخ" قلمبند کرے۔ پھر تونس میں اپنی واپسی اور بعد ازاں تونس سے مصر کو سنہ 1382ء (سنہ 784ھ) میں اپنی روانگی بیان کرتا ہے۔

مصر میں اپنی زندگی کے حالات لکھتے وقت ابن خلدون نے مملوک سلطان برقوق کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ پھر الازہر اور دوسرے مدرسوں اور اداروں میں اپنے مختلف علمی عہدوں کا' مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اپنے تقرر کا' اور اپنے خلاف سازشوں کا' قاضی کے عہدہ سے پھر استعفیٰ دینے مکہ میں جا کر حج کرنے اور پھر وہاں سے مصر واپس لوٹنے کا حال بڑی تفصیل سے تحریر کیا ہے۔

اس "خود نوشت سوانح عمری" کا متن جیسا کہ وہ عبر کے بولاق ایڈیشن کی ساتویں جلد (صفحات 379 تا 462) میں مندرج ہے جسے اس کے بعد سے "د" کہا گیا ہے' اور جیسا کہ اسے عبدالجواد خلف نے "مقدمہ" کے قاہرہ والے ایڈیشن کے حاشیہ میں بعض ترمیمات کے ساتھ دوبارہ چھاپا ہے جسے اس کے بعد سے "ہ" کہا گیا ہے' ابن خلدون کی زندگی کے حالات کو سنہ 1395ء (سنہ 797ھ) پر ختم کر دیتا ہے۔ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" کا صرف یہی وہ حصہ ہے جو طبع شدہ صورت میں ملتا ہے۔ (36) یہ امر کہ وہ محض جزوی حیثیت رکھتا تھا اور نامکمل تھا' صاف ظاہر تھا اس لئے کہ ابن خلدون سنہ 1406ء (سنہ 808ھ) تک زندہ رہا۔ مصر میں اس کی زندگی اور سرگرمیوں کے آخری 11 سال (سنہ 1395ء تا سنہ 1406ء) کے حالات کے بارے میں یہ خیال کیا گیا تھا کہ مصنف کی جانب سے یا تو وہ سرے سے تحریر ہی نہیں کئے گئے ہیں اور اگر وہ تحریر کئے گئے ہیں تو وہ ضائع ہو گئے ہیں' اور اس کی زندگی کے اس آخری حصہ کے لئے اب تک ہمعصر عربی ماخذوں میں صرف منتشر اور غیر مربوط حوالے ملتے تھے۔

لیکن حال ہی میں مشرق ادنیٰ کے کتب خانوں کی تحقیق و تفتیش سے ابن خلدون کے "خود نوشت سوانح عمری" کے چند قلمی نسخے روشنی میں آ گئے ہیں جو اس کی زندگی کی داستان کا مکمل متن پیش کرتے ہیں۔ ان میں اس کی زندگی کے آخری 11 سال کے حالات بھی شامل ہیں جن کے بارے میں خیال تھا کہ وہ معرض تحریر میں نہیں لائے گئے ہیں' اور اس طرح اس کی وفات سے' جو سنہ 1406ء میں ہوئی' چند ماہ قبل تک کے حالات مکمل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے دو قلمی نسخے استنبول میں محفوظ ہیں' ایک ایا صوفیہ لائبریری میں (37) (جسے بعد

میں مخطوطہ الف کہا گیا ہے)' دوسرا اسعد آفندی لائبریری میں (38) (مخطوطہ ب) اور تیسرا مخطوطہ قاہرہ میں (39) (مخطوطہ ج) دریافت ہوا ہے۔

ان تین مکمل نسخوں سے (40) جو اسلام کے ایک سب سے بڑے فلسفی مورخ کے سوانح حیات مرتب کرنے کے لئے ناگزیر ہیں اور جنہیں بہت عرصہ پیشتر معرض تحریر میں آ جانا چاہئے تھا' ہم ابن خلدون اور تیمور کی تاریخی ملاقات کا اور ان مسائل کا جو اس موقع پر زیر بحث آئے' واضح اور قابل اعتماد بیان حاصل کرتے ہیں' اور یہ بیان وہ ہے جو ابن عرب شاہ اور دوسرے عرب مورخین کے لکھے ہوئے حالات کی صحت اور تاریخی حیثیت کو جانچنے کے لئے ہمیں ضروری دستاویزی شہادت اور بنیاد بہم پہنچاتا ہے۔

4- مخطوطات کا باہمی تعلق

ابن خلدون کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" (الف' ب و ج) کے ان تینوں قلمی نسخوں میں جن پر یہ مقالہ مبنی ہے' مخطوطہ الف بظاہر سب سے قدیم اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ تینوں نسخوں کے تفصیلی مقابلہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مخطوطات ب و ج مخطوطہ الف کی نقلیں ہیں۔

مخطوطہ الف کی کیفیت

مخطوطہ الف جیسا کہ اسے استنبول سے حاصل کیا گیا' تقریباً" 10 انچ لمبا اور تقریباً" 7 انچ چوڑا ہے۔ یہ نسخہ یا اس کا کچھ حصہ کسی زمانہ میں تراش دیا گیا تھا' اس بنا پر سارے مخطوطہ کا یا اس کے ایک حصہ کا ابتدائی سائز ذرا بڑا ہو گا۔ تحریر کردہ کالم تقریباً" 8 انچ لمبا اور تقریباً" 5/1-3 انچ چوڑا ہے۔ تراشے جانے کا ثبوت یہ حقیقت ہے کہ اس نسخہ کے حاشیہ میں لکھے ہوئے کچھ الفاظ حاشئے کی طرف سے کٹ گئے ہیں۔

یہ مخطوطہ 73 اوراق یعنی 166 صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں سطروں کی تعداد کم و بیش ہے' بڑے حصے میں 35 سطریں ہیں اور دوسرے حصہ کے ایک ورق میں 29 سطریں ہیں۔

خط اعلیٰ درجہ کا ہے اور عام طور پر صاف ہے۔ اس کے مختلف حصوں میں حروف کی بناوٹ قدرے مختلف ہے۔ بہت سے اوراق میں اور بالخصوص اس حصہ میں (اوراق 78 ب تا 83 الف) جس سے ہم یہاں بحث کر رہے ہیں' نقطے تقریباً" ناپید ا ہیں' اگرچہ جہاں متن سے صحیح الفاظ کا اظہار نہیں ہوتا' وہاں ایک دو نقطے لگا دینے سے عبارت صحیح ہو جاتی ہے اور

ثم هلك ابو سالم سنه ست وستين واستبد الوزير عمر بن عبد الله على من كفله من ابنايهم فجعل العلامه لابن رضوان سائر ايامه وقتله عبد العزيز ابن السلطان ابي الحسن واستبد بملكه فلم يزل ابن رضوان على العلامه وهلك عبد العزيز وولي ابنه السعيد في كفالة الوزير ابي بكر بن غازي بن الكاس وابن رضوان على حاله ثم غلب السلطان احمد على الملك وانتزعه من السعيد ومن ابي بكر ابن غازي وقام بتدبير دولته محمد بن عثمان بن الكاس مستبدا عليه والعلامه لابن رضوان كما كانت الى ان هلك بازمور في بعض حركات السلطان احمد الى مراكش لحصار عبد الرحمن ابن بويفلوسن بن السلطان ابي على سنه

في جملة

وكان في جملة السلطان ابي الحسن جماعه كثيره من فضلاء المغرب واعيانه فهلك كثير منهم في الطاعون الجارف بتونس وغرق جماعه منهم في اسطوله لما غرق وتخطت النكبة اخرين الى ان استوفوا ما قدر من اجالهم فممن حضر معه بافريقيه من العلماء شيخنا ابو العباس احمد بن محمد الزواوي شيخ القراءات بالمغرب اخذ العلم والعربيه عن مشيخه فاس وروى عن الرحالة ابي عبد الله محمد بن رشيد وكان اماما في القراءات وصاحب ملكه فيها لا تجارى وله مع ذلك صوت من مزامير ال داود وكان يصلي بالسلطان التراويح ويقرا عليه بعض الاحيان حزبه ومن حضر معه بافريقيه الفقيه ابو عبد الله محمد بن محمد بن الصباغ من اهل مكناسه مبرزا في المعقول والمنقول وعارفا بالحديث وبرجاله واماما في معرفة كتاب الموطا واقرائه اخذ العلوم عن مشيخه فاس ومكناسه ولقي شيخنا ابا عبد الله الابلي ولازمه واخذ عنه العلوم العقليه فاستغرق بقيه طلبه عليه فنبغ زاخرا واختاره السلطان لمجلسه فاستدعاه ولم يزل معه الى ان هلك غريقا في ذلك الاسطول ومنهم شيخ التعاليم ابو عبد الله محمد ابن النجار من اهل تلمسان اخذ العلم ببلده عن مشيختها وعن شيخنا الابلي وبرز عليه ثم ارتحل الى المغرب فلقي بسبته امام التعاليم ابا عبد الله محمد بن هلال شارح المجسطي في الهيئة واخذ بمراكش عن الامام

ابي العباس

مخطوطہ ب ۔ اس میں ابن خلدون کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حواشی دکھائی دیتے ہیں

ابي العباس ابن البنا وكان اماما في علوم النجامة واحكامها وما يتعلق بها ورجع الى اللسان بعلم كبير واستخلصه الدولة فلما هلك ابو تاشفين وملك السلطان ابو الحسن نظمه في جملته واجرى له رزقه لحضر معه بافريقيه وهلك في الطاعون ومنهم ابو العباس احمد بن شعيب من اهل فاس برع في اللسان والادب والعلوم العقلية من الفلسفة وغيرها ونظمه السلطان ابو سعيد في جملة الكتاب واجرى عليه الرزق مع الاطباء لتقدمه فيهم فكان كاتبه وطبيبه وكذا مع السلطان ابي الحسن بعده لحضر بافريقيه وهلك بها في ذلك الطاعون وكان له شعر سابق به الفحول من المتقدمين والمتاخرين وكانت له امامة في نقد الشعر وبصر به ومما حضرني الآن من شعره

والتعاليم والطب

دارُ الهوى نجدٌ وساكنها أقصى اماني النفس من نجدِ
هل باكر الوسمىّ ساحتها واستنّ في قيعانها الجُرْدِ
او باتَ معتلّ النسيم بها مستنشيا بالبان والرّندِ
يلو احاديث الذين هُم قصدي وان جاروا عن القصدِ
ايامَ سمرُ ظلالها وطني منها وزرقُ مياهها وِردي
ومطارحُ النظرات في رشإٍ احوى المدامع اهيف القدِّ
ونو البك يعز جانبه قتل المحبّ بها على عمدِ
حيّ اجدّ بهم على عجلٍ ريبُ الخطوب وعاثرُ الجدِّ
فقدوا والا وانك بعدهم ما عشتُ لا آسى على الفقدِ
وغدوا ذفينا قد تضمنه بطنٌ وفرارُ اللحدِ
ومشرّدا من دون رؤيته قذفُ النوى وتنوفة البعدِ
احدى على العيش بعدهم اني فقدت جميعهم وحدي
لا تلحني يا صاح في شجنٍ اخفيتُ منه فوق ما أُبدي
بالغرب لي سكنٌ تاوّبني من ذكره سهدٌ على سهدِ
من خان قد كان مضيفه رؤبت عن الرفداء والرفدِ

مخطوطہ الف۔ اس میں ابن خلدون کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حواشی دکھائی دیتے ہیں

بعض اوقات اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

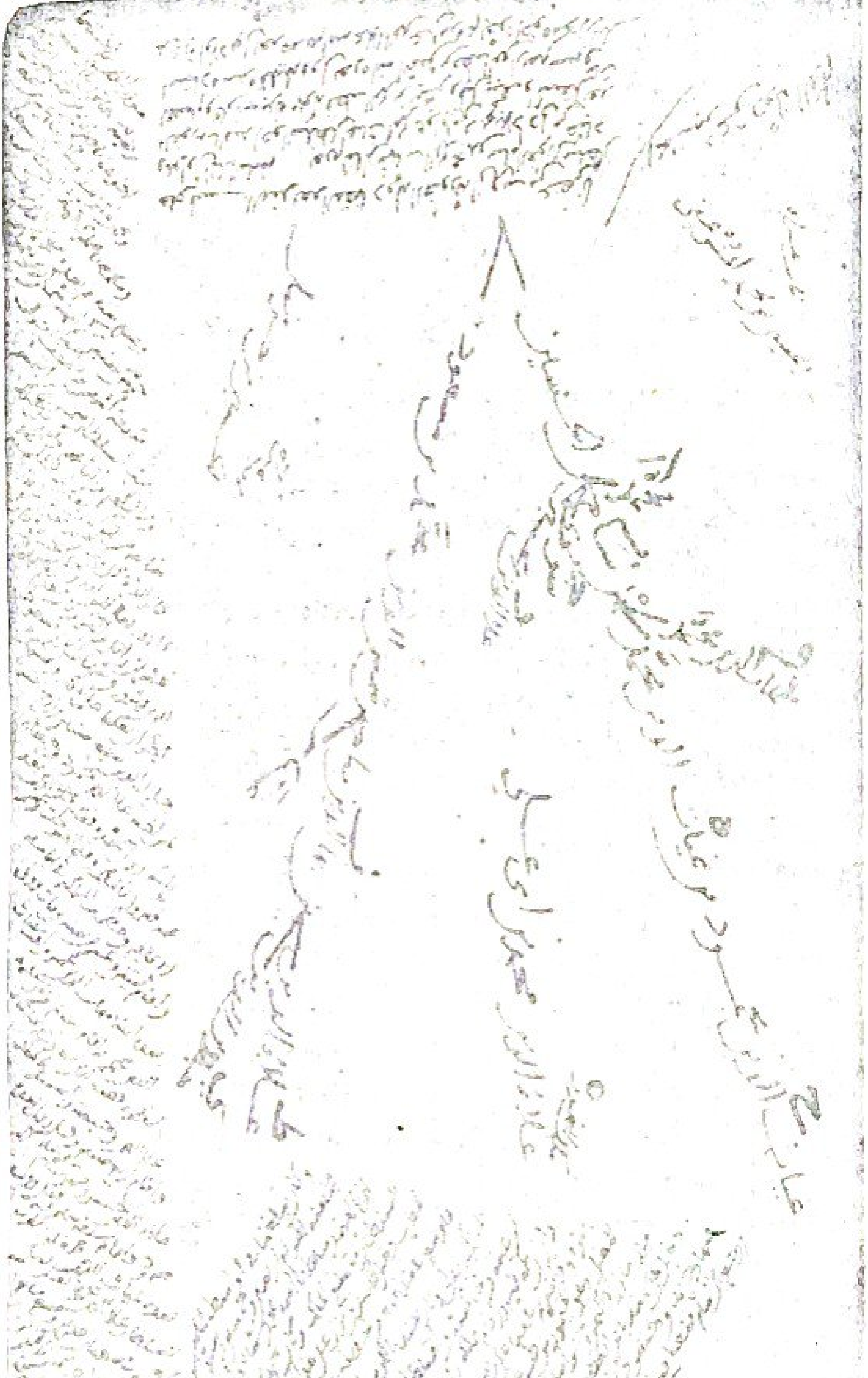
مخطوطہ الف کے مختلف حاشیوں میں جو عبارتیں درج ہیں ان میں کچھ تو حسب معمول کاتب کی نصحیحات ہیں' لیکن دوسری مختلف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ سب سے لمبی تحریر ورق 11 ب پر سیدھی طرف کے نچلے حاشیہ سے شروع ہوئی ہے اور حصہ زیریں کے حاشیہ تک چلی گئی ہے اور پھر ورق 12 الف' سطر 9 سیدھے ہاتھ کے حاشیہ تک جہاں کچھ اشعار شروع ہو جاتے ہیں جو اوراق کے نثری حصہ کے مقابلہ میں کم متوازی جگہ گھیرتے ہیں اور اس لئے وہ زیادہ چوڑا اور زیادہ آرام دہ حاشیہ چھوڑتے ہیں۔ یہ عبارت بجائے خود ایک مکمل مضمون ہے۔ اسے ان مختلف فضلاء اور امراء کے طویل احوال میں درج کرنا ہوگا جو اس صدی کے وسط میں تونس جاتے وقت سلطان ابوالحسن علی مرینی کے ہم رکاب تھے اور جن سے ابن خلدون نے اپنے عالم جوانی میں وہاں ملاقات کی تھی۔

یہ امر بہت اغلب اور تقریباً یقینی ہے کہ یہ طویل ترین عبارت خود ابن خلدون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے (دیکھئے منسلکہ عکس)۔

نوٹ کے اس حصہ کے آخر میں جو مخطوطہ الف' ورق 11 ب کے نچلے حاشیہ میں درج ہے' چند مڑے تڑے الفاظ ہیں جو مخطوطہ ج ورق' 20 ب (دیکھو آگے کا بیان) میں نقل شدہ حصہ کے مطابق یوں پڑھے جاتے ہیں: "اور اس (عبارت) کی تکمیل مقابل کے صفحہ پر مصنف کے خط میں کی گئی ہے۔" خود مخطوطہ الف میں جیسی کہ اس کی موجودہ حالت ہے' صرف الفاظ "مقابل میں حاشیہ" پڑھے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ جملہ "مصنف کے خط میں" کاتب نے بڑھا دیا ہو۔

مزید برآں حروف تہجی کے بعض حروف کی مخصوص طرز تحریر اس سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے جو عبر کی چوتھی جلد کے برطانوی میوزیم کے نسخہ میں داخل کردہ صفحہ پر درج ہے جسے ولیم رائٹ (41) ابن خلدون کی تحریر قرار دیتا ہے۔ برطانوی میوزیم کا یہ نسخہ' مخطوطہ الف سے بہت ہی مشابہ ہے' صفحہ کے سائز کے معاملہ میں (7 3/8 x 11 انچ بمقابلہ مخطوطہ الف کے سائز کے جو 10 x 7 انچ ہے) اور صفحہ پر سطروں کی تعداد کے اعتبار سے بھی اور نقطوں اور اعراب کے لحاظ سے بھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسے مصر میں مصنف کے لئے تحریر کیا گیا تھا جیسا کہ بظاہر مخطوطہ الف بھی وہیں اس کے لئے معرض تحریر میں لایا گیا تھا۔

مخطوطہ الف کے حاشیہ کی بعض عبارتیں اگرچہ ابن خلدون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں



برٹش میوزیم کے مخطوطے کا ورق جس میں ابن خلدون کی تحریر کا نمونہ ملتا ہے

ہیں، تاہم اغلب خیال یہ ہے کہ وہ اس کی ہدایت پر لکھی گئی تھیں۔ مثلاً دیکھئے "تعریف" مخطوطہ الف، ورق 78 ب، سطور 7 و 8۔ (42)

اس مخطوطہ میں ایک اہم نقص جس کی اب تک تشریح نہیں کی گئی ہے، یہ ہے کہ موجودہ اوراق 72 ب اور 73 الف کے درمیان چند اوراق غائب ہیں۔ ابن خلدون نے بیان کیا تھا کہ وہ مدرسہ بیبرسیہ سے اپنی علیحدگی کا حال بتائے گا، لیکن یہ بیان دفعۃً "منقطع ہو جاتا ہے۔ وہ مخطوطہ الف میں ورق 72 ب کے آخری لفظ "و جعلوا" (اور انہوں نے تفویض کیا) پر ختم ہو جاتا ہے اور نچلے حاشیہ میں آخری لفظ "لہ التولیۃ" (اس کے لئے حکومت) ہے، ترک (ا) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگلا ورق انہی الفاظ سے شروع ہونا چاہئے، لیکن دوسرا ورق (73 الف) اس ترک سے شروع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی بجائے وہ پندرہ مصرعوں کی نظم کے پہلے مصرع سے شروع ہوتا ہے، بغیر کسی تمہیدی بیان کے جس سے ظاہر ہو کہ ان کی تصنیف کا کیا موقع تھا۔ ان اشعار میں ابن خلدون درشت الفاظ میں شکایت کرتا ہے کہ اسے اس کی روزی سے محروم کر دیا گیا ہے، یعنی اس بڑی امداد سے جو خانقاہ کے اوقاف سے اسے ملتی تھی۔ اشعار کے آخر میں وہ بیان کرتا ہے کہ بعد میں آنے والے کچھ اشعار الجوبانی کی مراجعت شام سے متعلق ہیں۔ ان میں وہ الجوبانی کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہے اور جمادی میں "یا اس کے کچھ دنوں بعد" (منطاش کے مقابلہ میں) اس کی فتح یابی کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ فی الحقیقت اجوبانی کو بہت جلد دغابازی سے قتل کر دیا گیا تھا۔

یہ بدیہی امر ہے کہ ورق 72 ب اور ورق 73 الف والی نظم کے درمیان کے وہ چند اوراق غائب ہیں جن میں الناصری کی بغاوت تک کے واقعات اور بیبرسیہ سے ابن خلدون کی علیحدگی کا حال درج تھا۔

مخطوطہ الف میں چند دوسری خصوصی باتیں بھی قابل لحاظ ہیں۔ ورق 21 ب کا آخری نصف حصہ خالی ہے، اور ورق 20 ب کے نچلے حصہ میں پوری تین سطریں قلم زد کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح ورق 48 ب کا نچلا نصف حصہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے اور ورق 49 الف پر پوری 15 سطریں کاٹ دی گئی ہیں۔ یہ اصلاحیں اور ترمیمیں غالباً ابن خلدون کی اپنی زندگی ہی میں کر دی گئی تھیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخطوطہ الف کسی ابتدائی مسودہ کی ترمیم شدہ صورت ہے۔

اس جگہ اور دوسرے مقامات پر قلم زدہ الفاظ کے اوپر کہیں کہیں حروف درج ہیں

ثم ملك بلاد الروم وخرب سيواس ورجع الى الشام جمع السلطان عساكره وفتح
ديوان العطاء ونادى في الجند بالرحيل الى الشام وكنت انا يومئذ معزولا عن
الوظيفة فاستدعاني دواداره يشبك وارادني على السفر معه في ركاب السلطان
فتجافيت عن ذلك ثم اظهر العزم علي بلين القول وجزيل الانعام فاصحبت وسافرت معهم
منتصف شهر المولد الكريم من سنة ثلاث فوصلنا الى غزة فارحنا بها اياما نترقب
الاخبار ثم رحلنا الى الشام مسابقين الططر الى ان نزلنا شقحب واسرينا فصبحنا دمشق
والامير تمر في عساكره قد رحل من بعلبك قاصدا دمشق فضرب السلطان خيامه وابنيته
بساحة قبة يلبغا ويئس الامير تمر من مهاجمة البلد فاقام بمرقب على قبة يلبغا اقرب
من شهر تجاول العسكران في هذه الايام مرات ثلاثا او اربعا فكانت حربهم
سجالا ثم نمي الخبر الى السلطان واكابر امرائه ان بعض الامراء المنغمسين في الفتنة يحاولون
الهرب الى مصر للثورة بها فاجمع رايهم للرجوع الى مصر خشية من انتقاض الناس وراءهم
واختلال الدولة بذلك فاسروا ليلة الجمعة من شهر وركبوا اجبل الصالحية ثم انحطوا
في شعابه وساروا على شافة البحر الى غزة وركب الناس ليلا يعتقدون ان السلطان سار على الطريق يق
الاعظم الى مصر فساروا عصبا وجماعات على شقحب الى ان وصلوا الى مصر واصبح اهل دمشق
متحيرين قد عميت عليهم الانباء وجاءني القضاة والفقهاء واجتمعت بمدرسة العادلية واتفق
رايهم على طلب الامان من الامير تمر على بيوتهم وحرمهم وشاوروا في ذلك نائب القلعة
فابى عليهم ذلك ونكره فلم يوافقوه وخرج القاضي برهان الدين ابن مفلح الحنبلي ومعه شيخ الفقراء
بزاويته فاجابهم الى التامين وردهم باستدعاء الوجوه والقضاة فخرجوا اليه متدلين من السور
بما صحبهم من التقدمة فاحسن لقاءهم وكتب لهم الرقاع بالامان وردهم على احسن الامال واتفقوا
معه على فتح المدينة من الغد وتصرف الناس في المعاملات ودخول امير ينزل بمحل الامارة منها
ويملك امرهم بعز ولايته واخبرني القاضي برهان الدين انه ساله عني وهل سافرت مع عساكر
مصر او اقمت بالمدينة فاخبره بمقامي بالمدرسة حيث كنت وبتنا تلك الليلة على اهبة الخروج
اليه فحدث بين بعض الناس تشاجر في المسجد الجامع وانكر البعض ما وقع من الاستنامة الى القول
ونمي الخبر الي من جوف الليل فخشيت البادرة على نفسي وبكرت سحرا الى جماعة القضاة عند
الباب وطلبت الخروج او التدلي من السور لما حدث عندي من توهمات ذلك الخبر فابوا علي
اولا ثم اصخوا لي ودلوني من السور فوجدت بطانته عند الباب ونائبه الذي عينه للولاية به
على دمشق واسمه شاه ملك من بني جقطاي اهل عصابته فحييتهم وحيوني وفديت
وفدوني وقدم لي شاه ملك مركوبا وبعث معي من بطانة السلطان من اوصلني اليه فلما
وقفت بالباب خرج الاذن باجلاسي في خيمة هنالك تجاور خيمة جلوسه ثم زيد في

مخطوطہ الف ۔ ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات کی روداد کا ایک حصہ

جنہیں "ضرب" (ضرب) پڑھا جا سکتا ہے جو "کاٹ دینے" یا "نکال دینے" کے لئے بطور اصطلاح استعمال کئے جاتے ہیں۔ (43) مخطوطہ الف کے آخر میں ورق 83 الف' سطر 10 پر مغربی انداز تحریر میں ایک نوٹ درج ہے (جس میں حروف "ف" اور "ق" پر مخصوص طریقہ سے نقطے لگائے گئے ہیں) جس میں ابن خلدون کی تاریخ وفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (44)

مخطوطہ ج کی کیفیت

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ کی لائبریری کا مخطوطہ جسے ہم مخطوطہ ج کہیں گے' ایا صوفیہ لائبریری کے مخطوطہ الف کی براہ راست نقل ہے' یا کم سے کم کسی ایسے مخطوطہ کی جسے خود اس سے نقل کیا گیا تھا۔

مخطوطہ ج کا کاتب ایک منظوم ترقیمہ میں خود بیان کرتا ہے (ورق 149' سطر 26) کہ اس کی نقل کا اس اصل سے مقابلہ کر لیا گیا ہے (قبل) "جس میں مصنف کے ہاتھ کی تحریر تھی"۔ (45) اگر اس کے الفاظ کا وہی مطلب لیا جائے جو الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے کسی اور مخطوطہ سے اپنی نقل تیار کی تھی جس میں مصنف کی کوئی تحریر درج تھی۔ اس کا لازماً" یہ مطلب نہیں ہے کہ سارا نسخہ مصنف ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ بلاشبہ مخطوطہ الف کے حاشیوں کی بعض تحریروں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے بشرطیکہ جیسا کہ ہم نے فرض کیا ہے وہ ابن خلدون کے ہاتھ کی تحریریں ہوں۔

مخطوطہ الف پر مخطوطہ ج کے انحصار کی قطعی شہادت اس وقت ملتی ہے جب ہم خصوصیت سے مخطوطہ الف کے بہت سے حواشی کا مقابلہ کرتے ہیں جیسا کہ انہیں مخطوطہ ج میں درج کیا گیا یا نقل کیا گیا ہے اور موخرالذکر میں ناقص عبارتیں دیکھتے ہیں جو مخطوطہ الف میں ان عبارتوں کی تحریری خصوصیات کا براہ راست نتیجہ ہیں۔ مثلاً" مخطوطہ ج میں چند خالی جگہیں چھٹی ہوئی ہیں جن سے مخطوطہ الف کے حواشی کے الفاظ ظاہر ہوتے ہیں جو کٹ گئے تھے جب کہ مخطوطہ الف کے متعلقہ اوراق تراشے گئے تھے اور اس لئے پڑھے نہیں جاتے۔ اور مخطوطہ ج میں ایسے الفاظ ہیں جو صحیح طور پر پڑھے نہیں جاتے' جو سیاق عبارت میں جوڑ نہیں کھاتے یا بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں یا جو حروف کے ایسے مجموعے ہیں جن سے عربی الفاظ مطلق نہیں بنتے۔ (46)

مخطوطہ ب کی کیفیت

مخطوطہ ب جس کا کوئی سرورق نہیں ہے' بظاہر مخطوطہ الف سے (یا اس کے اصل نسخہ سے) اس کی ابتدائی منازل میں نقل کیا گیا تھا' یعنی اس سے قبل کہ مخطوطہ الف کی بالکلیہ اس شکل میں اصلاح ہوئی ہو جس میں وہ اب موجود ہے۔

جہاں مخطوطہ ب میں وہ چند حاشیہ کی اصلاحات ہیں جو مخطوطہ الف میں (یعنی ابتدائی حصہ میں) ملتی ہیں' وہاں اس میں بہت سے حواشی مفقود ہیں اور متن کی بعض طویل عبارتیں بھی جیسا کہ وہ مخطوطہ الف میں پائی جاتی ہیں' اور اس میں کتابت کی بہت سی غلطیاں ملتی ہیں جن میں کچھ بدیہی طور پر مخطوطہ الف کے غلط طریقہ پر پڑھنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

بہرحال چونکہ مخطوطہ ب' مخطوطہ ج کی طرح' مخطوطہ الف پر مبنی ہے یا اس سے نقل کیا گیا ہے' اس لئے اس کی قدروقیمت ایک جداگانہ کتاب کی حیثیت سے بہت حد تک گھٹ جاتی ہے' لہٰذا مخطوطہ الف ہی ان سب میں نہایت مستند دستاویز کی حیثیت سے سامنے آ جاتا ہے۔ (47)

5- "خود نوشت سوانح عمری" کا عنوان

"خود نوشت سوانح عمری" (= د) کا بولاق ایڈیشن' نیز مقدمہ (= ہ) کے قاہرہ والے ایڈیشن کے وہ ابواب جو مشتمل ہیں اس حصہ پر جسے ہم "خود نوشت سوانح عمری" کہتے ہیں' کوئی کتابی عنوان نہیں رکھتے بلکہ محض ایک فصل کا عنوان رکھتے ہیں' یعنی "التعریف بابن خلدون" ((اس کتاب کے مصنف) ابن خلدون کے بارے میں اطلاع)۔ یہی وہ فصلی عنوان ہے جسے ابن خلدون نے اپنی کتاب عبر کے متن میں دوسرے مقامات پر بھی استعمال کیا ہے جہاں جہاں اس نے کسی کے سوانح حیات دیئے ہیں' مثلاً "التعریف بہ چنگیز خان" (عبر جلد 5' صفحہ 525' سطر 11) اور "التعریف بہ یوسف بن کریون" (عبر جلد 2' صفحہ 116)۔ (48)

مخطوطہ الف کے سرورق (ورق 1 الف) میں جو بدیہی طور پر اصلی نہیں ہے' اوپر کے حاشیہ کے قریب چھوٹے حروف میں ایک عنوان ہے' یعنی "رحلتہ ابن خلدون"۔ ایا صوفیہ لائبریری کی فہرست میں (نمبر 3200' صفحہ 192) اسے اسی عنوان کے تحت میں درج کیا گیا ہے۔ لیکن فی الحقیقت مخطوطہ الف کے ورق ا ب پر جو عنوان ہے' ہے' وہ "التعریف بابن خلدون مولف الکتاب" ہے جس میں اوپر کے حاشیہ کے قریب یہ الفاظ بڑھا دیئے گئے ہیں:

"و رحلتہ غرباً" و شرقاً"" (اور مغرب کو اور مشرق کو اس کا سفر)۔

سرورق پر اس جگہ جہاں کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام ہونا چاہئے' یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: "ہو حسبی' من کتب العبدوسی" (وہ یعنی اللہ میرے لئے کافی ہے۔ العبدوسی کی کتابوں میں سے ایک' یعنی جو العبدوسی کی ملکیت ہیں)۔ (49) مگر اوپر کے حاشیہ کے قریب چھوٹے حروف میں یہ تحریر ہے: "رحلتہ ابن خلدون بخطہ رحمہ اللہ تعالیٰ" (ابن خلدون کا سفر اس کی اپنی تحریر میں.....)۔

سرورق کے بالائی حصہ پر مختلف مالکان کتاب کے نام بھی نوبت بہ نوبت تحریر کئے گئے ہیں جن کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے: "من کتب" یا "ثم بنوبتہ العبد" وغیرہ (یعنی اس کی کتابوں میں سے یا جو اس اللہ کے بندے کی ملکیت ہیں یا پھر اسکی تحویل میں ہیں)۔

مخطوطہ ب میں کوئی سرورق نہیں ہے اور ورق نمبر ا پر وہی عنوان ہے جو مخطوطہ الف پر درج ہے یعنی "التعریف بابن خلدون"۔ مگر کتب خانہ اسعد آفندی کی فہرست میں عنوان یوں درج ہے: "رحلتہ ابن خلدون" اور اسی نامکمل عنوان کے ماتحت حاجی خلیفہ (50) نے' وستینفیلڈ (51) نے اور بروکلمن (52) نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ "خود نوشت سوانح عمری" کا یہ مخطوطہ 93 اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں 25 سطور ہیں' لیکن اس پر نہ تو کوئی تاریخ درج ہے اور نہ کاتب کا نام ہی دیا گیا ہے۔

مخطوطہ ج میں سرورق موجود ہے' لیکن جہاں کتاب کا نام ہوتا وہاں بغیر عبارت کے ایک پٹی ہے' جس کے اوپر نقش و نگار ہیں۔ یہ پٹی مع نقش و نگار کے اس پٹی کا ثمنیٰ ہے جو عنوان سمیت مخطوطے کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔ سرورق کے بالائی حصہ میں کسی دوسرے شخص کی تحریر میں یہ الفاظ ہیں: "رحلتہ ابن خلدون" جنہیں قلم زد کر دیا گیا ہے اور اس کے نیچے ایک دوسرے شخص کی تحریر میں یہ الفاظ ملتے ہیں: "تعریف (بغیر ب کے) ابن خلدون با خط (کذا) تعلیق' سطر 31" (یعنی ابن خلدون کی کتاب تعریف (نام نمایاں) فارسی خط میں۔ (ہر صفحہ پر) 31 سطریں ہیں۔)

اوپر کے حصہ میں بائیں طرف کے حاشیہ میں عربی میں یہ عبارت درج ہے: "اللہ میرے لئے کافی ہے۔ یہ اللہ کے بندے فقیر (□) کے لئے لکھی گئی تھی۔ اللہ اس کی اور اس کے بزرگوں کی مغفرت کرے۔" مگر "خود نوشت سوانح عمری" کا یہ قلمی نسخہ قاہرہ کی فہرست میں ذیل کے عنوان کے ساتھ درج ہے (دیکھو نوٹ 39) "التعریف بابن خلدون و رحلتہ شرقاً" و غرباً" اگرچہ مخطوطہ میں الفاظ کی زیادہ صحیح ترتیب درج ہے: "غرباً و شرقاً"

"- یہ بڑے سائز کے 149 اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں 31 سطریں ہیں۔

6- "خود نوشت سوانح عمری" ایک جداگانہ تصنیف کی حیثیت سے

"خود نوشت سوانح عمری" کے مخطوطات کے عنوان کے باہمی اختلافات ممکن ہے اس امر کا نتیجہ ہوں کہ مکمل "خود نوشت سوانح عمری" (الف، ب، ج) کے مخطوطات نامکمل متنوں (د اور ہ) کے برعکس جن سے ہم اب تک واقف تھے، مستقل اور جداگانہ تصانیف کی حیثیت سے پائے جاتے ہیں۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابن خلدون کی تصانیف میں کہیں بھی اس امر کا اظہار نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے حالات زندگی کے بارے میں ایک جداگانہ تصنیف تحریر کرنے کا ارادہ رکھتا تھے۔ جو ابواب اب تک "خود نوشت سوانح عمری" پر مشتمل تھے، وہ محض اس کی عظیم تصنیف عبر کے محض جزو یا ضمیمہ کی حیثیت سے لکھے گئے تھے جیسا کہ وہ عبر کی ساتویں جلد میں درج ہیں۔ نیز جہاں "خود نوشت سوانح عمری" جلد 3 کے شروع میں دی گئی ہے جیسا کہ پیرس کے ایک مخطوطہ (53) میں ہے یا جیسا کہ لائیڈن کے ایک مخطوطہ (54) میں ہے جہاں وہ جلد 5 کے آخر میں درج ہے، یا جیسا کہ تونس کے ایک مخطوطہ (55) میں ہے، جہاں وہ "مقدمہ" کے شروع میں ہے، اگرچہ کاتب نے اسے مختلف مقالات پر رکھا ہے، تاہم وہ ابھی تک اس کی کتاب "عبر" کے ساتھ ایک اہم جزو کی حیثیت سے نہ کہ جداگانہ تصنیف کے طور پر منسلک رہی ہے۔

اس بات کی مزید تصدیق مورخ المقری (56) (متوفی سنہ 1632ء) سے ہوتی ہے جو بیان کرتا ہے کہ اس نے فاس میں ایک مخطوطہ دیکھا تھا جس پر ابن خلدون کے دستخط ثبت تھے۔ یہ مخطوطہ آٹھ ضخیم جلدوں میں تھا جس کے آخر میں ابن خلدون نے خود اپنی زندگی کے اس وقت تک کے حالات تفصیل سے بیان کئے تھے (عرف بنفسہ) جب کہ وہ قاہرہ میں قیام پذیر ہو گیا اور وہاں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ یہ بیان ہو بہو اس "خود نوشت سوانح عمری" سے مطابقت رکھتا ہے جس کا علم اب تک ہو چکا تھا اور جیسا کہ وہ عبر کے ایڈیشن کی جلد 7 میں چھپ چکی ہے۔

اپنی "خود نوشت سوانح عمری" میں بھی ابن خلدون بعض اوقات اس کی جانب اپنی بڑی تصنیف کے ایک جزو کی حیثیت سے اشارہ کرتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر (مخطوطہ الف، ورق

اب' سطر 7) وہ اپنے دور دراز آباؤاجداد کی تعداد دیتا ہے جن کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ "یہ تقریباً" بیس نسلیں ہوں گی' ہر سو سال کے لئے تین جیسا کہ کتاب کی پہلی جلد کے آغاز میں کہا گیا ہے۔" "پہلی" جلد سے اس کی مراد عبر کی پہلی جلد ہے' یعنی وہ جلد جو عام طور پر مقدمہ یا Prolegomena کے نام سے موسوم ہے جس میں آباؤاجداد کے بارے میں یہ عمومی بیان پایا جاتا ہے۔ (57)

مخطوطہ الف' ورق 62 ب' سطر 2 والی عبارت بھی فیصلہ کن ہے جس میں چند مخطوط کا اندراج کرنے کے بعد جو اسے موصول ہوئے تھے' وہ لکھتا ہے (مخطوطہ الف' ورق 62 ب' سطر 20) کہ اگرچہ وہ "مصنف کے بارے میں اس تعریف کے" مقصد سے بظاہر غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں' تاہم مخطوط کے اندراجات "ان بعض واقعات کی تصدیق کریں گے جو اس کتاب میں اپنی جگہ پر مذکور ہیں۔" اس تصریح سے عربی قاعدے کے مطابق صرف وہ تصنیف (الکتاب) مراد ہے جس میں وہ درج ہے اور اس سے "یہی تصنیف" مراد ہے بعینہ جس طرح "مصنف" سے "موجودہ تصنیف (عبر) کا مصنف" مراد ہے۔

یہ امر واقعہ کہ مطبوعہ متن کا ایڈیٹر "خود نوشت سوانح عمری" کے جداگانہ اور مستقل ہونے کا مطلق کوئی ذکر نہیں کرتا' بلاشبہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ "عبر" کے مخطوطوں میں جنہیں وہ استعمال کر رہا تھا' "خود نوشت سوانح عمری" ایک بڑی کتاب کا ضروری جزو تھا یا اس کا تسلسل تھا۔

ان امور کی روشنی میں ہم فرض کر سکتے ہیں کہ ابن خلدون ابتداء میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" اس کی "عبر" کی آخری جلد کا حصہ بنے' لیکن یہ اغلب ہے کہ جب اس نے سنہ 797ھ (سنہ 1395ء) کے بعد مصر میں اپنے قیام کے دوران میں نئے نئے ابواب کا اضافہ کیا تو کتاب کی طوالت کے باعث اسے یہ امر خلاف مصلحت معلوم ہوا کہ اسے اپنی آخری جلد کا جزو بنائے' اور اس لئے اس نے پہلے حصہ کی کتابت کرائی تاکہ زائد مواد کی مدد سے وہ اسے ایک جداگانہ جلد کی حیثیت دے سکے۔

جداگانہ جلد تحریر کرنے کی وجہ سے ابن خلدون کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے ابتدائی حصہ کے آخری چند فقروں میں تبدیلی کر دے جیسا کہ وہ د (عبر' جلد 7' صفحہ 462' سطر 22) میں چھپ چکے ہیں جہاں اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ " اس نے اپنے آپ کو موجودہ وقت یعنی سنہ 797ھ (سنہ 1395ء) کے آغاز تک" مطالعہ میں

مصروف رکھا' وہ اپنے بیان کو اس جملہ پر ختم کر دیتا ہے کہ "یہ اختتام ہے جس پر میں پہنچا ہوں' اس مقصد کو حاصل کرنے کے بعد جو اس تصنیف سے (سہما) میرے پیش نظر تھا" اس کے بعد مختصرا" خدا کی حمد درج ہے۔

مکمل اور جداگانہ "خود نوشت سوانح عمری" میں جب کہ ابن خلدون نے نئے مواد کا اضافہ کیا' کتاب کی تکمیل کی جانب اس حوالہ کا اطلاق نہ ہو سکتا تھا' لہٰذا ایک معنی خیز طریقہ سے اسے حذف کر دیا گیا (مخطوطہ الف' ورق 62 ب' سطر 23)۔ "اس کتاب کے مصنف" کے جملہ میں لفظ "اس" کو بھی لازما" خارج کر دینا پڑا جب کہ متن کتاب کا جزو نہ رہا اور اس کی "عبر" کے آخری حصہ سے بھی اسے نکل دیا گیا۔

یہ امر بھی انتہائی معنی خیز ہے کہ "خود نوشت سوانح عمری" کے قلمی نسخوں میں سے کسی ایک میں بھی کوئی تمہید یا تعارفی عبارت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر عرب مصنف جداگانہ تصانیف میں دیا کرتے تھے' اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ان سب میں ابتدائی امتیازی عنوان بھی غائب ہے۔

7- مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کے اندراجات

جیسا کہ اوپر بحث کی جا چکی ہے نئے مخطوطات کے عنوان اور بعض الفاظ کی بدلی ہوئی شکلوں کی باہمی بے ربطیوں اور اختلافات کے باوجود ان نئے مخطوطوں کی سب سے بڑی اہمیت بلاشبہ یہ ہے کہ ابن خلدون کی زندگی کی داستان نسبتا" مکمل ہو جاتی ہے۔

فہرست مضامین کی منسلکہ جدول سے مندرجات کی تقسیم اور مخطوطات الف' ب اور ج میں فصلوں کے عنوانات کی علی الترتیب پوزیشن ظاہر ہو جاتی ہے جہاں تک ان کا ایک دوسرے سے تعلق ہے اور جہاں تک "خود نوشت سوانح عمری" کے نامکمل متن سے ان کا تعلق ہے جیسا کہ اسے د (عبر کا بولاق ایڈیشن' جلد 7) میں چھاپا گیا ہے اور ("مقدمہ" کے قاہرہ والے ایڈیشن مطبوعہ سنہ 1904ء کے حاشیوں میں) 5 میں دوبارہ چند درستیوں کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔

8- موجودہ مقالہ کی حدود

مذکورہ بالا جدول سے تفصیلی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ "خود نوشت سوانح عمری" کے نو

CONCORDANCE OF MSS A, B, C WITH THE PRINTED TEXTS

Chapter Headings	MS A	MS B	MS C	D	E
1. Taʿrīf bi Ibn Khaldūn	fol. 1b	fol. 1b	fol. 1	ʿIbar, VII 379.22	p. 2.1
2. Of the ancestors in Spain	2a.7	2a.20	2.12	380.20	5.4
3. Of the ancestors in Ifrīqiya	3a.8	3b.7	4.7	382.5	10.2
4. Education and teachers	4b.8	5a.20	6.26	384.10	17.10
5. Appointment as ʿalāma in Tunis and journey to the Maghrib appointed secretary of Sultan Abū ʿInān	14a.19	15b.15	24.8	398.23	62.22
6. Loss of favor of Sultan Abū ʿInān	17b.8	19a.12	29.21	403.17	77.14
7. Appointment as secretary of the chancellery by Sultan Abū Sālim	18a.9	19b.13	30.16	404.11	79.17
8. Journey to Spain	22a.13	23b.13	36.25	410.14	96.26
9. Journey from Spain to Bougie and appointment as ḥājib	25b.24	27b.13	42.31	416.21	118.4
10. In the service of Sultan Abū Ḥammū, the Sultan of Tilimsān	28a.4	29b.20	46.13	419.22	127.20
11. In the service of ʿAbd al-ʿAzīz, the ruler of the Maghrib	36a.20	38b.11	60.4	432.16	167.16
12. Return to the Maghrib al-Aqṣā	49a.16	55a.15	84.26	440.10	193.1
13. Second permission for journey to Spain; return to Tilimsān; affiliation with the Nomad Arab tribes and sojourn among the Aulād ʿArīf	51b.3	57b.18	88.23	443.28	204.15
14. Return to Sultan Abu l-ʿAbbās in Tunis	52a.15	(58b.8)	89.30	445.3	208.3
15. The journey to the Orient and appointment to the Cadiship in Cairo	56a.21	62b.4	96.28	451.28	232.21

CONCORDANCE OF MSS A, B, C WITH THE PRINTED TEXTS

Chapter Headings	MS A	MS B	MS C	D	E
	fol.	fol.	fol.	ʿIbar, VII	p.
16. The journey to perform the pilgrimage	58b.3	64b.24	100.18	455.18	255.5
17. Appointment to lectureships and to the Khawāniq	63a.4	69a.23	107.27		
18. Appointment to the Baibarsīya Khânqâ and removal from it	70a.24	78a.25	122.6		
19. The rebellion of an-Nāṣirī	70b.9	78b.15	122.19		
20. Activity with respect to exchange of gifts and presents between the rulers of the Maghrib and al-Malik az-Ẓâhir (Barqūq)	73a.16	(82a.1)	127.31		
21. Second appointment to the Cadiship in Cairo	75a.24	84b.21	133.3 on margin		
22. The journey of the Sultan (Faraj) to Syria to repulse the Tatars from his country	76a.19	86a.12	135.4		
23. The meeting with Emir Timur, Sultan of the Mongols and Tatars	78b.28	89b.15	140.14		
24. The return from Emir Timur to Cairo	81b.2	92b.13	145.25		
25. The third, fourth, and fifth appointments to the Cadiship in Cairo	82b.26	94a.8	149.6		

ابواب جو مصر میں ابن خلدون کے قیام کے آخری گیارہ سال کے واقعات پر حاوی تھے، ابھی تک شائع نہیں ہوئے ہیں۔ (58) اگرچہ ان غیر مطبوعہ حصوں کا حوالہ مختلف کتابوں میں آچکا ہے، (59) تاہم ابھی تک اس بارے میں کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے کہ اس کا یا مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کے متن کے کسی دوسرے حصے کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ اس کام کی ذمہ داری سنبھالتے وقت راقم الحروف ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے صرف آخری تین ابواب کا انگریزی ترجمہ مع حواشی کے پیش کرتا ہے۔ ان ابواب کے مواد کو اولیت دیئے جانے کی زبردست وجوہ موجود ہیں۔ یہ حصہ وہ ہے جو ابن خلدون کے تیمور سے تعلقات پر اور اس دور کے مغول اور ممالیک کی باہمی آویزش کی تاریخ کے ایک نہایت فیصلہ کن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو ابن عرب شاہ، حاجی خلیفہ اور دوسرے مورخین کے متضاد بیانات کی وجہ سے تاریکی میں تھا اور اپنے الجھاؤ کے سبب سے اب تک واضح نہیں ہو سکا تھا۔ (60)

بعینہ وہ کونسا خصوصی کردار تھا جو ابن خلدون نے سنہ 1401ء میں دمشق میں اس آویزش میں ادا کیا تھا؟ اس کی سرگرمیاں کن امور پر مشتمل تھیں؟ کیا اس نے اصالتاً" تیمور سے دمشق کی حوالگی کی شرائط کے بارے میں نامہ و پیام کیا تھا؟ کیا وہ اس وفد کا سربراہ تھا جو تیمور کی خدمت میں گیا تھا؟ تیمور سے اس کی جو گفتگو ہوئی اس کی کیفیت کیا تھی؟ وہ کب تک تیمور کے پاس قیام پذیر رہا؟ وہ کس طرح دمشق چھوڑ کر قاہر واپس آگیا؟ اب ان سوالات کا جواب ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے اس موجودہ حصہ کی مدد سے دیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے اس کی اہمیت خود بخود ظاہر ہے۔

ان ابواب کے لکھنے کے بعد ابن خلدون جو "کتاب العبر" کا مصنف ہے اور مغرب کا سب سے بڑا مورخ ہے، مشرق کا بھی سب سے بڑا مورخ بن جاتا ہے، اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ وہ تیمور کا پہلا عرب سیرت نگار بھی قرار پا جاتا ہے۔ (61)

ابن خلدون اپنی عبر کی پانچویں جلد میں تاتاریوں کا، چنگیز خان کا اور اس کے بیٹوں کا احوال دے چکا ہے اور سنہ 1395ء (سنہ 797ھ) تک تیمور کی ابتدائی مہموں اور ترکتازیوں کا حال بھی بیان کر چکا ہے۔ (62) اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے ان آخری ابواب میں وہ سنہ 1401ء (سنہ 803ھ) تک تیمور کی سیرت اور سرگرمیوں کو جاری رکھتا ہے اور یہ بیان وہ ہے جس کی قدر و قیمت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ فاتح کے ساتھ براہ راست رابطہ

پر اور اس کی شخصیت سے گہری ذاتی واقفیت پر مبنی ہے۔ (63)

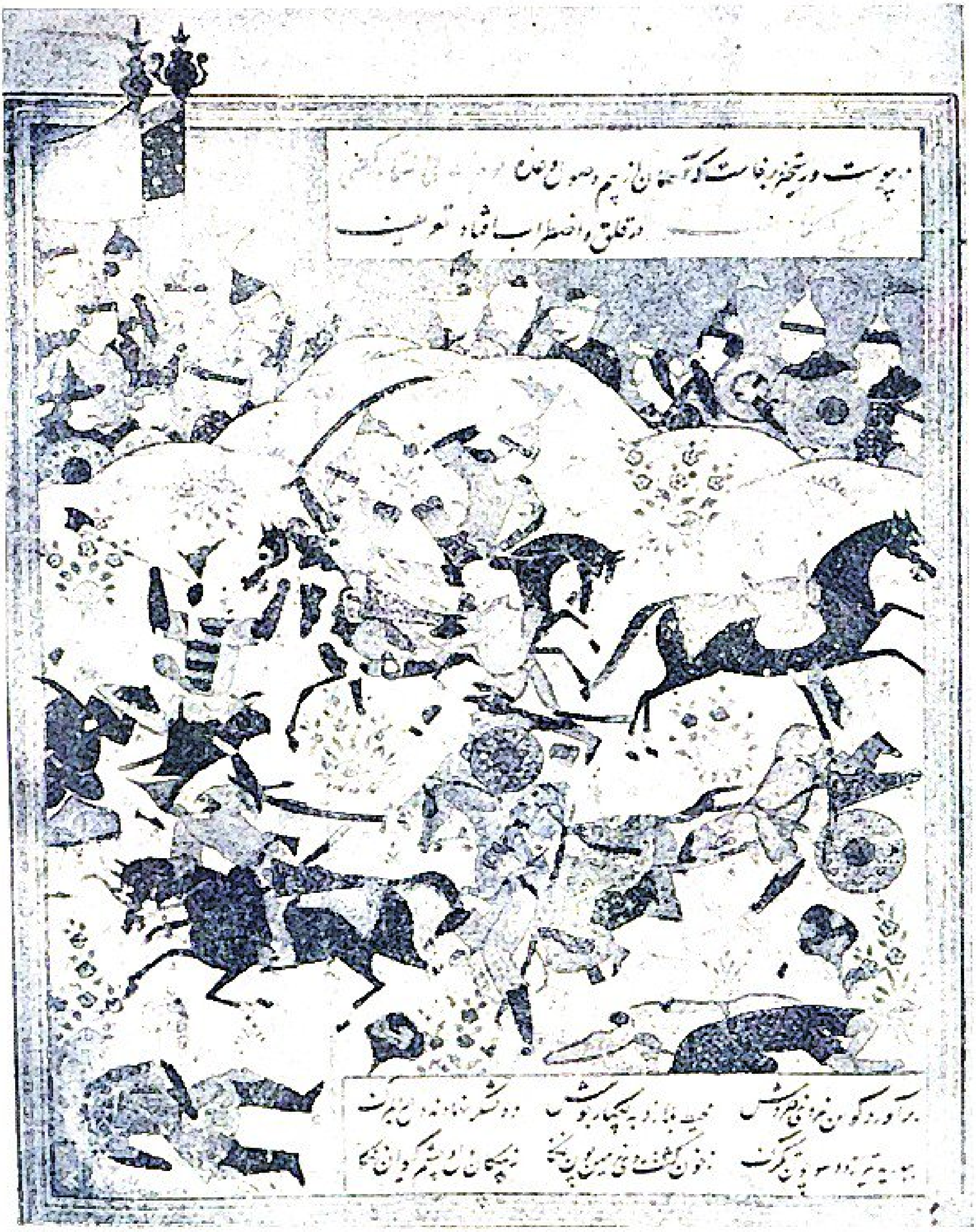
جو انگریزی ترجمہ اب اس مقالہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے وہ مخطوطہ الف (اوراق 78 ب تا 83 الف) کے ان آخری تین ابواب کے عربی متن پر مبنی ہے' اس لئے کہ جو تین مخطوطے اب دستیاب ہوئے ہیں' ان سب میں وہی قدیم ترین اور نہایت قابل اعتماد ہے۔ مگر مخطوطات ج اور ب کے متنوں کے ساتھ بھی اس متن کا مقابلہ کر لیا گیا ہے۔

متن کی صحیح عبارت متعین کرتے وقت بعض اوقات زبردست مشکلات پیش آئیں' نہ صرف اس وجہ سے کہ سرے سے اعراب ہی غائب ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ ابن خلدون کا طرز تحریر عجیب و غریب ہے۔ یہ بات عرصہ دراز سے محسوس کی جا چکی ہے کہ چونکہ ابن خلدون اپنے وسیع علم کو فقروں اور جملوں میں اختصار کے ساتھ کھپا دینے کی کوشش کرتا ہے اس لئے وہ صرف و نحو کی صحیح ترکیبوں کے قواعد کی ہمیشہ پیروی نہیں کرتا اور بہت سی ایسی عبارتیں قلمبند کر جاتا ہے جو مبہم اور غیر واضح ہیں' (64) اور جو بات مقدمہ اور عبر میں اس کے طرز تحریر کے متعلق کہی گئی ہے وہی اس کی "خود نوشت سوانح عمری" پر بھی صادق آتی ہے۔ اس کا طرز تحریر جیسا کہ دسلان (65) کہتا ہے' درحقیقت خیال کی صرف اولین تعبیر ہے اور ایک ایسے دماغ کی کوشش ہے جو عجلت کے ساتھ اور کم سے کم الفاظ میں خیالات کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے' جو بے تحاشا جمع ہو جاتے ہیں اور اظہار کے لئے بیتاب رہتے ہیں۔ اس نے لوگوں کے سامنے اپنی تصنیف پیش کرنے سے پہلے اپنے طرز انشاء کو درست کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں دیا' اور اس لئے اس نے ہمارے لئے ایک ایسی تصنیف چھوڑی ہے جو اہم اور فاضلانہ ہونے کے باوجود ہمیشہ اچھے طریقہ پر نہیں لکھی گئی۔

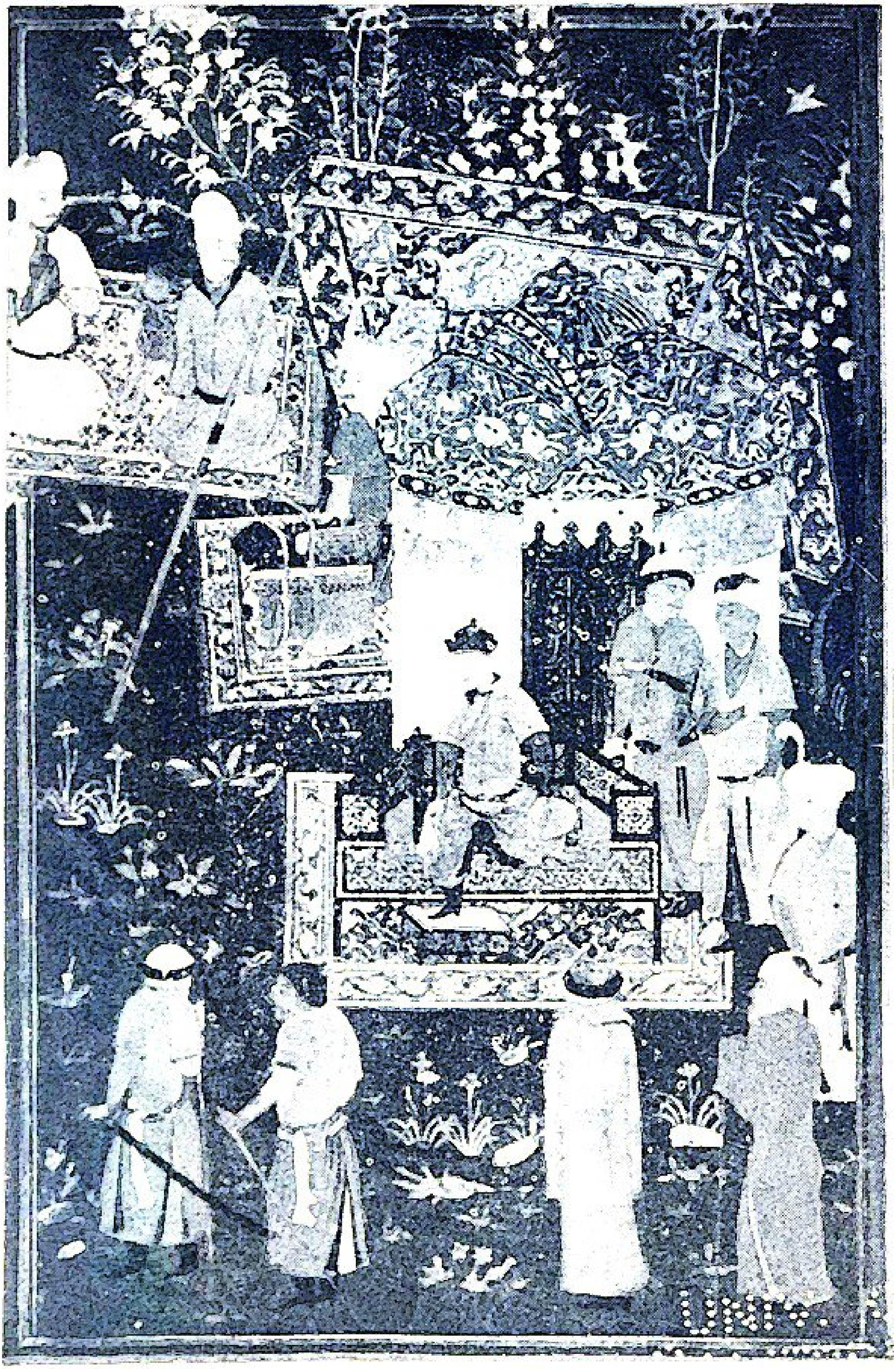
ترجمہ کے ساتھ جو نوٹ دیئے گئے ہیں وہ شرح کی نوعیت رکھتے ہیں۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ واقعات کو ان کے مناسب ماحول میں دکھایا جائے' تاریخی پس منظر کی وضاحت پر حسب زمان و مکاں کی جائے' مقامات اور اشخاص کے ناموں کی نیز خصوصی اصطلاحات کی تشریح کی جائے جو استعمال کی گئی ہیں' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ابن خلدون (66) کی شخصیت کی توضیح کرنے کی کوشش کی جائے' جس کا عکس ہمیں اس کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" اور بالخصوص ان ابواب میں جو یہاں پیش کئے گئے ہیں' قطعی طور پر اور افضل طریقہ سے نظر آتا ہے۔ "رننگ کمنٹری" یعنی مسلسل اور مربوط شرح کا یہ

طریقہ کار جس میں ہمعصر عربی' فارسی اور یورپی ماخذوں کے جملہ قابل حصول متعلقہ حوالہ جات سے استفادہ کیا گیا ہے' بظاہر انتہائی موزوں اور مناسب ہے جس کے ذریعے ابن خلدون کے مختصر اور بسا اوقات مبہم اشاروں' کنایوں' فقروں اور جملوں کے پوشیدہ معانی کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

اس تمام کلام میں یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ اپنی "خود نوشت سوانح عمری" سے ابن خلدون کا ابتداء میں یہ مقصد نہ تھا کہ وہ اپنے زمانہ کی تاریخ لکھے' اسے تو زیادہ تر اپنے سوانح سے اور ذاتی واقعات سے بحث تھی اور اسی سے اسے دلچسپی بھی تھی' یعنی یہ کہ جو مہتم بالشان واقعات وہ بیان کرتا ہے ان میں خود اس کا اپنا کردار کیا تھا اور ان میں اس نے کتنا حصہ لیا تھا۔



دمشق پر تیمور کی یورش



تیمور شرف حضوری عطا کر رہا ہے



شہزادے اور حاضر باش

تعارف پر نوٹ

1- تیمور یورپ میں ٹیمرلین کے نام سے مشہور ہوا جو فارسی کے دو الفاظ تیمور اور لنگ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اس مقالہ میں اس لفظ کی عام عربی شکل تیموری استعمل کی گئی ہے۔

2- دیکھو بروکلمن‘ Geschichte der Arabischen Literatur (جسے اس کے بعد سے GAL کہا گیا ہے)‘ جلد 2‘ صفحات 28 و 29- ضمیمہ جلد 2‘ صفحہ 25- ای‘ جی‘ براون‘ Persian Literature under Tartar Dominion کیمبرج‘ 1920‘ جلد 3‘ صفحات 355 و 356- ایف۔ بابنگر 'Die Geschichts-schreiber der Osmanen لیپزگ‘ 1927ء‘ صفحات 20 تا 23- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام‘ جلد 2‘ صفحات 362 و 363-

3- اس متن کا دوسرا ایڈیشن آکسفورڈ میں سنہ 1703ء- سنہ 1704ء میں چھپا تھا۔ ابن عرب شاہ کی تصنیف کا ایک فرانسیسی ترجمہ پیرویٹیر (Pierre Vattier) نے جلد 1 L' Historie du Grand Tamerlan کے نام سے اور جلد 2 Portrait du Grand Tamerlan کے نام سے سنہ 1658ء میں پیرس سے شائع کیا تھا۔ نظرثانی کے بعد ایک عربی ایڈیشن مع لاطینی ترجمہ کے سیموئیل ہنری کس مینگر نے Leeuwarden سے جلد 1‘ سنہ 1767ء میں‘ جلد 2‘ سنہ 1772ء میں شائع کیا۔ بعد کے ایڈیشن کلکتہ سے سنہ 1841ء میں اور قاہرہ سے سنہ 1868ء میں نکلے۔ جے۔ ایچ۔ سینڈرز کا ایک انگریزی ترجمہ "ٹیمرلین یا تیمور امیر اعظم" کے نام سے سنہ 1936ء میں لندن سے شائع ہوا۔

آنے والی شرح میں ابن عرب شاہ کے جو حوالے ملتے ہیں وہ مینگر والے ایڈیشن سے متعلق ہیں‘ اگر کوئی اور ایڈیشن مذکور نہ ہو۔

4- تونس میں یکم رمضان سنہ 732ھ (= 27 مئی سنہ 1332ء) کو پیدا ہوا اور قاہرہ میں 25 رمضان سنہ 808ھ (= 17 مارچ سنہ 1406ء) کو وفات پائی۔

5- مینگر ایڈیشن‘ جلد 2‘ صفحات 62 تا 70‘ 786 تا 796- کلکتہ ایڈیشن" صفحات 211 تا

214 و 439 تا 443- نیز اپنی ایک اور تصنیف میں جس کا عنوان ہے "کتاب فاکہۃ الخلفاء" (Fructus Imperatorum) ایڈیشن 'G. Freytag' بون' سنہ 1832' جلد 1' صفحہ 151' سطر 13 اور جلد 2 صفحہ 94)' ابن عرب شاہ ابن خلدون اور تیمور کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

6- ابن عرب شاہ کی اصل تصنیف کے مختلف حصوں کا ترجمہ دوبارہ فرانسیسی میں دسلان نے ژورنال آزیاتیک (سنہ 1844ء) میں کیا' صفحات 346 تا 352' نیز Prolegomena " مقدمہ" کی پہلی جلد کے صفحات lxxxviii-xcii' اور اس طرح وہ ایسا ماخذ بن گیا جس سے بہت سے یورپی مصنفوں نے اپنی معلومات حاصل کیں۔

7- ابن خلدون کی تصنیف کی تدریجی دریافت اور گوشہ گمنامی سے اس کی برآمدگی بالخصوص یورپ کے عربی دانوں کے ہاتھوں جن میں Silvestre de Sacy (سنہ 1806ء)' Hammer-Purgstall (سنہ 1816ء)' F. E. Schulz (سنہ 1825ء) Thornberg (سنہ 1840ء) Dozy (سنہ 1846ء)' de Slane. (سنہ 1857ء) اور دوسرے علما شریک ہیں' ایک ایسی دل آویز کہانی ہے جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (دیکھو۔ ببلیوگرافی۔ کتابیات)۔

8- Lexicon Bibliographicum et Encyclopaedicum ایڈیشن جی۔ فلوگل' 7 جلدیں' لیپزگ سنہ 1835ء تا سنہ 1858ء' بالخصوص جلد 2' نمبر 2085' صفحہ 101- مصنف کے بارے میں دیکھو بروکلمن' GAL' جلد 2' صفحات 427 تا 429' ضمیمہ جلد 2' صفحات 635 تا 637- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد 2' صفحہ 204' بانگر' صفحات 198 و 199-

9- اس کہانی کو کہ تیمور نے ابن خلدون کو قیدی بنا لیا تھا' ابن خلدون کے بہت سے سوانح نگاروں نے بغیر تنقید کے بطور حقیقت تسلیم کر لیا تھا۔ منجملہ دوسرے مصنفوں کے دیکھو جے۔ ڈی۔ راسی' Dizionario Storico degli Autori Arabi' پرما سنہ 1807ء' صفحہ 56- دساسی' Chrestomathie Arabe سنہ 1826ء جلد 1' صفحہ 393- الفریڈ فان کریمر Ibn Khaldun und seine Kulturgeschichte der islamischen Volker, Sitzungsberichte d. Wiener Akad., 1879, XC. صفحہ 584- نیز دیکھو علی پاشا مبارک' الخطط الجدیدہ التوفیقیہ' بولاق' سنہ 1306ھ' جلد 14' صفحہ 5- اے مُلر' Der Islam in Morgen - und Abendland, برلن' سنہ 1887ء' جلد 2' صفحہ 670-

10- 'Bibliotheque Orientale پیرس' سنہ 1697ء جلد 2 صفحہ 418' عنوان' خلدون۔ ابن خلدون کی رنگا رنگ اور واقعات سے بھرپور زندگی کا یہ نہایت دلچسپ تتمہ ہوتا اگر وہ وسط ایشیا میں سمرقند کے دارالسلطنت میں اپنا آخری زمانہ تیمور کی ملازمت میں گزارتا۔ پیڈروالملقب بہ ظالم سے مغل فاتح تیمور تک' شمالی افریقہ اور ہسپانیہ سے سمرقند تک!

11- Notizia intorno alla famosa opera istorica d, Ibnu Khaldun, Firenze, سنہ 1834ء میں۔ نیز An Account of the Great Hisorical Work of the African Philosopher میں جس کا ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی' لندن نے سنہ 1835' جلد 2' صفحات 387 و 388 میں شائع کیا تھا۔

12- ظفر نامہ از مولانا شرف الدین علی یزدی' ایڈٹ کردہ مولوی محمد الہ داد' 'Bibliotheaca Indica دو جلدیں' کلکتہ' سنہ 1887ء تا سنہ 1888ء۔ فرانسیسی ترجمہ از 'L' Histoire du Timur Bec, Petis de la Croix چار جلدیں' پیرس' سنہ 1722ء۔ ہمارے ذیل کے حواشی میں شرف الدین سے جو اقتباسات لئے گئے ہیں وہ اس فرانسیسی ترجمہ کی جانب اشارہ کرتے ہیں جس کا مقابلہ فارسی متن سے لیا گیا ہے' بشرطیکہ اور طرح پر مذکور نہ ہو۔ دیکھو ای۔ جی۔ براؤن' 'Persian Literature under Tartar Dominion' جلد 3' صفحات 360 تا 365- وی۔ بارتھولڈ Turkistan at the Time of Mangolian Invasion لندن' سنہ 1927ء' صفحات 53 تا 56- سی۔ اے اسٹوری 'Persian Literature A Bibliographical Survey' لندن' سنہ 1936ء' صفحات 283 تا 287-

13- ظفر نامہ : 'Historie des conquestes de Tamerlan' ایڈیشن ایف' ٹور' پراگ' سنہ 1937ء' خصوصیت کے ساتھ صفحات 230 تا 234- نیز دیکھو ایف۔ ٹور' 'Vorbericht uber die Herausgabe des Zafar Nama 'Archiv Oriental پراگ' سنہ 1932ء' جلد 4' صفحات 250 تا 252 اور جلد 6' صفحات 429 تا 465-

14- دیکھو شرف الدین کے ظفر نامہ کا دیباچہ' متن' جلد 1' صفحات 23 و 24- ای۔ بلاکٹ' 'Introduction a l' Historie des Mongols' لندن' سنہ 1910ء' صفحات 81 تا 83-

15- مزید تفصیلات کے لئے دیکھو کنٹری' نوٹ نمبر 58-

16- ایڈورڈ۔ ایچ۔ موران وئے' 'Chartes Bibl. de l' پیرس' سنہ 1894ء' جلد 55'

صفحات 433 تا 464' نیز دیکھو دساسی کا
Memorie sur une correspondance in edite de Tamerlan avec Charles VI Memoires de l' Academie de Inscriptions
پیرس' سنہ 1822ء' جلد 6' صفحات 470 تا 522-

17- شائع کردہ بیکلیوٹ سوسائٹی' ترجمہ از چارلز مارکھم' لندن' سنہ 1859ء- دوبارہ ترجمہ کردہ گائی لے سٹرینج' براڈوے ٹریولرز سیریز میں' لندن سنہ 1928ء- موخرالذکر کا حوالہ کنسٹری میں دیا گیا ہے۔ نئے ہسپانوی ایڈیشن کے لئے دیکھو 'Embajada a Tamorlan ایڈٹ کردہ ایف' لوپس ایسٹریڈا' میڈرڈ' سنہ 1943ء-

18- شائع کردہ بیکلیوٹ سوسائٹی' سنہ 1879ء-

19- مصنف ایک عیسائی تاجر تھا جو سینا (Siena) کا رہنے والا تھا۔ اس نے مشرق ادنیٰ میں دور دور تک کا سفر کیا تھا اور دمشق میں قیام پذیر ہو گیا تھا' جہاں وہ سنہ 1394ء کے بعد کئی سال تک مقیم رہا۔ اس نے سنہ 1400-1401ء کا موسم سرما یروشلم (بیت المقدس) میں بسر کیا تھا اور جب اس نے سنا کہ دمشق تیمور کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا ہے تو وہ بھاگ کر مصر چلا گیا' لیکن تیمور کی روانگی کے بعد وہ پھر دمشق واپس آ گیا۔ اس کی کتاب Vita Tamerlani جو کانسٹیس میں سنہ 1416ء میں لکھی گئی تھی' Damasci Ruina بھی کہلاتی ہے' اسے Stephanus Baluzius نے Miscellenea, Lucca, کے نام سے سنہ 1764ء میں شائع کیا' ایڈٹ کردہ جے۔ ڈی۔ منسی' جلد 4' صفحات 134 تا 141- ڈی فیانیلی برقوق کی تاریخ کا بھی مصنف تھا جسے وہ ذاتی طور پر جانتا تھا۔ اس کا عنوان ہے Barcock Ascensus- ڈی فیانیلی کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو پی۔ گولو بووچ' 'Bibliotheca Bio-Bibliographica فلارنس' سنہ 1927ء' جلد 5' صفحات 301 تا 304- اور این' جورگا کی کتاب Notes et Extraits Pour servir a l' historie des Croisades au XVesiecle, پیرس' سنہ 1899ء' جلد 2' صفحات 529 تا 542- تیمور کی ایک اور قدیم سوانح عمری پیڈرو پیرون ڈیو ڈی پریٹو کے قلم سے ہے اور جس کا نام ہے Magni Tamerlanis... Vita, فلارنس' سنہ 1553ء' لیکن اس میں موجودہ مقالہ کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا۔

20- عثمانی اور بزنطینی ماخذوں کا تعلق زیادہ تر انقرہ میں تیمور کی لڑائی اور فتح سے

ہے جو سنہ 1402ء میں 28 جولائی کو وقوع پذیر ہوئی تھی اور وہ تیمور کے محاصرۂ دمشق (سنہ 1401ء) سے بحث نہیں کرتے۔ مگر ان میں تاریخی پس منظر کے لئے قیمتی متعلقہ تفصیلات ملتی ہیں۔ دیکھو ہے۔ رولوف' 'Die Schlacht bei Angora' سنہ 1402ء' Historiche Zeitschrift' سنہ 1940ء' CXVI' صفحات 244 تا 262۔ ڈی۔ ای۔ راس' "تمرلنگ و بایزید" Actes du XX Congres International des Orientalistes. لائیڈن' سنہ 1940ء۔ فرقہ کمانڈان عمر خالص Timur un Anadolu Seferi ve Ankara Savasi. استنبول' سنہ 1934ء۔

21- التاریخ' بیروت ایڈیشن' جلد 9' سنہ 1936ء تا سنہ 1938ء۔

22- صبح الاعشیٰ' 14 جلدیں' قاہرہ' سنہ 1913ء تا سنہ 1919ء۔

23- کتاب السلوک' مخطوطہ پیرس' نمبر 1728۔

24- الذیل علیٰ تاریخ الاسلام' مخطوطہ پیرس' نمبر 1598 و 1599۔ فہرست میں دسلان نے اس کا عنوان اسی طرح دیا ہے' لیکن دیکھو بروکلمن GAL' جلد 2' صفحہ 51 ضمیمہ 2' صفحہ 50۔

25- انباء الغمر۔ مخطوطہ پیرس' نمبر 1903 و 1904۔

26- عقد الجمان' مخطوطہ پیرس' نمبر 1544۔

27- المنہل الصافی' مخطوطہ پیرس نمبر 2069 تا 2071' اور النجوم الزاہرہ' ایڈٹ کردہ ڈبلیو۔ پاپر' برکلے' جلد 5' سنہ 1932ء تا سنہ 1936ء۔ جلد 6' سنہ 1915ء تا سنہ 1923ء۔

28- الضوء اللامع' 12 جلدیں' قاہرہ' سنہ 1353ھ۔

29- حسن المحاضرہ' 2 جلدیں' قاہرہ' سنہ 1321ھ۔

30- بدائع الظہور۔ تین جلدیں' بولاق' سنہ 1311ھ تا سنہ 1312ھ۔

31- بعد کو جو ماخذ استعمال کئے گئے' یہ ہیں: المقری (وفات سنہ 1632ء)' نفح الطیب' بولاق' سنہ 1311ھ تا سنہ 1312ھ۔ ابن العماد (وفات سنہ 1679ء)' شذرات الذہب' 8 جلدیں' قاہرہ' سنہ 1350 تا سنہ 1351ھ۔ ان جملہ مصنفین اور ان کے تصانیف کے بارے میں تفصیلات کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' لائیڈن' 1908 اور مابعد کے صفحات' سی' بروکلمن' Geschichte der arabischen Literatur' 2 جلدیں' ویمر۔ برلن' سنہ 1898ء اور بعد کی جلدیں اور ضمیمے' 3 جلدیں' لائیڈن سنہ 1937ء تا سنہ 1942ء۔ دسلان کی Catalogue des manuscrits arabes dans la Bibliothequ Nationale پیرس'

سنہ 1883ء تا سنہ 1895ء۔

32۔ اس طویل اور پیچیدہ عنوان کا قابل اطمینان ترجمہ اب تک پیش نہیں کیا گیا۔ ابتدائی ترجموں کے لئے دیکھو جی۔ فلوگل 'Lexicon Bibliogr., et Encycl., Leipzig' سنہ 1858ء' جلد 4' صفحہ 183' جو اس کا ترجمہ "یوں کرتا ہے:

"Exampla proposita et sylloge originum nationum et eventorum succedentium de diebus Arabum, Persarum et Berberorum."

دساں 'Biographie Universelle' پیرس' سنہ 1818ء جلد 21' صفحہ 154 کا ترجمہ یہ ہے:

"Le livre des exemples instructifs et le recueil des evenements anciens et de ceux dont le souvenir s'est conserve concernant l' historie des Arabes, des Persans, des Berbers et des nations contemporaines les plus puissantes."

این' شمٹ' "ابن خلدون"' نیویارک' سنہ 1930ء' صفحات 10 و 11 میں یوں ترجمہ کرتا ہے: سبق آموز امثال کی کتاب اور موضوع (انسان کی معاشی زندگی کی ترقی) کے بارے میں ایک مجموعہ اور عربوں' ایرانیوں اور بربروں اور ان کے ہمعصر عظیم حکمرانوں کے زمانہ میں (اس ترقی کے خصوصی واقعات کی) خصوصیت۔"

آر۔ کوبرٹ' اورینٹیلیا' روما' سنہ 1946ء' جلد 15 صفحہ 15 پر یہ ترجمہ دیتا ہے:

Buch der philosophischen Eroerterungen und Archiv der Ausgangszustaende sowie des geschichtlichen Geschehens. Die grossen Taten der Araber, Nicht-Araber, und Berber und ihrer jeweils zeitgenoessischen groesseren Dynastien."

نیز دیکھو جی۔ گیبری ایلی' Revista degli Studi Orientali 1924' جلد 10' صفحہ 172' اور ایم۔ پلیسنر' Orientalistische Literaturzeitung' 1933' جلد 36' صفحہ 109۔

33۔ اسے شیخ نصر الہورینی نے مرتب کیا ہے' بولاق' سنہ 1267ھ۔ کتاب العبر کا دوسرا صحیح شدہ ایڈیشن قاہرہ میں سنہ 1936ء میں شائع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اب تک صرف "عبر"

کی جلد 2' صفحات 1 تا 338' اور جلد 2 کا ضمیمہ' صفحات 1 تا 190 شائع ہوئے ہیں۔ یہ علال الفاسی' عبدالعزیز ابن ادریس اور امیر شکیب ارسلان کے حواشی اور مفصل اشاریوں کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔

34- یہ ہے وہ حصہ جس نے اسلام کے ایک عظیم ترین مورخ کی حیثیت سے' جدید عمرانیات کے پیش رو کی حیثیت سے اور تہذیب و تمدن کے پہلے مورخ (Kulturhistoriker) کی حیثیت سے ابن خلدون کی شہرت کو دوام بخشا تھا۔ اے۔ جے۔ ٹوئنبی نے اپنی کتاب "تاریخ کا مطالعہ" (A Study of History) لندن' سنہ 1934ء' جلد 3' صفحہ 322 میں اس کی نسبت کہا ہے کہ "وہ اپنی نوعیت کی عظیم ترین تصنیف ہے جو اب تک کسی زمانہ میں یا ملک میں انسانی دماغ نے تحقیق کی ہو" اور جی۔ سارٹن اپنی کتاب Introduction to the History of Science مطبوعہ بالٹی مور' سنہ 1948ء' جلد 3' صفحہ 1775 میں مقدمہ (Prolegomena) کی قدر و قیمت کا اندازہ ان الفاظ میں لگاتا ہے :- "وہ ازمنہ وسطیٰ کی فکر کی شریف ترین اور موثر ترین یادگاروں میں سے ایک ہے۔" آر۔ نکلسن (A Literary History of the Arabs) لندن' سنہ 1923ء صفحہ 438 پر اس کی اہمیت کے متعلق رقمطراز ہے : "کسی مسلمان نے ایسا نقطہ خیال پیش نہیں کیا تھا جو بیک وقت ایسا جامع اور ایسا فلسفیانہ بھی ہو۔ کسی شخص نے آج تک واقعات کی نہایت گہری پوشیدہ قوتوں کو معلوم کرنے' زیر سطح اخلاقی اور جسمانی قوتوں کو آشکارا کرنے' یا قومی ترقی اور تنزل کے ناقابل تبدیل قوانین کا تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنے دور کے لوگوں سے بہت اونچا تھا اور اس کے ہم وطن اس کی پیروی کرنے کی بجائے اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اس کی ذہنی اور معنوی اولاد میں یورپ کے زمانہ وسطیٰ کے اور جدید زمانہ کے مورخین ہیں۔۔ میکیاولی اور ویکو اور گبن۔" نیز دیکھو Ch Issawi کی کتاب An Arab Philosophy of History: Selections from the Prolegomena of Ibn Khaldun of Tunis 1322 تا 1406' لندن سنہ 1950ء اور راقم الحروف کا ریویو "امریکن ہسٹاریکل ریویو"' نیو یارک' کے شمارہ برائے جولائی سنہ 1951ء میں' صفحات 862 تا 863-

مقدمہ کو ای۔ کاترمیر (E. Quatremere) نے Les Prolegomenes d'Ebn Khaldoun (texte arabe)

کے عنوان سے Notices et Extraits جلد 16' 17 و 18' پیرس' سنہ 1858ء میں ایڈٹ کیا تھا۔ بعد کو بیروت' قاہرہ اور بولاق میں مقدمہ کے بہت سے دوسرے ایڈیشن شائع کئے گئے۔

دسلان نے Notices et Extraits جلد 19' 20 اور 21' پیرس (سنہ 1863ء تا سنہ 1868ء) میں Les Prolegomenes d'Ibn Khaldoun کے عنوان سے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ اس کے ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن جس کی کاپی بذریعہ فوٹو لی گئی تھی' پیرس میں سنہ 1934ء تا سنہ 1938ء میں شائع ہوا تھا۔

"مقدمہ" کا ایک ترکی ترجمہ (جلد 1 تا 5) سنہ 1725ء میں پیری زادہ آفندی نے "عنوان السیار" کے نام سے شروع کیا تھا۔ اسے استنبول میں احمد جودت پاشا نے سنہ 1725ء تا سنہ 1727ء میں تین جلدوں میں شائع کیا اور اس کی (جلد 6) کی تکمیل صرف سنہ 1860ء میں ہو سکی۔ دیکھو بابنگر (پہلے مذکور ہو چکا ہے) صفحات 282 و 379-

"مقدمہ" کا اردو ترجمہ جسے احمد حسین الہ آبادی اور مولوی عبدالرحمن نے کیا تھا' لاہور سے سنہ 1924ء میں شائع ہوا۔

ابن خلدون کی تصانیف کے بارے میں اور خود اس کے متعلق ایک جزوی ببلیو گرافی (کتابیات) ایچ۔ پیرے (H. Peres) کی جانب سے Bulletin des Etudes Arabes میں الجزائر سے سنہ 1943ء میں (صفحات 55 تا 60) اور (آر۔ برنش وگ R. Brunschwing کے ضمیموں کے ساتھ) شائع کی گئی تھی' صفحات 145 و 146-

35- "عبر" کا یہ حصہ (جلد 6 و 7) بولاق ایڈیشن سے پہلے عربی میں شائع ہو چکا تھا۔ دیکھو دسلان' Historie des Berberes et des Dynasties musulmanes de l' Afrique Septentrionale (texte arabe) دو جلدیں' الجزائر' سنہ 1847ء تا سنہ 1851ء۔ فرانسیسی ترجمہ' 4 جلدیں' الجزائر' سنہ 1852ء تا سنہ 1856ء اور دوسرا ایڈیشن' تین جلدیں' پیرس' سنہ 1925ء تا سنہ 1934ء۔

36- "خود نوشت سوانح عمری" کا جو متن بولاق ایڈیشن میں شائع کیا گیا ہے' اس کے بارے میں یہ بات پورے طور پر واضح نہیں ہوئی ہے کہ وہ کن مخطوطوں پر مبنی تھا۔

"خود نوشت سوانح عمری" کا ایک مختصر اور ملخص ترجمہ دسلان نے ژورنال آزیا تیک میں سنہ 1844ء میں صفحات 5 تا 60' 187 تا 210' 291 تا 308' 325 تا 353 شائع کیا تھا اور Prolegomena میں جلد 1' صفحات vi-lxxxiii تصحیحات کے ساتھ دوبارہ شائع کیا

تھا۔ وہ لائیڈن، پیرس اور بظاہر الجزائر کے قلمی نسخوں پر مبنی تھا۔

ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے جملہ موجود مخطوطوں کے مکمل کتابیاتی جائزہ کی اب بھی ضرورت ہے۔ "عبر" کی بابو۔ ببلیوگرافی کے لئے دیکھو جی۔ گیبریئیل، Saggio di bibliografia e concordanza della storica 'Rivista degli Studi Orientali شائع کردہ 'd'Ibn Haldun رومہ سنہ 1924ء، جلد 10' صفحات 169 تا 211۔ این شمٹ، جرنل آف دی امریکن اورینٹل سوسائٹی (جسے اس کے بعد سے JAOS کہا گیا ہے) سنہ 1926ء صفحات 177 'XLVI اور اس کی کتاب 'ابن خلدون' نیویارک، سنہ 1930ء، صفحات 47 تا 53۔ نیز دیکھو ایم۔ پلیسنر، اسلامیکا' لیپزگ، سنہ 1931' جلد 4' صفحات 538 تا 542 اور ایف روزنتال، 'Die Arabische Autobiographie, in Studia Arabica جلد 1' رومہ، سنہ 1937ء، صفحات 33 و 34۔

37- ایا صوفیہ لائبریری، استنبول، کی فہرست کتب، سنہ 1304ھ (سنہ 1886ء - سنہ 1887ء) نمبر 3200' صفحہ 192۔

38- اسعد آفندی لائبریری، استنبول، کی فہرست کتب، سنہ 1262ھ (سنہ 1846ء)، نمبر 2268' صفحہ 132۔

39- خدیوی لائبریری، قاہرہ، کی عربی کتب کی فہرست سنہ 1308ھ (سنہ 1891ء) جلد 5' صفحہ 36۔ قاہرہ کے مخطوطہ کی فوٹواسٹیٹ کاپی ابتدائے سنہ 1948ء میں مسٹر ڈیوڈ اے۔ بیسون کی وساطت سے حاصل کر لی گئی تھی۔

40- اگر مشرق ادنیٰ اور شمالی افریقہ کے کتب خانوں کو منظم اور مکمل طریقہ سے کھنگالا جائے تو بلاشبہ اس تصنیف کے مزید مخطوطات برآمد ہوں گے۔

41- The Palaeographical Society۔ مخطوطوں اور کتبوں (اورینٹل سیریز) کی صحیح نقل، لندن، سنہ 1875ء تا سنہ 1883ء۔ پلیٹ نمبر LXXXIV کا بیان۔

42- دیکھو کنٹری، نوٹ نمبر 101 224۔

43- دیکھو ای۔ فانیاں Additions aux dictionnaires arabes، الجزائر، سنہ 1923ء، صفحات 99 و 100۔ نیز دیکھو عنوان ایف۔ روزنتال The Technique and Approach of Analecta Orientalia.

Muslim Scholarship روما، سنہ 1947ء، XXIV، صفحہ 16-

44- دیکھو کنٹری، نوٹ، نمبر 240-

45- اس میں بیان کیا گیا ہے کہ "اس اعلیٰ درجہ کی کتاب کی سرگرمی اور صحت کی خواہش کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے۔ مشتبہ مقامات پر نگرانی رکھی گئی ہے تاکہ اس کی کتابت میں غلطیاں نہ ہونے پائیں۔ اصلی متن کے ساتھ جس میں مصنف کے ہاتھ کی تحریر بھی ہے، اس کا مقابلہ کر لیا گیا ہے اس امید میں کہ اللہ اسے جزائے خیر دے گا۔۔۔ یہ ابن خلدون کی تصنیف ہے جسے فن انشاء میں درجہ کمال حاصل ہو چکا ہے۔۔۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن بہشت میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے! جس کسی شخص کے قبضہ میں یہ کتاب ہو، خدا اسے بھی بہترین اجر عطا فرمائے۔ اللہ اس پر اپنی برکات نازل فرمائے!"

46- دیکھو مخطوطہ ج میں دوسرے مقامات کے علاوہ اوراق 8، سطر 11-8، سطر 17-45، سطر 12-56، سطر 10-58، سطر 14-61، سطر 12-68، سطر 11- غلط پڑھے جانے والے الفاظ کے لئے دیکھو مخطوطہ ج، اوراق 26، سطر 20-97، سطر 23-122 سطر 25-129، سطر 23-133، سطور 21 تا 23-147، سطر 23-

47- تفصیلات جن پر یہ نتیجہ مبنی ہے، اور تینوں مخطوطوں کا زیادہ تفصیلی بیان دوسرے مقالہ میں دیا جائے گا۔

48- اصطلاح "تعریف" کا جو استعمال ابن خلدون نے کیا ہے اس کی مزید وضاحت کے لئے دیکھوں مخطوطہ الف، اوراق 10 ب، سطر 13 اور 62 ب، سطر 21- "خود نوشت سوانح عمری" کے لئے "ترجمہ" کی اصطلاح ابن خلدون نے استعمال نہیں کی ہے جیسا کہ اس زمانہ کے مصری مورخین (ابن تغری بردی، سخاوی، سیوطی وغیرہ) استعمال کیا کرتے تھے۔

49- شاید یہ وہی شخص ہے جسے ایک مغربی فاضل عبدالعزیز ابن موسیٰ العبدوسی (وفات سنہ 837ھ = سنہ 1434ء) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دیکھو آر۔ برنش وگ (عبارت دی جا چکی ہے) جلد 2، صفحات 362 و 323- نیز مقابلہ کرو سخاوی سے، جلد 4، صفحہ 236-

50- حاجی خلیفہ، "کشف الظنون" مرتبہ جے۔ فلوگل، جلد 3 صفحہ 350-

51- Die Geschichtsschreiber der Araber, Abhandl. d. hist-philol. Classe d. Gesellschaft d. Wiss. گوٹنجن، سنہ 1882ء، XXIX، صفحہ 31-

52- GAL ضمیمہ' جلد 2' صفحہ 342- بروکلمن کو بظاہر اس امر کا احساس نہ ہو سکا کہ یہ مخطوطہ ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے مکمل متن پر مشتمل ہے۔ اس نے ابن تغری بردی کا جو حوالہ دیا ہے' اسے جلد 6' صفحہ 276 پڑھنا چاہئے نہ کہ صفحہ 277-

53- پیرس کا مخطوطہ نمبر 1528- دیکھو دسلان' فہرست کتب' صفحہ 289- یہ مخطوطہ پیرس بظاہر سنہ 1192ھ (سنہ 1778ء) میں لکھا گیا تھا اس لئے کہ غالباً" یہ مخطوطہ 1527 (جلد 2 "عبر") سے تعلق رکھتا ہے جس پر دسلان کے قول کے مطابق یہی تاریخ مندرج ہے۔

54- Catalogus Codicum arabicorum' ایڈٹ کردہ ڈی خویہ (de Goeie) اور Th. Houtsma' لائیڈن' جلد 1' سنہ 1888ء' نمبر 1350 سطر 5-

55- بی۔ رائے' Extrait du Catalogue des manuscrits et des imprimes de la Bibliotheque la Grande Mosquee de Tunis تیونس' 1900ء' نمبر 6216- مخطوطہ (Ecriture de Maghrib) یقیناً" جدید چیز ہے اور سنہ 1268ھ (سنہ 1851ء) میں مکمل کیا گیا تھا۔ نیز دیکھو نمبر 4894-

56- مقری' "نفح الطیب" بولاق ایڈیشن' سنہ 1279ھ' جلد 4' صفحہ 425-

57- "مقدمہ"۔ ایڈٹ کردہ کاترمیر (Quatremere)' جلد 1' صفحہ 308-

58- ان کے مندرجات کا ایک مختصر سا جائزہ راقم الحروف کی جانب سے "مملوکی مصر میں ابن خلدون کی سرگرمیاں" (سنہ 1382ء تا سنہ 1406ء) کے عنوان سے سیمیٹک اینڈ اورینٹل اسٹڈیز میں شائع ہو چکا ہے جسے سیمیٹک فلولوجی میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کی مطبوعات سنہ 1951ء' جلد 11 صفحات 105 تا 124 کی شکل میں پروفیسر ولیم پاپر کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اس طرح سے مصر میں ابن خلدون کی زندگی کے متعلقہ واقعات کو ذیل کے عنوانات کے ماتحت ترتیب دیا گیا ہے :- 1- ابن خلدون۔۔۔۔ برقوق کا متوسل۔ 2- معلم۔ 3- قاضی۔ 4- مغربی مشیر۔ 5- سیاح۔ 6- مصنف۔

نیز دیکھو راقم الحروف کے لکچر کا خلاصہ جو "ابن خلدون اور تمرلنگ" کے عنوان سے Actes du XXIe Congres International des Orientalistes پیرس' میں سنہ 1949ء میں صفحات 286 و 287 پر اور Bulletin des Etudes Arabes ایڈٹ کردہ ایچ۔ پیرے' الجزائر' سنہ 1950ء میں صفحہ 61 پر چھپا تھا۔ "Ignace Goldziher Memorial Volume" بڈاپسٹ' کا دوسرا حصہ جس میں اس لیکچر

کا پورا متن شائع ہونے والا تھا' اب بظاہر شائع نہیں ہوگا۔ بہرحال موجودہ مقالہ نے اس لیکچر کو منسوخ کر دیا۔

59- مخطوطہ قاہرہ کے مختصر حوالوں کے لئے دیکھو جرجی زیدان' "تاریخ آداب اللغتہ العربیہ"' قاہرہ' سنہ 1913ء' جلد 3 صفحہ 214- طہ حسین' La Philosophiesociale 'd' Ibn Khaldoun پیرس' سنہ 1918' صفحہ 15- نتھینیل شمث' "ابن خلدون" نیویارک سنہ 1930ء' صفحہ 39- جیمز اے۔ مانٹگمری' JAOS' سنہ 1939ء' جلد 51' صفحہ 328- ایم۔ اے۔ عنان' ابن خلدون : اس کی زندگی اور اس کا علمی ورثہ' قاہرہ' سنہ 1933ء' لاہور' سنہ 1941ء- اور خصوصیت کے ساتھ "ساطع الحصری دراسات عن مقدمات

ابن خلدون" بیروت' سنہ 1943ء' جلد 1 صفحہ 67 اور ایم۔ کرد علی' Revue de l'Academie Arabe a Damas سنہ 47-1946ء' صفحہ 399-

استنبول میں میں اپنے زمانہ قیام ہی میں صرف اس امر سے آگاہ ہوا کہ چند ترکی فضلاء نے استنبول کے مخطوطات کی جانب متوجہ کیا ہے جن میں ضیاء الدین فخری فندق اوغلو اور حلمی ضیاء اولکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور سب سے آخر میں مگر بلحاظ اہمیت کسی سے کم نہیں' اے۔ ذکی ولیدی طوغان نے اپنی کتاب "تاریخدہ اصول" استنبول' سنہ 1950' صفحات 170 تا 180 میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔

60- اس حقیقت سے کہ تیمور سے اپنی ملاقات کے بارے میں ابن خلدون کا بیان باعتبار زمانہ قدیم ترین ہے اور باعتبار خوبی نہایت قابل اعتنا ہے' ابن عرب شاہ اور دوسروں کے مابعد کے بیانات کی تاریخی قدر و قیمت اور ساکھ بہت کم ہو جاتی ہے۔ کمنٹری میں بتایا جائے گا کہ مابعد کے بیانات محض ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اور چونکہ وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہیں' اس لئے وہ صرف تاریخی تفاصیل کی محض ہلکی سی گونج ہیں جن میں افسانہ اور سچائی خلط ملط ہو گئے ہیں جسے جرمن زبان میں "Dichtung und Wahrheit" کہا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ایک تاریخی واقعہ کی مابعد کی تشریحات پیش کرتے ہیں۔

61- وی۔ برت ہولد کا بیان (ترکستان' صفحات 3 و 4) کہ وسط ایشیا کی تاریخ کے لئے ابن خلدون جو ہسپانیہ اور افریقہ میں رہا' ایسی باتیں کم بیان کرتا ہے جو ابن اثیر کے مقابلہ میں نئی ہوں..... " ان نئے مخطوطات کی دریافت سے' پیش نظر اب قابل اعتنا نہیں رہا۔

62- دیکھو ابن خلدون کا بیان جو تیمور کی فتح تبریز ("عبر" جلد 5' صفحہ 532)' فتح ماردین (جلد 5' صفحہ 540)' فتح بغداد (جلد 5' صفحہ 554) اور فتح شیراز (جلد 5' صفحہ 557) وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔

63- عربی ادب میں تیمور کے سوانح حیات کے متعلق جو قدیم ترین حالات اب تک دستیاب ہوئے ہیں' علاوہ ابن عرب شاہ (وفات سنہ 1450ء) کے وہ ابن قاضی شہبہ (وفات سنہ 1448ء)' ابن تغری بردی (وفات سنہ 1429ء) سے ماخوذ ہیں جو "نجوم" میں جلد 6' صفحات 73 تا 85 اور 279 تا 282 اور منہل میں اوراق 142 تا 153 میں درج ہیں۔ سخاوی (وفات سنہ 1497ء) نے الضوء کی جلد 3' صفحات 46 تا 50 میں جو حالات دیئے ہیں وہ جزوی طور پر مقریزی (وفات 1442ء) اور ابن ایاس (وفات سنہ 1524ء) کی ایک ایسی تصنیف پر مبنی ہیں جو آج کل ناپید ہے۔

64- ڈی۔ بی۔ میکڈانلڈ اپنی کتاب A Selection from the Prolegomena of Ibn Khaldun لائیڈن 1905ء صفحہ vi' میں بجا طور پر کہتا ہے کہ "اب تک ابن خلدون کے زمانہ کی عربی کے قواعد صرف و نحو پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔"

65- دسلان Prolegomena' جلد 1' صفحات cxii-cxiii-

66- مادام سیرر نے ابن خلدون کی سیرت کے بارے میں جو ذیل کی رائے ظاہر کی ہے' وہ بہت پر بصیرت ہے: "دنیا کی مشہور و معروف کتاب "مقدمہ" کا مصنف نفسیاتی اعتبار سے ابھی تک ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ اس کی سیرت کی دو رخی' اس کے خیالات اور عمل کا باہمی تناقض' معاشی اصلاح کے بارے میں اس کی کوششیں اور پھر خود اس کی معاشی قوانین کی خلاف ورزیوں کا باہمی تضاد' اس کا احساس ذمہ داری اور ساتھ ہی اس کی مسلمہ انانیت' اس کی علمی غیر جانبداری اور پھر اس کی بدیہی ذاتی ترجیحات' اس کی وسیع علمیت اور بصیرت اور ساتھ ہی اس کی خود پسندی ——— یہ تمام بوالعجبیاں ایک ایسے شخص میں جو بیک وقت ایک گہرا مفکر ہے اور زندگی کے مدراج پر چڑھنے کی ہوس بھی رکھتا ہے' اس کے سوانح نگاروں کی راہ میں ایک بڑی سخت الجھن پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر ان متضاد صفات میں سے بہت سی ایسی ہیں جنہیں جملہ فطین اشخاص کی دو رخی فطرت سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔" (اسلامک کلچر' حیدر آباد' سنہ 1947' XXI' صفحہ 264)۔

منگولوں اور تاتاریوں کے بادشاہ امیر تیمور سے ملاقات

جب مصر میں یہ خبر پہنچی کہ امیر تیمور (1) نے ایشیائے کوچک فتح کر لیا ہے' اور شہر سیواس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے اور شام (2) کی طرف لوٹ گیا ہے تو سلطان مصر فرج (3) نے اپنی فوجیں جمع کیں' دیوان العطا قائم کیا (4) اور اعلان کیا کہ فوجیں شام (5) کی طرف کوچ کریں گی۔

اس زمانہ میں میں کسی عہدہ (6) پر فائز نہ تھا' لیکن سلطان کے سیکریٹری یشبک (7) نے مجھے بلوا بھیجا اور اصرار کیا کہ میں بھی کوکبہ سلطانی میں اس کے ساتھ چلوں۔ جب میں نے اس کی پیشکش (8) کو قبول کرنے سے انکار کرنے کی کوشش کی تو اس نے استوار لہجہ میں مجھ سے (9) اپنے عزم کا اظہار کیا اور بڑے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ (10) اس پر میں چلنے پر راضی ہو گیا۔ (11)

پس میں دوسری صبح کو ماہ میلادالنبی 3 (80) کے اوسط میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب ہم غزہ (12) پہنچے تو ہم نے چند دن آرام کیا اور خبروں (13) کے انتظار میں رہے۔ اس کے بعد ہم دمشق کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ ہم تاتاریوں کی آمد سے پہلے ہی وہاں پہنچ جائیں۔ راستے میں ہم مقام شَحب (14) میں اترے' پھر رات کو روانہ ہو گئے اور علی الصبح دمشق پہنچ گئے۔ (15) اس اثناء میں امیر تیمور اور اس کی فوج بعلبک سے دمشق کی طرف کوچ کر چکی تھی۔ (16)

سلطان نے اپنے خیمے اور (دوسرے) مبانی (17) قبہ یلبغا (18) کے میدان میں نصب کئے۔ جب امیر تیمور ایک دم حملہ کر کے شہر پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے قبہ یلبغا کے قریب ایک پہاڑی (19) پر ایک مہینہ سے زیادہ قیام کیا' اس طرح سے کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کی حرکات و سکنات دیکھتی رہیں۔ اس مدت میں (20) دونوں لشکروں کی تین چار مرتبہ ایک دوسرے سے جھڑپیں بھی ہوئیں۔ کبھی ایک لشکر کو کامیابی ہو جاتی اور کبھی دوسرے کو۔ (21)

اس اثناء میں سلطان مصر اور اس کے بڑے امراء تک یہ خبر پہنچی کہ کچھ دوسرے امیر

جو فتنہ و فساد کی طرف مائل ہیں' مصر بھاگ جانے کی فکر میں ہیں تاکہ وہاں جا کر بغاوت برپا کرائیں۔ (22) پس سلطان اور اس کے امراء کی یہ رائے قرار پائی کہ مصر واپس لوٹ جائیں مبادا ان کی عدم موجودگی میں لوگ برگشتہ ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی حکومت کا تختہ الٹ جائے۔

وہ ماہ (جمادی الاولیٰ) کی اکیسویں تاریخ جمعہ کی رات کو روانہ ہو گئے اور الصالحیہ (23) کی پہاڑی پر پہنچ کر اس کی گھاٹیوں میں اترے اور پھر ساحل سمندر کے برابر برابر چل کر غزہ (24) جا پہنچے۔

چونکہ سپاہیوں (25) نے سمجھا کہ سلطان نے مصر کی شاہراہ اختیار کی ہے اس لئے وہ اسی رات کو سوار ہو کر چل پڑے اور ٹولیوں اور جماعتوں میں شقحب (26) کے راستہ سے سفر کرتے ہوئے قاہرہ پہنچ گئے۔

دوسرے دن صبح کو اہل دمشق حیران و پریشان تھے اس لئے کہ انہیں صحیح خبروں کا کچھ علم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد قاضی اور فقیہ مجھ سے (27) ملنے کے لئے مدرسہ عادلیہ (28) میں آئے اور یہ طے پایا کہ امیر تیمور سے اپنے گھروں اور بال بچوں کے لئے امان طلب کی جائے۔ (29) مگر جب ان لوگوں نے قلعہ کے نائب سے مشورہ کیا تو اس نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور اس پر اعتراض کیا۔ (30) لیکن انہوں نے اس کی باتوں کو نظرانداز کر دیا اور قاضی برہان الدین ابن مفلح الحنبلی (31) خانقاہ...... کے صوفیوں کے شیخ کے ہمراہ (تیمور کی خدمت میں) (32) گئے۔ اس نے امان دینے کا وعدہ کر لیا اور انہیں (33) واپس بھیج دیا تاکہ وہ شہر کے ممتاز لوگوں اور دوسرے قاضیوں (34) کو جمع کر کے لائیں۔

قاضی اور دیگر سربرآوردہ لوگ قلعہ کی فصیل (35) سے رسیوں کے سہارے اترے اور جو تحفے تحائف (36) وہ اپنے ساتھ لائے تھے (37)' انہیں لے کر اس کے پاس پہنچے۔ تیمور نے کشادہ دلی سے ان کا استقبال کیا' ان کے لئے امان نامے لکھے (38) اور انہیں بڑی امیدوں کے ساتھ رخصت کر دیا۔ وہ لوگ اس کے سامنے اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ دوسرے دن شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں گے' لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جائیں گے اور یہ کہ ایک امیر شہر میں داخل ہو کر دارالامارت میں قیام کرے گا اور اس کے تفویض کردہ اختیار سے باشندوں پر حکومت کرے گا۔ (39) قاضی برہان الدین نے مجھے اطلاع دی کہ تیمور نے میرے بارے میں پوچھا تھا (40) اور یہ بھی دریافت کیا تھا کہ آیا میں

مصر کی افواج کے ساتھ روانہ ہو گیا ہوں یا ابھی تک شہر ہی میں مقیم ہوں۔ (41) اس نے (قاضی نے) جواب میں کہا کہ میں ابھی تک اسی مدرسہ میں مقیم ہوں جہاں میں اس سے پہلے قیام پذیر تھا۔ (42) چنانچہ ہم نے وہ رات اس کے پاس جانے کی تیاریوں میں گزار دی۔ (43)

پھر جامع مسجد میں بعض اشخاص کے مابین جھگڑا ہو گیا اس لئے کہ ان میں سے بعض (قبول اطاعت کے بارے میں) (44) جو کچھ کہا گیا تھا اس پر اعتکو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مجھے اس واقعہ کی اطلاع رات کو دیر سے پہنچی اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر قاتلانہ حملہ نہ ہو جائے۔ (45) لہٰذا میں علی الصبح اٹھ کر ان قاضیوں کے پاس جا پہنچا جو شہر کے دروازے پر جمع تھے۔ (46) میں نے ان سے باہر جانے یا فصیل پر سے اترنے کی اجازت طلب کی' بوجہ ان خدشات کے جو اس خبر سے میرے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ اول اول تو انہوں نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا' لیکن بعد میں انہوں نے میری بات مان لی اور مجھے فصیل پر سے نیچے اتار دیا۔ (47)

دروازے کے قریب میں نے اس (امیر تیمور) کے چند خدام خاص (48) کو دیکھا اور اس نمائندہ کو بھی جسے اس نے دمشق پر حکومت کرنے کے لئے نامزد کیا تھا۔ اس کا نام شاہ ملک (49) تھا جو اس (تیمور) کے خاندان یعنی قبیلہ چغتائی سے تعلق رکھتا تھا۔ (50) میں نے ان سے کہا "اللہ آپ کی عمر دراز کرے" اور انہوں نے مجھ سے کہا "اللہ آپ کی عمر دراز کرے" اور میں نے ان سے کہا کہ "میں آپ کا یرغمال ہوں" اور انہوں نے مجھ سے کہا: "ہم بھی آپ کے یرغمال ہیں۔ (51) شاہ ملک نے پھر مجھے ایک سواری (52) پیش کی اور سلطان کے خدام خاص میں سے ایک شخص کو میرے ساتھ کر دیا تاکہ وہ مجھے اس کی خدمت میں لے جائے۔ جب میں (سلطانی خیمہ کے) دروازے پر پہنچا تو اجازت آئی کہ مجھے وہاں ایک خیمہ میں بٹھا دیا جائے جو اس کے خیمہ ملاقات سے ملحق تھا۔ (53)

جب میرے نام کی اطلاع دی گئی تو "مغربی مالکی قاضی" (54) کے الفاظ میرے نام میں اضافہ کر دیئے گئے۔ اس نے مجھے طلب کیا اور جب میں درباری خیمہ میں اس کی خدمت میں باریابی کے لئے داخل ہوا تو وہ کہنی پر ٹیک لگائے نیم دراز تھا اور کھانوں کے قاب اس کے سامنے سے گزر رہے تھے' جنہیں وہ یکے بعد دیگرے منگولوں کی ان جماعتوں کی طرف بھیج رہا تھا جو دائروں کی شکل میں اس کے خیمہ کے سامنے بیٹھے تھے۔ (55)

داخل ہونے پر پہلے میں نے لب کشائی کی' سلام کیا اور مراسم نیازمندی ادا کیے۔ (56)
اس پر اس نے اپنا سر اٹھایا اور مجھ تک اپنا ہاتھ بڑھایا جسے میں نے بوسہ دیا۔ (57) اس نے پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور جہاں میں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا' اور اس کے بعد اس نے اپنے اک خاص فقیہ اور متبحر عالم عبدالجبار ابن النعمان (58) کو طلب کیا جو خوارزم کے حنفی فقہا میں سے تھا تاکہ وہ ہم دونوں کے درمیان ترجمان کے فرائض ادا کرے۔ (59) اسے بھی اس نے وہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم مغرب کے کس علاقہ سے آئے ہو اور کس لئے آئے ہو
میں نے جواب دیا: میں فریضہ حج ادا کرنے کے ارادہ سے اپنے وطن (60) سے روانہ ہوا تھا۔ میں سمندر کے راستہ یہاں (یعنی مصر) آیا اور اسکندریہ (61) کی بندرگاہ پر اس ساتویں صدی (62) کے 4 (اور 80) سال میں افطار ماہ صیام کے دن پہنچا جب ان کی فصیلوں (63) کے اندر جشن (منایا جا رہا) تھا کیونکہ ان دنوں جو شمار (64) میں دس تھے الظاہر (برقوق) نے دربار عام لگا رکھا تھا۔

تیمور نے مجھ سے پوچھا کہ "الظاہر نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟" (65) میں نے جواب دیا کہ "اس نے از راہ فیاضی میرے مرتبہ کو تسلیم کیا (66)' میری مہمان نوازی کی اور سفر حج کے لئے زاد راہ بہم پہنچایا۔ (67) پھر جب میری واپسی ہوئی تو اس نے میرے لئے ایک بیش قرار مشاہرہ مقرر کر دیا اور میں اس کے سایہ نعمت میں رہ کر اس کی مہربانیوں سے متمتع ہوتا رہا۔ (68) اللہ اس پر رحم کرے اور اسے جزائے خیر دے!"

اس نے مجھ سے پوچھا کہ "اس نے تمہیں قاضی کیسے مقرر کیا؟" میں نے جواب دیا: "اس کی (الظاہر) وفات (69) سے ایک ماہ پہلے مالکیوں کے قاضی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس عہدہ کے لئے مجھ میں موزوں صلاحتیں موجود ہیں (70) یعنی انصاف پروری اور حق پژوہی اور بیرونی اثرات سے متاثر نہ ہونا' چنانچہ اس نے مجھے اس کی جگہ پر مقرر کر دیا۔ لیکن جب ایک مہینے کے بعد (الظاہر) وفات پا گیا تو ارباب بست و کشاد نے جو اس جگہ پر میرا رہنا پسند نہیں کرتے تھے' میری جگہ پر دوسرے قاضی (71) کا تقرر کر دیا۔ اللہ انہیں اس کی جزا دے!"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا: "تمہاری جائے پیدائش کہاں ہے؟" (72) میں نے جواب میں کہا: "اندرون مغرب میں (جہاں میں) ملک الاعظم کا کاتب یعنی سیکریٹری تھا۔" (73)

اس نے پوچھا: "مغرب کے بیان میں اندرون (74) سے کیا مراد ہے؟" میں نے جواب دیا: "وہاں کے لوگوں کی عام بول چال میں اس سے مراد ہے اندرونی علاقہ یعنی انتہائی دور دراز کا علاقہ کیونکہ سارا مغرب بحر روم کے جنوبی ساحل پر واقع ہے اور یہاں سے اس کے قریب ترین حصے برقہ اور افریقیہ ہیں۔ وسطی مغرب تلمسان اور زناتہ (75) کے علاقہ پر مشتمل ہے اور مغرب اقصیٰ سے فاس اور مراکش مراد ہے' اور اسی کو اندورن مغرب کہتے ہیں۔" پھر اس نے مجھ سے پوچھا' (76) "تو پھر اس مغرب میں طنجہ کا محل وقوع کیا ہے؟" میں نے جواب دیا: "اس گوشے میں جو بحر روم اور نہر معروف بہ الزاقاق کے مابین واقع ہے' یعنی آبنائے روم (جبل الطارق) میں۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: "اور سبتہ؟" میں نے جواب دیا: "آبنائے کے ساحل پر طنجہ سے ایک دن کی مسافت پر۔ وہاں سے عبور کرکے اندلس کو جاسکتے ہیں اس لئے کہ اس کی مسافت مختصری ہے' تقریباً" بیس میل۔"

پھر اس نے پوچھا: "فاس کہاں ہے؟" میں نے کہا' "یہ سمندر کے کنارے پر نہیں ہے بلکہ پہاڑیوں کے بیچ میں واقع ہے اور بلاد مغرب کے فرمانرواؤں یعنی بنی مرین کا دارالسلطنت ہے۔"

اور اس نے پوچھا: "اور سجلماسہ" میں نے جواب دیا:

"مزروعہ علاقوں میں اور جنوب میں واقع ریگستان کی سرحد پر۔" اس نے کہا "مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ میری خواہش ہے کہ تم مغرب کے سارے علاقے (کا حال) میرے لئے تحریر کردو---- اس کے دور دراز اور قریبی حصے' اس کے پہاڑ اور اس کے دریا' اس کے دیہات اور اس کے شہر--- اس طرح سے کہ گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا: "یہ کام آپ کی زیر سرپرستی ہو جائے گا۔" (77) بعدازاں جب میں باریابی کے بعد اس کے پاس سے رخصت ہوا تو میں نے اس کے لئے وہ سب کچھ لکھ دیا جس کی خواہش اس نے مجھ سے کی تھی' اور اسے خلاصہ کی شکل دے دی جو کتابی سائز کے تقریباً" بارہ دستوں (کراریس) پر مشتمل تھا۔ (78)

پھر اس نے اپنے خادموں کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے خیمہ سے وہ کھانا لائیں جسے وہ "رشتہ" (79) کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جس کے تیار کرنے میں وہ بہت ماہر ہیں۔ چنانچہ اس کھانے کی چند رکابیاں اندر لائی گئیں اور اس نے اشارہ کیا کہ انہیں میرے سامنے رکھ دیا جائے۔ میں کھڑا ہو گیا' انہیں لیا' کھایا اور پیا اور اسے بہت پسند کیا' اور اس بات کا اس پر

بہت اچھا اثر ہوا۔ (80)

پھر میں بیٹھ گیا اور ہم خاموش رہے اس لئے کہ جو مصیبت شافعیوں کے قاضی القضاۃ صدرالدین المناوی (81) پر نازل ہوئی تھی میں اس سے خوف زدہ تھا۔ شقحب میں اسے ان سپاہیوں نے قید کر لیا تھا جو مصری فوج کا تعاقب کر رہے تھے اور پھر اسے واپس لایا گیا اور قید میں رکھا گیا اور پھر اس سے زر فدیہ طلب کیا گیا۔ اس خوف کی وجہ سے میں نے اپنے دماغ میں چند الفاظ اس (تیمور) سے کہنے کے لئے سوچ لئے تھے تاکہ وہ اپنی اور اپنی حکومت کی تعریف سن کر خوش ہو جائے۔

اس سے قبل جب میں مغرب میں تھا میں نے اس کے ظہور کے بارے میں (82) بہت سی پیشین گوئیاں سن رکھی تھیں۔ منجم جو دو بڑے سیاروں کے قران کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے' تین ستاروں (83) کے علاقے میں دسویں قران کا انتظار کر رہے تھے جو ساتویں صدی کے 66 ویں سال میں وقوع پذیر ہونے والا تھا۔ (84) ایک دن سنہ 61 (7)ھ میں فاس کی جامع القرویین میں میری ملاقات قسطنطنیہ کے خطیب ابو علی ابن بادیس (85) سے ہو گئی جو اس علم میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ میں نے اس سے اس متوقع قران اور اس کے مضمرات کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے جواب دیا: "یہ ایک طاقتور شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شمال مشرقی حصوں میں ظاہر ہوگا (86) خیمہ نشین اہل بادیہ میں سے ہوگا' سلطنتوں پر غالب آئے گا' حکومتوں کو زیروزبر کرے گا اور آباد دنیا کے بیشتر حصہ پر چھا جائے گا۔" میں نے پوچھا: "یہ کب ظاہر ہونے والا ہے؟" اس نے کہا: "سنہ 84 (7)ھ میں' اور اس کی خبر دور دور تک پھیل جائے گی۔"

ابن زر زر (87) نے بھی جو فرنگی بادشاہ ابن الفانسو کا یہودی طبیب اور منجم ہے' مجھے اسی قسم کی بات لکھ کر بھیجی تھی۔ نیز میرے استاد محمد ابن ابراہیم الابلی (88) جو علوم مابعدالطبیعیات میں امام کا درجہ رکھتے ہیں' دوران گفتگو میں یا جب کبھی میں ان سے سوال کرتا' مجھ سے فرماتے: "یہ واقعہ عنقریب ظہور میں آنے والا ہے' اور اگر تم زندہ رہے تو تم یقیناً" اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

ہم سنا کرتے تھے کہ المغرب کے صوفیا بھی اس واقعہ کے منتظر ہیں۔ مگر ان کا خیال یہ تھا کہ ظہور کرنے والا شخص فاطمی (89) ہوگا جس کی جانب شیعوں کی پیش گوئیوں میں اور دوسری روایات میں صریح اشارے پائے جاتے ہیں۔ المغرب کے سب سے بڑے ولی شیخ ابو

یعقوب البلاسی (90) کے پوتے یحییٰ ابن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ شیخ نے ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز ادا کرکے واپس آ رہے تھے' ان سے کہا: "آج کے دن فاطمی قائم پیدا ہو گیا ہے۔" یہ آٹھویں صدی کے چوتھے عشرہ کا واقعہ ہے۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے میں خود بھی اس واقعہ کا منتظر رہتا تھا۔ چنانچہ اب اپنے خدشات کے پیش نظر میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس بارے میں اس سے کچھ بیان کروں تاکہ اس کا دل بہلے اور وہ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہو جائے۔

پس میں نے کہنا شروع کیا' "اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! آج سے تیس چالیس سال پیشتر سے میں آپ سے ملنے کا متمنی تھا۔" ترجمان عبدالجبار نے پوچھا: "اور اس کی وجہ کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا کہ "اس کے دو سبب ہیں: پہلا سبب تو یہ ہے کہ آپ سلطان العالم اور دنیا کے حاکم ہیں' اور مجھے یقین نہیں ہے کہ حضرت آدم سے لے کر موجودہ دور تک آپ جیسا کوئی دوسرا حکمران ہوا ہو۔ (91) میں ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو محض قیاس کی بنا پر رائے زنی کرتے ہیں' اس لئے کہ میں صاحب علم ہوں اور میں اس کی تشریح پیش کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ شہنشاہیت کا وجود جماعت کی وفاداری (عصبیت) (92) پر مبنی ہوتا ہے اور جماعت کی جتنی زیادہ تعداد ہو گی اسی نسبت سے شہنشاہیت میں بھی وسعت ہو گی۔ تمام فضلاء اگلے پچھلے اس امر پر متفق ہیں کہ بنی نوع انسان کے بیشتر افراد دو گروہوں میں منقسم ہیں' عرب اور ترک۔ (93) آپ جانتے ہیں کہ عربوں کی حالت کو استحکام اس وقت ہوا جب کہ وہ اپنے مذہب میں اپنے پیغمبر (حضرت محمدؐ) کی پیروی میں متحد و متفق ہو گئے۔ باقی رہے ترک' ایران کے بادشاہوں کے ساتھ ان کی معرکہ آرائی اور افراسیاب (94) کا ایرانیوں کے قبضہ سے خراسان لے لینا ان کی سلطان نژادی کا ثبوت ہے اور ان کی گروہی وفاداری (عصبیت) میں دنیا کا کوئی بادشاہ چاہے کسریٰ ہو چاہے قیصر ہو' چاہے اسکندر ہو چاہے بخت نصر ہو' ان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ کسریٰ (95) ایرانیوں کا سرتاج اور ان کا بادشاہ تھا' لیکن ایرانیوں اور ترکوں کا کیا مقابلہ! قیصر اور سکندر یونانیوں کے بادشاہ تھے (96) اور پھر یونانیوں اور ترکوں میں کیا مقابلہ! ایسے ہی جہاں تک بخت نصر کا تعلق ہے وہ اہل بابل اور نبطیون کا حاکم تھا' لیکن ان میں اور ترکوں میں کیا مقابلہ ہو سکتا ہے! یہ واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ جو کچھ میں نے اس بادشاہ (تیمور) (97) کے بارے کہا ہے' وہ درست ہے۔

"دوسری وجہ جس سے میرے دل میں اس سے ملاقات کی تمنا پیدا ہوئی' ان باتوں سے

تعلق رکھتی ہے جو مجھے المغرب میں پیشگو اور مسلم ولی بتایا کرتے تھے" اور میں نے وہ سارا قصہ بیان کیا' جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ (98)

اس پر اس نے مجھ سے کہا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کسریٰ اور قیصر اور سکندر کے ساتھ ساتھ بخت نصر کا بھی نام لیا ہے اگرچہ وہ ان کا ہمسر نہ تھا۔ وہ سب عظیم الشان بادشاہ تھے حالانکہ وہ ایران کے سپہ سالاروں میں سے محض ایک تھا (99) بعینہٖ جس طرح سے میں صاحب تاج و تخت کا محض نمائندہ ہوں۔ (100) (جہاں تک خود بادشاہ کا تعلق ہے) وہ یہ ہے۔" اور اس نے (ان لوگوں کی) صف کی طرف اشارہ کیا جو اس کے پیچھے کھڑے تھے جن میں وہ شخص بھی (کھڑا) تھا جس کی جانب اس نے اشارہ کیا تھا۔ یہ اس کا سوتیلا بیٹا تھا جس کی ماں سے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اس نے اس کے (یعنی لڑکے کے) باپ ساٹلمش (101) کی وفات کے بعد شادی کر لی تھی۔ لیکن اس نے اسے وہاں نہ پایا' اور جو لوگ اس صف میں کھڑتے تھے انہوں بتایا کہ وہ باہر چلا گیا ہے۔

پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا: "بخت نصر کن لوگوں سے تعلق رکھتا تھا؟"

میں نے جواب دیا: "اس بارے میں لوگوں میں اختلاف رائے ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ وہ نبطیوں سے تعلق رکھتا تھا یعنی آخری شاہان بابل سے (102)' اور بعض کہتے ہیں کہ وہ قدیم ایرانیوں سے تھا۔"

اس نے کہا: "تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ منوجہر کی اولاد میں تھا (منوجہر "ج" سے لیکن "ج" اور "ش" کے درمیانی تلفظ کے ساتھ)۔ یہ قدیم ایرانیوں میں سے ایک شخص کا نام ہے۔ اس کے معنی ہیں نقرئی چہرہ والا' اور یہ نام اس کے حسن کی وجہ سے پڑا اس لئے کہ فارسی میں "مینو" چاندی کو کہتے ہیں اور وہ اسے حرف "ی" حذف کر کے مختصر کرتے ہیں اور "منو" کہتے ہیں۔ اور "جہر" یا "شہر" سے مراد چہرہ ہے' یعنی منو شہر"۔ (103) میں نے کہا: "یہ درست ہے اور اسی طرح سے مذکور ہے۔" اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "ہم اپنی ماں کی طرف سے منوشہر کی اولاد سے نسبت رکھتے ہیں۔" میں نے ترجمان سے اس کے بیان کی اہمیت کے بارے میں بحث کی اور اس سے کہا: "یہ دوسری وجہ ہے جس سے میرے دل میں اس (تیمور) سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔" (104)

پھر امیر نے کہا: "اس (بخت نصر) کے بارے میں دونوں آراء میں سے کونسی رائے تمہاری نظر میں زیادہ وزنی ہے؟" میں نے جواب دیا: "یہ کہ وہ بابل کے آخری بادشاہوں

میں سے تھا۔" مگر اس نے یہ رائے ظاہر کی کہ دوسرا قول زیادہ قابل ترجیح ہے۔ میں نے کہا : "آیئے دیکھیں کہ الطبری کی کیا رائے (105) ہے' اس لئے کہ وہ لوگوں کا مورخ اور روایت نگار ہے اور کسی دوسرے کی رائے کو اس کی رائے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔" (106) اس نے کہا: "ہم پر الطبری کا قول ماننا واجب نہیں ہے۔ (107) وہ (ترجمان) عربوں اور ایرانیوں کی تاریخی کتابیں لائے اور تم سے بحث کرے۔" میں نے کہا' "اور میں الطبری کی رائے کی روشنی میں بحث کروں گا۔" (108) اس پر بحث ختم ہو گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

اسے خبر دی گئی کہ شہر کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور یہ کہ قضاۃ حوالگی (کا وعدہ) پورا کرنے کی غرض سے باہر چلے گئے ہیں' (109) جس کے لئے ان کے خیال میں (110) اس نے از راہ فیاضی انہیں (111) امان بخشی تھی۔

اس کے بعد اسے ہمارے سامنے سے اٹھایا گیا بوجہ اس تکلیف کے جو اس کے گھٹنے (112) میں تھی' اور پھر اسے اس کے گھوڑے پر بٹھا دیا گیا' وہ باگ پکڑ کر زین پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے چاروں طرف باجے (113) بجنے لگے' یہاں تک کہ فضا ان کی آواز سے گونج اٹھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کی طرف چلا اور باب الجابیہ (114) کے قریب تربت منجک (چبوترہ) پر اترا۔

وہاں اس نے دربار منعقد کیا اور شہر کے قاضی اور عمائدین اس کی خدمت میں آئے' اور میں بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس کے بعد اس نے انہیں رخصت ہونے کا اشارہ کیا اور اپنے نائب شاہ ملک کو حکم دیا کہ وہ انہیں ان کے سرکاری منصبوں (115) پر (تصدیق و توثیق کی غرض سے) اعزازی خلعت دے۔ لیکن مجھے اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پس میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر اس نے اپنی حکومت کے ان امراء کو طلب کیا جو امور تعمیرات کے تحویل دار تھے۔ وہ محکمہ تعمیرات کے سربراہوں یعنی انجینئروں کو لائے اور اس امر پر بحث کی کہ جو پانی قلعہ کی خندق کے گرداگرد بہ رہا ہے آیا اسے خارج کیا جا سکتا ہے یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ اس کا سوت کہاں ہے۔ وہ اس کے دربار میں بہت دیر تک بیٹھے بحث کرتے رہے اور پھر رخصت ہو گئے۔ (116)

میں بھی رخصت حاصل کر کے اپنے مکان واقع اندرون شہر میں واپس چلا آیا۔ میں اپنے گھر میں بند رہا' (117) اور جیسا کہ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی' میں نے المغرب کے

حالات لکھنے شروع کر دیئے۔ میں نے چند دنوں میں یہ کام ختم کر لیا' (118) اور جب میں نے اسے اس کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے میرے ہاتھوں سے لے لیا اور اپنے سیکریٹری (119) کو حکم دیا کہ منگولی زبان میں اس کا ترجمہ کرائے۔ (120)

اس کے بعد اس نے پوری شدت کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس کے بالمقابل منجنیقیں اور آگ اور پتھر برسانے والی مشینیں اور شگاف ڈالنے والی توپیں نصب کر دیں' (121) اور چند ہی دنوں میں ساٹھ منجنیقیں اور اسی قسم کے دوسرے آلات نصب کر دیئے گئے۔ اہل قلعہ پر محاصرہ سخت تر ہوتا گیا اور اس کی دیواریں ہر طرف سے گرنے لگیں۔ اس پر ان لوگوں نے (جو اس کی حفاظت پر مامور تھے) امان طلب کی' جن میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو سلطان کی ملازمت میں رہ چکے تھے' اور ایسے بھی تھے جنہیں وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ تیمور نے انہیں امان دے دی اور وہ اس کے حضور میں لائے گئے۔ اس کے بعد قلعہ تباہ و برباد کر دیا گیا اور اس کے نشانات بھی کلی طور پر مٹا دیئے گئے۔ (122)

شہر کے باشندوں سے اس نے عقوبت دے دے کر بہت سا روپیہ حاصل کیا جسے اس نے ضبط کر لیا اور ساتھ ہی وہ تمام املاک' گھوڑے اور خیمے بھی اپنے قبضہ میں لے لئے جنہیں سلطان مصر اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ (123) اس کے بعد اس نے اجازت دے دی کہ شہر کے باشندوں کے مکانات لوٹ لئے جائیں یہاں تک کہ ان کا تمام سازوسامان (124) اور مال و متاع چھین لیا گیا۔ گھروں کے فرش فروش اور کم قیمت ظروف جو غارت گری سے بچ رہے تھے' نذر آتش کر دیئے گئے' اور یہ آگ بڑھتے بڑھتے مکانات کی دیواروں تک پھیل گئی' (125) جو شہتیروں پر قائم تھے۔ یہ آگ جلتی رہی یہاں تک کہ وہ جامع مسجد تک پہنچ گئی۔ (126) شعلوں نے اس کی چھت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا' اس کا سیسہ پگھل گیا اور اس کی اندرونی چھت اور دیواریں دھڑام سے نیچے آ گریں۔ (127) یہ فعل بے حد بزدلانہ اور قابل نفرت تھا' لیکن انسانی امور خدا کے دست تصرف میں ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ جیسا چاہتا ہے سلوک کرتا ہے' اور اپنی شہنشاہی میں جس طرح سے چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

انہی دنوں میں جب کہ میں سلطان تیمور کے ساتھ قیام پذیر تھا' ٹھیک اس دن (128) جب کہ اس نے اہل قلعہ کو امان دی تھی' قلعہ میں سے ایک شخص نکل کر اس کے پاس پہنچا جو خلفائے مصر کی اولاد میں سے تھا اور الحاکم عباسی کے خاندان سے تھا جسے الظاہر بیبرس نے وہاں (بطور خلیفہ) متعین کیا تھا۔ (129) اس نے سلطان تیمور کی خدمت میں

اپنے آپ کو پیش کیا اور اس سے کہا کہ میرے معاملہ میں انصاف کیا جائے' اور مجھے مسند خلافت پر متمکن کیا جائے اس بنا پر کہ وہ میرے بزرگوں کی میراث ہے۔

سلطان تیمور نے اسے جواب دیا: "میں تمہاری خاطر قیصوں اور قاضیوں کو بلاتا ہوں' اور اگر انہوں نے تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا تو پھر میں اسی کے مطابق تمہارے ساتھ انصاف کروں گا۔"

پھر تیمور نے قیصوں اور قاضیوں کو طلب کیا اور ساتھ ہی مجھے بھی ان کے ساتھ طلب کر لیا۔ (130) ہم اس کے پاس آئے اور وہ شخص بھی آیا جو منصب خلافت کا دعویدار تھا۔ عبدالجبار نے اس سے کہا: "یہ عدالت انصاف ہے' لہٰذا جو کچھ تمہیں کہنا ہو کہو۔"

اس (الحاکم) نے کہا: "یہ خلافت ہماری اور ہمارے بزرگوں کی ملکیت ہے۔ وہ روایت بالکل صحیح ہے جس کے مطابق (خلافت کی) سند عباسیوں کے ہاتھ میں رہے گی جب تک کہ دنیا قائم و برقرار ہے۔ میں اس عہدہ پر فائز ہونے کا بہتر حق رکھتا ہوں بہ نسبت اس شخص کے جو فی الحال قاہرہ میں اس پر قابض ہے اس لئے کہ میرے آباؤاجداد جن کا میں وارث ہوں' اس پر جائز حق رکھتے تھے اور یہ خلافت اس آدمی کے پاس بغیر (قانونی) سند کے پہنچی ہے۔" (131)

عبدالجبار نے ہم میں سے ہر ایک سے اس مقدمہ میں بحث کرنے کی خواہش کی۔ ہم کچھ دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد اس نے ہم سے پوچھا: "آپ لوگ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

برہان الدین ابن مفلح نے جواب دیا: "یہ روایت درست نہیں ہے" اور پھر اس کے بارے میں میری رائے دریافت کی میں نے جواب دیا: "جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے' یہ روایت صحیح نہیں ہے۔"

سلطان تیمور نے کہا: "تو پھر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اسلام میں اس دور تک خلافت عباسیوں کے ہاتھ میں رہی؟" اس نے یہ بات براہ راست مجھ سے (132) کہی' اور میں نے جواب دیا:

"اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے مسلمانوں میں اس امر کے بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آیا یہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ دین و دنیا دونوں کے امور کی رہنمائی کے لئے (133) اپنے میں سے کسی ایک کو والی

مقرر کر لیں' یا یہ واجب نہیں ہے۔ ایک فریق کی یہ رائے تھی۔۔ اور ان میں خارجی شامل تھے۔۔ کہ یہ واجب نہیں ہے' مگر اکثریت کی رائے تھی کہ ولایت واجب ہے۔ لیکن ان میں اس موضوع کے بارے میں باہم اختلاف ہے کہ اس وجوب کی (قانونی) سند کیا ہے۔ تمام شیعہ حدیث وصیت (134) کے قائل تھے یعنی اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لئے خلافت کی وصیت کر دی تھی' اگرچہ شیعوں کے یہاں حضرت علی کے بعد ان کی اولاد میں جانشینی کے بارے میں اتنے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں جو شمار میں نہیں آ سکتے۔ (135) اہلسنت نے متفقہ طور پر (اس لازمی) وصیت (کے اصول) سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک وجوب کی واحد سند اجتہاد ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک ایماندار' سمجھدار اور منصف مزاج شخص کا انتخاب کرنے کی انتہائی احتیاط سے کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ اپنے امور کا انصرام اسے سونپ سکیں۔ (136)

"جب علوی جماعتوں کی تعداد بڑھ گئی تو ان کے گمان کے بموجب وصیت (دربارۂ خلافت) منتقل ہوئی محمد ابن الحنفیہ (137) کے خاندان سے خاندان عباس کی طرف' چنانچہ ابو ہاشم ابن محمد ابن الحنفیہ نے خلیفہ کی حیثیت سے محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس کے لئے وصیت کر دی۔ اس نے خراسان بھر میں اپنے داعی بھیجے' ابو مسلم (138) وہاں یہ دعوت دیتے رہے اور خراسان اور عراق کے حاکم بن گئے۔ ان کے پیرو کوفہ میں آباد ہو گئے اور اس تحریک کے داعی کے فرزند یعنی ابوالعباس السفاح (139) کو حکومت کرنے کے لئے منتخب کر لیا۔ پھر ان کی خواہش ہوئی کہ اہلسنت والجماعت اور شیعہ دونوں متفقہ طور پر اس کی بیعت کا حلف اٹھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس زمانہ کے بڑے آدمیوں کو اور حجاز و عراق کے ارباب حل و عقد کو خطوط بھیجے تاکہ اس مسئلہ میں ان سے مشورہ کریں اور ان سب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ (140) پس اس کے پیرووں نے جو کوفہ میں تھے (خلیفہ کی حیثیت سے) اس کے ہاتھ پر اجتماعی طور پر بیعت کر لی۔ (141)

"اس (السفاح) نے اپنے بھائی المنصور کو اپنا جانشین مقرر کیا (142) اور المنصور نے باری باری سے اپنے بیٹوں کو نامزد کیا۔ اس طرح وہ (خلافت) عباسیوں میں یا تو نامزدگی کے ذریعہ یا اس دور کے لوگوں کی رضامندی سے منتقل ہوتی رہی المستعصم تک جو بغداد میں اس خاندان کا آخری خلیفہ ہوا۔ پھر جب ہلاگو بغداد پر قابض ہو گیا اور اسے قتل کر دیا تو اس کے قرابتدار منتشر ہو گئے اور ان میں سے ایک احمد الحاکم جو الراشد کی اولاد میں تھا' قاہرہ

پہنچا جہاں الظاہر بیبرس نے اسے مصر میں (143) منصب خلافت پر فوج کے ارباب حل و عقد اور قیسوں کے اتفاق رائے سے فائز کر دیا۔ یہ منصب اس کے خاندان کے افراد میں منتقل ہوتا ہوا اس شخص تک پہنچا ہے جو آج کل مصر میں ہے۔ ان واقعات کے خلاف ابھی تک ہمیں کسی اور بات کا علم نہیں ہے۔"

اس (یعنی تیمور) نے پھر اس دعویدار سے کہا' "تم نے قاضیوں اور قیسوں کی گفتگو سن لی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (خلافت) جو تم مجھ سے طلب کر رہے ہو وہ تمہارا حق نہیں ہے۔ پس تم واپس چلے جاؤ۔ خدا سیدھے راستہ پر تمہاری رہنمائی کرے!"

امیر تیمور سے ملاقات کے بعد قاہرہ کو واپسی

جب میں اس سے ملا تھا اور اس کے پاس پہنچنے کے لئے فصیل قلعہ سے لٹکایا گیا تھا' جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے' (144) اس وقت میرے ایک دوست نے (145) جو اپنی سابقہ واقفیت کی بنا پر ان لوگوں کے رسم و رواج کو خوب جانتا تھا' مجھے مشورہ دیا کہ میں کوئی تحفہ اس کی خدمت میں لے جاؤں خواہ وہ کتنا ہی کم قیمت کیوں نہ ہو' اس لئے کہ ان کے فرمانرواؤں (146) سے ملاقات کرنے کی یہ ایک مقررہ رسم ہے۔ لہٰذا میں نے کتب فروشوں کے بازار سے قرآن مجید کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ (147)' ایک نفیس جائے نماز اور ایک نسخہ البوصیری (148) کے مشہور قصیدہ بردہ کا جو آنحضرت صلعم کی مدح میں ہے' اور مصر کی اعلیٰ درجہ کی مٹھائیوں (149) کے چار ڈبے خریدے۔ میں ان تحائف کو لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت وہ (تیمور) قصر الابلق (150) کی دربار گاہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

جب اس نے مجھے آتے دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور مجھے اپنی دائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا جہاں میں ایک نشست پر بیٹھ گیا' چغتائی قبیلہ کے کچھ اکابر اس کے دونوں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا اور ان تحائف کی جانب اشارہ کیا جن کا ذکر میں کر چکا ہوں اور جو میرے ملازموں کے ہاتھوں میں تھے۔ میں نے انہیں نیچے رکھوایا اور وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ (151) پھر میں نے مصحف کو کھولا اور جب اس نے اسے دیکھا تو وہ بہ عجلت تمام اٹھا اور اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔ (152) پھر میں نے قصیدۂ بردہ اس کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے اس کے بارے میں اور اس کے مصنف کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے اور مجھے جو کچھ معلوم تھا میں نے بیان کر دیا۔ پھر میں نے اس کی خدمت میں جائے نماز پیش کی جسے اس نے لیا اور چوما۔ پھر میں نے اس کے

سامنے مٹھائیوں کے ڈبے رکھے اور اس نے رسم کے مطابق از راہ اخلاق (153) ایک ڈبہ میں سے ذرا سی مٹھائی لے کر کھائی اور ڈبہ کی باقی ماندہ مٹھائی حاضرین دربار میں تقسیم کر دی۔ اس نے یہ سب تحائف قبول کر لئے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

پھر میں نے اپنے متعلق اور اپنے چند ساتھیوں (154) کے متعلق جو وہاں تھے' اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لئے الفاظ پر غور کرنا شروع کیا' اور میں نے کہا: "اللہ آپ کی مدد کرے' مجھے آپ کے حضور میں کچھ عرض کرنا ہے۔" اس نے کہا کہ "کہو" اور میں نے کہنا شروع کیا:

"میں اس ملک میں دوگونہ اجنبی ہوں۔ (155) اولاً" یہ کہ میں المغرب (156) سے دور ہوں جو میرا وطن اور میرا مولد و منشا ہے۔ ثانیاً" یہ کہ میں قاہرہ سے دور ہوں' اور میرے اور میری قوم کے لوگ وہیں ہیں۔ (157) میں آپ کے سایہ عاطفت میں آگیا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس چیز کی ہدایت فرمائیں گے جو اس جلاوطنی میں آپ کی رائے میں میرے لئے باعث تسکین ہو۔"

اس نے جواب دیا: "کہو جو کچھ تم چاہتے ہو' میں ویسا ہی کروں گا۔"

میں نے کہا: "میری اس جلاوطنی کی حالت نے میرے دل سے میری خواہشات بھلا دی ہیں۔ شاید آپ ـــــ اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے ـــــ مجھے بتا سکیں گے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ (158)

اس نے جواب دیا: "شہر سے نقل مقام کر کے لشکر گاہ (159) میں آ جاؤ اور میرے پاس (قیام کرو)' انشاء اللہ میں تمہاری بڑی سے بڑی خواہش پوری کروں گا۔"

میں نے اس سے کہا: "آپ اپنے نائب شاہ ملک کے نام میرے بارے میں حکم صادر فرما دیں۔" اس نے اشارہ کیا کہ اس کا اجرا کر دیا جائے۔ (160) میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی اور کہا: "میری ایک اور (درخواست) بھی ہے۔" (161)

اس نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "یہ معلمین قرآن' (162) یہ معتمدین' یہ دفتری عہدیدار اور عمال جنہیں سلطان مصر اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے' یہ سب آپ کے زیر حکومت آ گئے ہیں اور بادشاہ (163) یقیناً" ان کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتا۔ (164) آپ کا اختیار بیکراں ہے' آپ کی ملمداری بہت وسیع ہے اور آپ کی حکومت کو ایسے آدمیوں کی جو سرکاری ملازمت

کے مختلف شعبوں میں نظم و نسق کا تجربہ رکھتے ہوں، کسی اور شخص کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت ہے۔" (165)

اس نے مجھ سے پوچھا: "اور تم ان کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟"

میں نے جواب دیا: "امان نامہ" (166) تاکہ وہ اسے دکھا سکیں اور ہر حال میں اس پر اعتماد کر سکیں۔"

اس نے اپنے کاتب سے کہا: "ان کے لئے اس قسم کا امان نامہ تحریر کرو۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی اور کاتب کے ساتھ باہر چلا آیا یہاں تک کہ امان نامہ تحریر میں آ گیا اور شاہ ملک نے اس پر سلطانی مہر (167) ثبت کر دی۔ پھر میں اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ (168)

جب تیمور کے سفر کا زمانہ قریب آیا اور اس نے دمشق (169) چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تو میں ایک دن اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باہمی سلام و دعاء (170) کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہوا اور اس نے کہا: "کیا تمہارے پاس یہاں کوئی خچر ہے؟" (171)

میں نے جواب دیا "ہاں"۔

اس نے کہا: "کیا یہ اچھا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "ہاں۔"

اس نے کہا، "کیا تم اسے فروخت کرو گے؟ میں تم سے اسے خریدنا چاہتا ہوں۔"

میں نے جواب دیا: "اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! مجھ جیسا آدمی آپ جیسے آدمی کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کر سکتا، لیکن میں اظہار عقیدت کے طور پر اسے آپ کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں (172) اور اس جیسے دوسرے جانور بھی اگر میرے پاس ہوتے۔"

اس نے کہا: "میرا مطلب محض یہ تھا کہ میں تمہیں اس کا صلہ فیاضی سے دوں۔"

(173)

میں نے جواب دیا: "کیا آپ کے گزشتہ احسانات کے بعد بھی کوئی ایسا احسان ہے جو باقی رہ گیا ہے؟ آپ نے مجھ پر احسانات کا انبار لگا دیا ہے، آپ نے اپنے دربار میں مجھے اپنے خاص درباریوں میں جگہ دی ہے اور مجھ پر مہربانی اور احسان فرمایا ہے جس کے لئے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ آپ کو ایسا ہی بدلہ دے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا اور ساتھ ہی میں بھی۔ دربار میں میری موجودگی کے دوران میں خچر

اس کے پاس لایا گیا اور پھر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ (174)

پھر ایک اور دن میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے مجھ سے پوچھا: "کیا تم قاہرہ جا رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا: "اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! بلاشبہ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ آپ کی خدمت کروں اس لئے کہ آپ نے مجھے پناہ دی ہے اور میری کفالت فرمائی ہے۔ اگر قاہرہ کا سفر آپ کی خدمت کے لئے ہو تو بہتر ہے' ورنہ اس کی میرے دل میں کوئی تمنا نہیں ہے۔" (175)

اس نے کہا: "نہیں بلکہ تم اپنے اہل و عیال میں اور اپنے لوگوں میں (176) واپس چلے جاؤ گے۔"

پھر وہ اپنے صاحبزادے (177) کی طرف مخاطب ہوا جو شحب میں اس مقام تک سفر کرنے والا تھا جہاں موسم بہار میں مویشیوں کو چرائی کے لئے بھیجا جاتا ہے' (178) اور اس سے مصروف گفتگو ہو گیا۔ ہم دونوں میں ترجمانی کے فرائض ادا کرنے والے فاضل عبدالجبار نے مجھ سے کہا: "سلطان اپنے صاحبزادے کو (179) آپ کے متعلق تاکید فرما رہے ہیں۔" اور اس پر میں نے اسے دعا دی۔

پھر میں نے خیال کیا کہ اس کے لڑکے کے ساتھ سفر کرنے کا کوئی واضح مقصد پیش نظر نہیں' (180) اور میرے لئے یہ امر قابل ترجیح (181) ہو گا کہ میں صفد جاؤں جو ہم سے قریب ترین سمندری بندرگاہ ہے۔ (182) جب میں نے اس سے اس کا ذکر کیا تو وہ اس پر راضی ہو گیا اور مجھے اس قاصد کی حفاظت میں دے دیا جو اس کے پاس صفد کے حاجب ابن الدویداری (183) کی طرف سے آیا تھا۔ پھر میں نے اسے (تیمور کو) خدا حافظ کہا اور رخصت ہو گیا۔ (184)

اور میرے اور اس قاصد کے مابین راستہ کا اختلاف ہو گیا۔ (185) پس میں اس سے الگ ہو گیا اور وہ مجھ سے' اور میں نے اپنے دوستوں کی جماعت کے ساتھ سفر کیا۔ لیکن قبائلیوں (186) کے ایک دستے نے ہمارا راستہ روک لیا' اور جو کچھ ہمارے پاس تھا' لوٹ لیا۔ ہم بچ کر وہاں کے ایک گاؤں میں (تقریباً) عریاں حالت میں (187) پہنچے' اور دو تین دن کے بعد ہم الصبیبہ پہنچے' (188) جہاں سے دوسرے کپڑے حاصل کئے اور پھر ہم صفد (189) روانہ ہو گئے جہاں ہم نے چند دن تک قیام کیا۔

پھر ایشیائے کوچک کے سلطان ابن عثمان کے جہازوں میں سے ایک جہاز ہمارے پاس سے گزرا (190) جس میں ایک سفیر بھی تھا جو سلطان مصر کی طرف سے اس کے پاس گیا تھا اور جو اس کا جوابی پیام (191) لے کر واپس جا رہا تھا۔ میں نے ان کے ساتھ سوار ہو کر غزہ (192)، تک سفر کیا جہاں میں اترا اور پھر وہاں سے عازم قاہرہ ہو گیا۔ میں اسی سال یعنی سنہ 802ھ (193) میں شعبان کے مہینہ میں وہاں پہنچ گیا۔

سلطان مصر نے اپنے دربار سے ایک سفیر (194) صلح کی پیشکش قبول کرنے کی غرض سے امیر تیمور کی خدمت میں بھیجا تھا جس کی خواہش اس (تیمور) نے (سلطان) سے کی تھی۔ وہ (سفیر) میرے پیچھے پیچھے اس (تیمور) کی خدمت میں پہنچا (195) اور اپنا مفوضہ فرض پورا کرنے کے بعد وہ (قاہرہ) واپس چلا گیا جہاں وہ میرے بعد پہنچا۔ اس نے اپنے ایک دوست کو یہ پیغام دے کر میرے پاس بھیجا کہ "امیر تیمور نے میرے ذریعہ آپ کو اس خچر کی قیمت بھیجی ہے جو اس نے آپ سے خریدا تھا۔ یہ ہے وہ رقم، اسے لے لیجیے اس لئے کہ اس (تیمور) نے ہمیں تاکید کی تھی کہ آپ کی رقم ادا کر کے اسے آپ کے قرض سے سبکدوش کر دیا جائے۔" (196)

میں نے کہا: "میں اسے اس وقت تک قبول نہ کروں گا جب تک کہ سلطان جس نے تمہیں اس کے پاس بھیجا تھا، مجھے اجازت عطا نہ کر دے، ورنہ میں نہ لوں گا۔" میں رئیس حکومت (197) کی خدمت میں گیا اور اسے حقیقت حال سے مطلع کیا۔ اس نے مجھ سے کہا: "کیا بات ہے؟" میں نے جواب دیا: "میرے لئے زیبا نہیں کہ آپ کو اطلاع کئے بغیر ایسا کروں (یعنی رقم کو قبول کر لوں)۔" لیکن اس نے اس سے چشم پوشی کی اور ان لوگوں نے وہ رقم کچھ عرصہ بعد مجھے بھیج دی۔ حامل رقم نے معذرت چاہی کہ رقم پوری نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ اسے اسی حالت میں دی گئی تھی۔ میں نے اس کشائش پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

اس وقت (198) میں نے ایک خط (199) المغرب کے حاکم (200) کو لکھا جس میں میں نے اسے اطلاع دی کہ میرے اور تاتاری سلطان (تیمور) کے درمیان کیا گزری، اور یہ کہ کس طرح سے دمشق میں ہم دونوں کی ملاقات ہوئی۔ (201) یہ بات میں نے اپنے خط (202) کے ایک حصہ میں لکھی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

"اگر آپ از راہ کرم میری خیریت (203) دریافت کرنا چاہتے ہیں تو الحمد للہ وہ بہت

ٹھیک ہے۔ سال ماقبل میں (204) میں شاہی جماعت کے ساتھ دمشق گیا تھا جب کہ تاتاریوں نے ایشیائے کوچک اور عراق سے اپنے بادشاہ (205) تیمور کے ساتھ اس کی جانب کوچ کر کے حلب' حماہ' حمص اور بعلبک پر غالب آ کر ان سب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی' اور وہاں اس کے فوجیوں نے ایسے شرمناک مظالم کئے تھے جو اس سے قبل کبھی سننے میں نہیں آئے تھے۔ سلطان (فرج) اپنی افواج کے ساتھ اس ملک کو بچانے کے لئے بہ عجلت تمام روانہ ہوا اور دمشق میں پہلے پہنچ گیا۔ وہ وہاں اس (تیمور) کے مقابلہ میں تقریباً" ایک مہینہ تک (206) ٹھہرا رہا' پھر لوٹ کر قاہرہ چلا گیا جبکہ بہت سے امیر اور قاضی پیچھے رہ گئے۔ اس طرح سے چھوڑے ہوئے لوگوں میں میں بھی تھا۔

"مجھے خبر ملی تھی کہ ان کے سلطان تیمور نے میرے بارے میں دریافت کیا تھا' پس میرے پاس اور کئی چارہ کار نہ تھا سوائے اس کے کہ میں اس سے ملاقات کروں۔ (207) چنانچہ میں دمشق سے نکل کر اس سے ملنے کے لئے گیا اور میں نے اس کے دربار میں حاضری دی۔ اس نے تلطف کے ساتھ میری پذیرائی کی اور میں نے اس سے دمشق کے باشندوں کے لئے امان حاصل کی۔ (208) میں 35 دن تک اس کی معیت میں رہا اور صبح و شام اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ (209) پھر اس نے مجھے رخصت کر دیا اور انتہائی خوشگوار حالات (210) میں مجھے الوداع کہا اور میں قاہرہ واپس آ گیا۔

"اس نے مجھ سے میری سواری کا خچر طلب کیا جسے میں نے اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اسے خریدنا چاہا' لیکن میں نے (اس کے ہاتھ اسے بیچنا) پسند نہیں کیا' بوجہ اس لطف و کرم کے جو اس نے مجھ سے روا رکھا تھا۔ لیکن میرے مصر روانہ ہو جانے کے بعد اس نے سلطان (فرج) کے ایک قاصد (211) کے ذریعہ جو وہاں تھا' اس کی قیمت مجھے بھجوا دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے دنیوی مصائب سے رہائی دے دی۔ (212)

"یہ تاتاری لوگ (213) وہ ہیں جو ماورائے جیحون کے صحرائی علاقے سے ---- جو اس کے اور چین کے درمیان واقع ہے ---- اپنے مشہور بادشاہ چنگیز خان (214) کی سرکردگی میں سنہ 620ھ اور 629ھ کے درمیان نکلے تھے۔ اس نے سلجوقیوں اور ان کے باجگزاروں سے عراق العرب تک کا سارا مشرقی علاقہ فتح کر لیا اور اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں' جغتائی' طولی اور دوشی خان میں تقسیم کر دیا۔"

"جغتائی ان سب سے بڑا (215) تھا۔ اس کے حصے میں ترکستان' کاشغر' الصاغون (216)'

اشاش (217)، فرغانہ اور دریائے جیحون سے پرے کا باقی ماندہ علاقہ آیا تھا۔ طولی کے حصہ میں خراسان، عراق العجم، رے کا عراق العرب تک کا علاقہ، فارس، بجستان اور سندھ۔ اس کے بیٹے قبلای اور ہلاگو تھے۔ دوشی خان کے حصہ میں بلاد قبچاق بشمولیت صرائی اور خوارزم (218) تک کا ترکستانی علاقہ آیا۔

"ان کا ایک چوتھا بھائی بھی تھا جس کا نام اوقدائی تھا اور جو ان سب کا سردار تھا (219) جسے وہ 'خان' کہتے تھے جس کے معنی ہیں صاحب تخت، جو اسلامی ممالک میں خلیفہ کا مترادف ہے۔ وہ لاولد مرا، اس لئے خانی قبلای کو منتقل ہو گئی اور بعد کو دوشی خان کی اولاد میں چلی گئی جو صرائی کے حاکم تھے۔ تاتاریوں کی حکومت انہی تین خاندانوں میں چلتی رہی۔

"ہلاگو (220) نے بغداد اور عراق العرب، دیار بکر اور نہر فرات تک تمام ملک فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے شام پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔ بعد کو وہ اسے (شام کو) چھوڑ کر چلا گیا، لیکن اس کے بیٹوں نے اس پر بار بار فوج کشی کی، مگر مصر (221) کے ترکی سلاطین نے انہیں پسپا کر دیا یہاں تک کہ ہلاگو کی اولاد کی حکومت سنہ 740ھ اور 749ھ کے درمیانی عرصہ میں ختم ہو گئی۔ (222)

"ان کے بعد شیخ حسن النوین (223) اور اس کی اولاد بر سر حکومت آئی۔ ان کی سلطنت ان کے خاندان کے افراد کے مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئی اور شام و مصر کے حاکموں سے جو مخالفت انہیں تھی، اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

"پھر آٹھویں صدی کے ساتویں یا آٹھویں عشرہ میں ماوراء النہر کے چغتائی خاندان کا ایک امیر اٹھا جس کا نام تیمور تھا اور جو عوام میں تمر کے نام سے مشہور تھا۔ وہ ایک بچے کا ولی تھا جو اپنے آباء کی طرف سے چغتائی خاندان سے تھا اور اس کا رشتہ دار اور ہم نسب تھا۔ وہ سب بادشاہ تھے اور یہ یعنی تیمور ابن طوغان (224) ان کے والد کی طرف سے ان کا چچازاد بھائی تھا۔ اس نے وارث تخت و تاج کو جس کا نام محمود تھا، اپنی ولایت میں لے لیا اور اس کی ماں صرغتمش (225) سے اس نے شادی کر لی۔ اس نے تاتاریوں کی تمام سلطنتوں پر اقتدار حاصل کرنے کی سعی کی اور انہیں دیار بکر تک فتح کر لیا۔

"پھر اس نے ایشیائے کوچک اور ہند پر تاخت کی اور اس کی افواج نے ان سارے علاقوں کو لوٹا اور ان کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کیا۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ (226) اس کے بعد اس نے شام پر حملہ کیا اور وہاں

وہ سب کچھ کیا جس کا علم سب کو ہے۔ اللہ اپنے امور پر خود ہی غالب ہے۔ (227) آخرکار وہ اپنے ملک کو واپس چلا گیا اور خبریں مل رہی ہیں کہ وہ اپنے دارالسلطنت سمرقند (228) کی جانب کوچ کر رہا ہے۔

"یہ لوگ تعداد میں اتنے ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتے۔ اگر آپ یہ تصور کریں کہ وہ دس لاکھ ہیں تو اسے بہت زیادہ نہیں کہا جائے گا اور نہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بہت کم ہے۔ اگر وہ کسی ملک میں ایک ساتھ خیمہ زن ہوں تو تمام خالی جگہیں پر ہو جائیں گی اور اگر ان کی فوجیں کسی وسیع علاقہ میں سے گزریں تو وہ علاقہ ان کے لئے تنگ ہو جائے گا۔ (229) اور یہ لوگ مستقل آبادیوں کی غارتگری' لوٹ مار اور قتل عام اور ان کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنے کے معاملہ میں حیرت انگیز ہیں' (230) بوجہ اس کے کہ وہ اپنی نوجوانی کے زمانہ سے (231) اس میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور (اس بارے میں) ان کی عادات عرب کے بدوؤں کی مثل ہیں۔ (232)

"یہ بادشاہ تیمور نہایت عظیم الشان اور نہایت طاقتور بادشاہوں میں سے ایک ہے۔ (233) بعض لوگ علم کو بھی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ وہ رافضی ہے (234) کیونکہ وہ خانوادۂ (علی) کے افراد کی فضیلت کا قائل ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس سے جادو اور سحر منسوب کرتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ بے انتہا ذہین اور صاحب بصیرت ہے' (235) جن امور کو وہ جانتا ہے ان کے بارے میں اور جن امور سے وہ ناواقف ہے ان کے بارے میں بھی وہ بحث و مباحثہ کرنے کا عادی ہے۔ (236)

"اس کی عمر 60 اور 70 سال کے درمیان ہے۔ (237) کم سنی میں ایک دھاوے کے موقع پر تیر لگ جانے کی وجہ سے اس کا دایاں گھٹنا لنگ کرتا ہے (238) جیسا کہ خود اس نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ (239) اس لئے جب وہ تھوڑی دور چلتا ہے تو پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلتا ہے' لیکن جب وہ طول طویل مسافت پر جاتا ہے تو لوگ اسے اٹھائے پھرتے ہیں۔ بہرحال اللہ کا فضل و کرم اس کے شامل حال ہے۔ ملک اللہ کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' دے دیتا ہے۔"

قاہرہ میں قاضی کے عہدہ پر تیسری' چوتھی اور پانچویں مرتبہ فائز ہونا

ان تمام ایام میں جب کہ میں سلطان تیمور کی معیت میں تھا' قاہرہ سے میری غیر

حاضری طول پکڑتی گئی اور میرے متعلق یہ خبر اڑ گئی کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ (240) مالکی مذہب کے ایک فاضل جمال الدین الاقفہسی کو ترقی دے کر قاضی کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا تاکہ وہ (اس عہدۂ جلیلہ کے) فرائض بجا لائے۔ اس شخص کا حافظہ نہایت قوی تھا' وہ بہت دانشمند' دیانت دار اور مخلص تھا اور ایسا شخص تھا جو لوگوں کی سعی سفارش سے بہت بلند تھا اور مذہبی امور میں انتہائی محتاط۔ وہ اس سال جمادی الاخرہ میں عہدۂ قضاء پر مقرر (241) ہوا۔ (242) پھر جب میں قاہرہ واپس آیا (243) تو انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور وہ میری جانب پھر متوجہ ہوئے (244) اور انہوں نے مجھے دوبارہ (اسی) سال اواخر شعبان میں عہدۂ قضاء پر مقرر کر دیا۔ (245) میں حسب سابق اس عہدۂ پر فائز رہا (246) اور اپنے فرائض منصبی دیانتداری سے بجا لاتا رہا' اس طرح سے کہ میں نے خصوصی اغراض کو نظر انداز کیا اور ملزمین کے سات ہمیشہ انصاف برتا۔

پس ان لوگوں نے میری مخالفت شروع کر دی جو دیانتدارانہ طریقے سے فیصلے نہیں کرتے تھے اور جو خود اپنے نفس کے ساتھ بھی انصاف نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان سے لگائی بجھائی کی تاکہ ایک مالکی فقیہ جمال الدین البساطی (247) کو قاضی مقرر کر دیا جائے۔ اس شخص نے اس مقصد کے حصول کے لئے بیچ میں پڑنے والے کچھ اشخاص کو جو اس کے ساتھ سازش میں شریک تھے' اپنی دولت کا ایک حصہ بطور رشوت پیش کیا تھا اور اپنے فیصلوں میں طرح طرح کی رعایتوں (248) کا ان سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ ان سب کو کیفر کردار تک پہنچائے! وہ رجب سنہ 804ھ (249) کے آخری ایام میں اس عہدہ پر فائز کر دیا گیا' لیکن بعد کو سلطان نے دوبارہ غور کیا اور اپنی سابقہ رائے میں ترمیم کر دی اور اسی سال سنہ 4(80)ھ (250) کے آخری حصہ میں یہ عہدہ دوبارہ مجھ تک لوٹ آیا۔ پس معاملات پہلے کی طرح چلتے رہے اور یہ حالت ایک سال اور دوسرے سال کے کچھ حصہ تک قائم رہی یہاں تک کہ البساطی کو اپنے منصب پر سنہ 6(80)ھ (251) میں ماہ ربیع الاول کی چھٹی کو سابقہ معاوضے اور شرائط پر بحال کر دیا گیا۔ اس کے بعد ارباب حل و عقد نے 10 شعبان 7(80)ھ (252) کو پھر سے مجھے اسی جگہ پر مقرر کیا' لیکن اسی سال (253) ذوالقعدہ کے آخر میں انہوں نے یہ عہدہ مجھ سے لے کر ایک دفعہ پھر اس کے حوالہ کر دیا۔ انسانی امور میں تصرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (254)

(تم والحمد للہ)

شرح

1- تعریف میں نیز عبر میں ابن خلدون تیمور کے لئے بلاتمیز مختلف القاب استعمال کرتا ہے۔ وہ اسے کبھی امیر، کبھی سلطان اور کبھی ملک کہتا ہے۔ سکوں پر جو اس کے زمانے میں جاری ہوئے تھے، تیمور کو عام طور پر امیر ("الامیر الاعظم" یا الامیر المعظم") کہا گیا ہے، لیکن ہمیشہ "گورگان" کے اضافہ کے ساتھ (دیکھو اسٹینلے لین پول، Catalogue of Oriental Coins جلد 7، صفحات 4 تا 20، جلد 10، صفحات 141 تا 146، بار تولڈ، الغ بیگ، صفحات 219 تا 222)۔

"گورگان" یا "کورکان" سے "بادشاہوں کا داماد" یا "شادی کے ذریعہ بادشاہوں کا رشتہ دار" مراد ہے۔ (نجوم جلد 6، صفحہ 73، سطر 21 صفحہ 279، سطر 19۔ بار تولڈ، 'Vorlesungen صفحات 230 و 231، الغ بیگ، صفحات 33 تا 43۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مقالہ گور خاں۔

ایرانی تالیفات میں تیمور کو عام طور پر "صاحب قران" کہا گیا ہے۔ (دیکھو شرف الدین، نظام الدین شامی، اشاریہ)۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس دور کے جملہ عرب مورخوں میں ابن الفرات تیمور کو "مدبر مملکۃ التتار" یعنی "مملکت تتار کا ناظم" کہتا ہے۔ ("تاریخ" جلد 9، صفحہ 344، سطر 5، صفحہ 374، سطر 17۔ نیز دیکھو جلد 9، صفحہ 362، سطر 8)۔ ایک اور جگہ لفظ "اتابک" بھی اس کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ("تاریخ" جلد 9، صفحہ 12، سطر 18)۔

"تتار" کے ہجوں میں بھی ابن خلدون کی تحریروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اپنی کتاب عبر میں وہ ہمیشہ اس لفظ کی عربی صورت "تتر" استعمال کرتا ہے، (عبر جلد 5، 515، سطر 26، صفحہ 525، سطر 14، صفحہ 557، سطر 12 اور دوسرے مقامات پر) لیکن اپنے مقدمہ (جلد 2 صفحات 117 و 192) میں اور اپنی تعریف میں اس کے ہجے "ط" سے کئے گئے ہیں یعنی "ططر"۔ "تعریف" کے مخطوطہ ج، ورق 134، سطر 4 اور ورق 140 سطر 15 میں "ططر" کے ہجوں کو سہو کاتب سمجھ کر رد کیا جا سکتا ہے۔

ابن خلدون عام طور پر تاتاریوں کو ایک ترکی قبیلہ قرار دیتا ہے۔

قبیلوں کے ناموں کی حیثیت سے "منگول" اور "تتر" کے مختلف معانی کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' لفظ تتر۔ مملوکی دور حکومت کے ترکی اسماء معرفہ کے ہجوں کے بارے میں دیکھو ہے۔ سوولیہ (Sauvaget) کی کتاب 'Noms et surnoms de Mamelouks, ژورنل آزیاتیک' پیرس' سنہ 1950 صفحات 31 تا 58۔

2- جملہ "لوٹ گیا ہے" یہ تاریخی اعتبار سے معنی خیز ہے اس لئے کہ شام اور مملوکی سلطنت کے ساتھ تیمور کا یہ پہلا سابقہ نہ تھا۔ تیمور کے ہاتھوں فتح بغداد اور بغداد کے سلطان احمد ابن اویس کے قاہرہ فرار ہو جانے کے بعد (سنہ 795ھ = سنہ 1393ء) تیمور نے مصر کے سلطان برقوق کے پاس قاصد بھیج کر معاہدۂ دوستی کی خواہش کی۔ برقوق نے منگولی قاصدوں کی خاطرداری کرنے اور ان کے ساتھ مراسم مہمان نوازی برتنے کے بعد انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس اندیشہ سے کہ کہیں تیمور اس کے خلاف چڑھائی نہ کر دے' برقوق مصر سے روانہ ہوا اور دمشق اور حلب کی طرف بڑھا اور اپنی فوج دریائے فرات کے کناروں تک بھیج دی۔ تیمور نے جو شام کی طرف بڑھ رہا تھا' الرہا (اڈیسا) پہنچنے کے بعد فیصلہ کیا کہ آگے نہ بڑھے اور دریائے فرات پر مملوکی فوج سے نبرد آزمائی سے پہلو بچائے۔ لہٰذا وہ واپس چلا گیا اور اپنی فوج کا رخ ہندوستان کی طرف پھیر دیا جس کے دارالسلطنت دہلی کو اس نے سنہ 800ھ = سنہ 1399ء میں فتح کر لیا۔

تیمور ابھی ہندوستان ہی میں تھا کہ اس نے برقوق کے انتقال (15 شوال 801ھ = 20 جون 1399ء) کی خبر سنی چونکہ وہ مدت دراز سے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا' اس لئے وہ اس موقع کو غنیمت جان کر بہ عجلت تمام سمرقند واپس چلا گیا اور خراسان' عراق' آرمینیہ' آذربائیجان اور ایشیائے کوچک سے ہوتا ہوا سیواس پہنچا جسے اس نے تسخیر کر لیا اور پھر وہاں سے حلب کی طرف بڑھا۔ اس نے حلب کے مقام پر شاہی فوج کو شکست دی (صفر سنہ 803ھ = اکتوبر سنہ 1400ء)' شہر کو تباہ و برباد کر دیا اور وہاں سے حمص اور بعلبک کی راہ دمشق پہنچا۔ عین اس موقع پر ابن خلدون اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے اس حصہ کے حال کا آغاز کرتا ہے۔

3- اس کا اشارہ ہے اس وقت کے مملوک حکمران سلطان الملک الناصر فرج کی طرف جو برقوق کا بیٹا تھا اور جو سنہ 791ھ = سنہ 1389ء میں پیدا ہوا اور دس برس کی عمر میں 15 شوال

سنہ 801ھ = 20 جون 1399ء کو تخت نشین ہوا۔ سنہ 808ھ = سنہ 1405ء میں اسے معزول کر دیا گیا' لیکن ستر دن کے وقفہ کے بعد اس نے زمام سلطنت پھر اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کی حکومت محرم سنہ 808ھ = سنہ 1412ء تک قائم رہی جب اس نے 24 برس کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھو نجوم جلد 6' جابجا' زبدہ' صفحہ 106 سطر 8۔

4- دیوان العطایعنی وظائف دینے کا محکمہ۔ ابن خلدون یہ عام اصطلاح یہاں اسی طرح سے استعمال کرتا ہے جس طرح سے وہ عبر میں (جلد 7' صفحہ 279' سطر 1' اور مقدمہ' جلد 2' صفحہ 20' سطر 12' اور دیکھو لین' صفحہ 2085' لفظ عطا) ان مصارف (جا مکیہ) کے بارے میں استعمال کرتا ہے جو مہم پر جانے والی مسلح افواج کو دیئے جاتے تھے اور جو خصوصی مصری دفاتر مالیات (ناظر الخاص' ناظر دیوان المفرد) میں سے کسی ایک محکمہ کے افسروں کی جانب سے مہیا کئے جاتے تھے۔ "تقسیم" (جس کے لئے "نفقہ" کی عام اصطلاح استعمال کی گئی ہے) سلوک (ورق 24 الف سطر 2) اور نجوم جلد 6' صفحہ 55 سطر 2) کے مطابق 25 ربیع الاول سنہ 803ھ = 13 نومبر سنہ 1400ء کو شروع ہوئی۔ سلطان کے مملوکوں میں سے ہر ایک کو 3400 درہم ملے تھے۔

5- یہ اعلان سنہ 803ھ کی 29ویں ربیع الاول = 17 نومبر سنہ 1400ء کو ہوا ہوگا۔ اس سے پہلے ہی جب تیمور نے سیواس فتح کر لیا (15 محرم سنہ 803 = 7 ستمبر سنہ 1400ء) تو حلب کے شاہی لیڈروں نے خطرہ کا احساس کر لیا تھا اور قاہرہ میں پے بہ پے خطرہ کی اطلاعیں بھیجی تھیں' مگر قاہرہ میں امداد کے لئے ان درخواستوں پر سنجیدگی سے کوئی توجہ نہیں کی گئی اور اسی لئے تیمور کے خلاف مصر میں جنگ کی کوئی تیاری نہیں ہوئی۔ برخلاف اس کے جیسا کہ ابن تغری بردی تلخی کے ساتھ لکھتا ہے :("قاہرہ کے امراء میں سے) ہر امیر کا بلند ترین مقصد ایسے ذرائع کا حاصل کرنا تھا جو مصر کی سلطنت کے حصول میں اس کے لئے سازگار ثابت ہوں اور میدان سے اس کے ہر حریف کو ہٹا سکیں۔" (نجوم' جلد 6' صفحہ 46 سطر 12۔)

جب 25 محرم 803ھ = 17 ستمبر سنہ 1400ء کو یہ اطلاع قاہرہ پہنچی کہ تیمور نے ملطیہ پر قبضہ کر بھی لیا ہے اور یہ کہ اس کی فوج کا ہراول عین تاب کی طرف کوچ کر رہا ہے تو سلطان فرج نے خلیفہ کو' قاضیوں کو اور امیروں کو طلب کیا تاکہ ان سے مشورہ کرے کہ فوج میں رقوم کی تقسیم میں مدد دینے کے لئے تاجروں سے کس طرح سے روپیہ حاصل کیا جائے۔ طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ اطلاعات کی صداقت کی تحقیقات کرنے کی

غرض سے ایک خاص امیر کو شام بھیجا جائے۔ جس شخص کو یہ کام تفویض ہوا اس کا نام امیر اسنبغا تھا اور وہ 5 صفر سنہ 803ھ = 25 ستمبر 1400ء کو روانہ ہو گیا۔ سلطان اور اس کے مشیر ابھی تک اس امر سے آگاہ نہ تھے کہ حلب اور دمشق پر کوئی فوری خطرہ منڈلا رہا ہے' اور جیسا کہ ابن تغری بردی نے بیان کیا ہے' "قاہرہ میں صورت حالات یہ تھی کہ غفلت اور بے اعتنائی ہر طرف چھائی ہوئی تھی اس لئے کہ مرکزی اقتدار معدوم تھا اور لوگوں کی آراء میں باہم سخت اختلاف تھا۔" (نجوم' جلد 6' صفحہ 47 سطر 15)۔

آخر 24 صفر سنہ 803ھ = 14 اکتوبر سنہ 1400ء کو جب حلب کے نائب امیر تیمرداش اور امیر اسنبغا کے پاس سے اطلاع آئی جس میں اس سابقہ دہشت ناک خبر کی تصدیق کی گئی تھی کہ تیمور عین تاب تک پہنچ گیا ہے' اس وقت کہیں جا کر فرج کی شاہی مہم کے لئے زور شور سے تیاریاں شروع ہوئیں۔ (نجوم' جلد 6' صفحات 47 و 48)۔

لیکن قاہرہ میں اس امر کا آخری فیصلہ کرنے تک ایک ماہ اور گزر گیا کہ آیا مہم روانہ کی جائے یا نہیں۔ قاہرہ حقیقی خطرہ سے اس قدر کم واقف تھا کہ جب یہ خبر بھی پہنچی کہ تیمور حلب پر قابض ہو گیا ہے (25 ربیع الاول سنہ 803ھ = 13 نومبر سنہ 1400ء) تو شروع شروع میں کسی نے اس کا یقین نہیں کیا۔ لیکن جب فرج کا خاص ایلچی قاہرہ واپس آ گیا اور اس نے اس وحشت ناک خبر کی تصدیق کر دی۔ اس وقت جا کر کہیں تیمور کے خلاف جہاد کا اعلان ہوا اور کہا گیا کہ "وہ تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے جس نے ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور حلب پہنچ کر بچوں کو قتل کیا ہے.... اور مساجد کو تاراج کیا ہے...."۔ (نجوم' جلد 6' صفحہ 55' سطر 7)

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سلطان نے اعلان کیا کہ فوجیں شام کی طرف کوچ کریں گی۔" ان مختصر الفاظ میں لیت و لعل کی اس سہ ماہہ پالیسی کا اجمالی بیان ہے جو قاہرہ میں سلطان اور اس کے امراء نے اختیار کر رکھی تھی اور اس امر کا اظہار ہے کہ مملوکوں اور منگولوں کی آویزش اور کشمکش جو اتنے مہینوں سے جاری تھی' اب اپنی انتہائی شدت کو پہنچ چکی تھی۔

6- وظیفہ یعنی عہدہ۔ مصر کے زمانہ قیام میں اب تک ابن خلدون متعدد عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ برقوق کے ماتحت مصر میں اس کا پہلا تقرر سنہ 786ھ = سنہ 1384ء میں قاہرہ کے مدرسہ قمحیہ میں پروفیسر کی حیثیت سے ہوا (عبر' جلد 7' صفحہ 452' سطر 24- منہل' ورق 94 الف' سطر 19- سخاوی' جلد 4' صفحہ 146' سطر 6- نیز دیکھو مقریزی' خطط' جلد 2' صفحات 364 و

374)- یہ مدرسہ وہ تھا جسے سلطان صلاح الدین نے قائم کیا تھا اور جو مالکی مذہب کی فقہ کی تعلیم کے لئے وقف تھا۔ ابن خلدون نصاب کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا اور اسی حیثیت سے اس نے کئی سال تک کام کیا۔

ابن خلدون نے برقوق کے مدرسہ ظاہریہ کی مسجد میں بھی جو شارع بین القصرین میں واقع تھا' فقہ مالکی کے استاد کی حیثیت سے کام کیا' پھر وہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ روانہ ہو گیا (عبر' جلد 7' صفحہ 453' سطر 4)- سنہ 790ھ = سنہ 1388ء میں مکہ سے واپسی پر برقوق نے اسے مدرسہ صرغتمش میں جس کا نام امیر سیف الدین صرغتمش کے نام پر رکھا گیا تھا اور جسے صرغتمش نے وقف کی حیثیت دے دی تھی' حدیث کا درس دینے کے لئے مقرر کر دیا۔ (ابن الفرات' جلد 9' صفحہ 50' سطر 16- خطط' جلد 2 صفحہ 403-)

مدرسہ صرغتمش سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ ایک اہم صوفی مرکز یعنی بیبرسیہ خانقاہ کا ناظم مقرر ہوا۔ اس عہدہ سے نہ صرف اس کے وقار میں اضافہ ہو گیا بلکہ اس سے اسے مالی فائدہ بھی پہنچا۔ (تعریف' مخطوطہ الف' ورق 63- الف' سطر 4' ورق 70 ب' سطر 9)-

مگر یہاں "وظیفہ" سے مراد اس کے تعلیمی عہدے یا مراتب نہیں ہیں بلکہ اس سے قاضی کا عہدہ مراد ہے۔ ابن خلدون نے اپنے قیام مصر میں دو مرتبہ مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ملازمت کی تھی۔ پہلی مرتبہ وہ 19 جمادی 786ھ = 11 اگست سنہ 1384ء کو برقوق کی جانب سے مقرر کیا گیا تھا' لیکن اسے 7 جمادی الاول سنہ 787ھ = 17 جون 1385ء کو اس عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا' بوجہ اس مخالفت کے جو اس کی فقہی اصلاحات نے پیدا کر دی تھی اور بوجہ ان سازشوں کے جو اس کے خلاف کی گئی تھیں (تفصیلی حال کے لئے دیکھو عبر' جلد 7' صفحات 452 تا 455- اور دسلان' مقدمہ' جلد 1 صفحات xxiv تا lxxxi)-

ابن خلدون دوسری مرتبہ چودہ سال کے بعد 15 رمضان سنہ 801ھ = 22 مئی سنہ 1399ء کو مالکی قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوا' لیکن برقوق کی موت سے تقریباً تین ماہ بعد 12 محرم سنہ 803ھ = 3 ستمبر سنہ 1400ء کو پہلے کی طرح سازشوں کی وجہ سے پھر برطرف کر دیا گیا۔ (تعریف' مخطوطہ الف' ورق 75- الف' سطر 24 بعد)-

اس کے بعد وہ سرکاری زندگی سے کنارہ کش ہو گیا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "میں اپنے سابقہ مشغلہ درس و تدریس' مطالعہ اور تالیف و تصنیف کی طرف لوٹ آیا اور میں اس میں

اس وقت تک مشغول رہا کہ سلطان نے شام کا سفر کیا تاکہ اپنے ملک سے تیمور کو پسپا کر دے۔" (مخطوطہ الف' ورق 76 الف' سطر 18)۔ لہٰذا ابن خلدون اس موقع پر کسی سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ پر فائز نہ تھا۔ وہ "قاضی کے عہدہ سے بھی برطرف کیا جا چکا تھا" (ابن حجر' ورق 223- سخاوی' جلد 4' صفحہ 146' سطر 15)۔

7- یشبک الشعبانی برقوق کا افسر خزانہ (خازندار) تھا اور ایک دوسرے امیر کے ساتھ برقوق کے کم سن بیٹے کا جو بعد کو سلطان فرج کہلایا' اتالیق یا سرپرست (لالا) بھی مقرر ہوا۔ (نجوم' جلد 6' صفحہ 5' سطر 10)۔ یشبک نے درباری امرا میں بہت طاقتور حیثیت پیدا کرلی تھی اور وہ اس جماعت کا بھی سردار بن گیا تھا جس نے بددل امیروں کے طبقہ کے خلاف سلطان کی پرزور تائید کی تھی۔ ایک بغاوت کو کامیاب طریقہ سے کچلنے کے بعد یشبک شعبان سنہ 802ھ = اپریل سنہ 1400ء میں دوادار یعنی مصر کا فوجی حاکم یا منتظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔ (نجوم جلد 6' صفحہ 4' سطر 21 بعد)۔ وہ نام کو چھٹے درجہ پر فائز تھا' لیکن اس کے فرائض ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ سلطان سے بہت قریبی تعلقات رکھتا تھا اس لئے کہ وہ سلطان کے احکام کی تعمیل کا نگراں تھا۔ دمشق جانے والی مہم میں یشبک سلطان کی معیت میں 10 ربیع الثانی سنہ 801ھ = 28 نومبر 1400ء کو ریدانیہ سے روانہ ہوا جب کہ اعلیٰ فوجی سردار ہراول کے ساتھ پہلے سے روانہ ہو چکے تھے۔ (العینی' ورق 39 الف' سطر 15 و 19)۔ دیکھو نوٹ 197- عام طور پر دوادار کے عہدہ کے لئے دیکھو ابن خلدون کی اپنی تعریف (مقدمہ جلد 2' صفحہ 11' سطر 24)۔

8- ابن خلدون کی عدم رضامندی کی وجہ کے بارے میں صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً" 70 سال کی تھی اور ممکن ہے کہ وہ تالیف و تصنیف اور مطالعہ میں اس قدر مشغول ہو کہ اس نے سلطان کی پارٹی کے ساتھ جانا پسند نہ کیا ہو۔ اس موقع پر اس امر کی پیش بینی نہیں کی جا سکتی تھی کہ یہ سفر اس کی زندگی میں ایک بہت بڑے تجربہ کا موقع بہم پہنچائے گا' اگرچہ اس کی زندگی اس سے پہلے بھی طرح طرح کے تجربات اور مہمات سے گزر چکی تھی۔

9- یشبک نے سلطان کی فوج کی ہمراہی میں ابن خلدون کے جانے پر کیوں اصرار کیا' اس کی توجیہ کرنی مشکل ہے۔ ابن خلدون اس وقت "برسر عہدہ" نہ تھا اور اس لئے وہ خصوصیت سے پابند نہ تھا کہ سلطان کے ساتھ جائے۔ چونکہ سلطان کی عمر اس وقت صرف تیرہ سال کی تھی اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا یشبک کا اصرار (سلوک' ورق 24 الف'

سطر 28' میں اسے "جبر" سے تعبیر کیا گیا ہے) فرج کے حکم سے تھا یا نہیں۔ اسی طرح یہ بھی واضح نہیں ہے کہ آیا ابن خلدون یشبک کا ذاتی دوست تھا جیسا کہ وہ دوسرے سرکاری عمال کا تھا' اور یہ کہ یشبک اسے اس لئے ساتھ رکھنا چاہتا تھا کہ وہ معاملہ فہم اور تجربہ کار تھا۔

-10 یہ معمول تھا کہ مصر کے چاروں قاضی القضاۃ — مالکی شافعی' حنبلی اور حنفی — مملوک سلطان کے ساتھ اس کی فوجی مہمات میں ہم رکاب رہیں۔ مصر میں ہر مذہب کے لئے امور کا انصرام ایک الگ قاضی القضاۃ کے ہاتھ میں تھا' اور یہ وہ دستور تھا جو مملوکی سلطان بیبرس (سنہ 1260ء تا سنہ 1277ء) کے زمانہ سے جاری تھا۔ لیکن اولیت شافعی مذہب کے قاضی القضاۃ کو حاصل تھی اس لئے کہ یہ مصر کا سرکاری مذہب تھا۔ شافعی قاضی القضاۃ کا دوسرے قاضیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ اثر و اقتدار تھا۔ اس کے علاوہ یتیم خانے' وصایا' اسناد وغیرہ بھی اسی کی تحویل میں تھے۔ (دیکھو مقدمہ' جلد 3' صفحات 1 تا 14- اور مزید تفصیلات کے لئے دیکھو ای۔ ٹائن کی Historie de porganisation judiciaire en pays d'Islam مطبوعہ لیونز جلد 1' 1938' جلد 2' 1943-)

اس زمانہ میں مالکی قاضی القضاۃ نورالدین علی ابن الخلال تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 70' سطر 9' صفحہ 152' سطر 1' تعریف مخطوطہ الف' ورق 76 الف' سطر 14)- حنفی قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف الملطی اپنی علالت کی وجہ سے شام نہ جا سکا۔ (سلوک' ورق 23 الف' سطر 28- ابن ایاس' صفحہ 328' سطر 14 پر کہتا ہے کہ چاروں قاضی القضاۃ الملطی سمیت سلطان کے ہمراہ گئے تھے)۔

-11 "ماہ میلاد النبی کے وسط" سے غالباً 15 ربیع الاول سنہ 803ھ = 3 نومبر 1400ء مراد ہے لیکن بظاہر ابن خلدون نے یہاں (اور شاید دوسرے مقامات پر بھی) اس عبارت کو مبہم طریقہ سے سال کے ابتدائی حصہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ (نیز دیکھو ذیل میں نوٹ 64-) درحقیقت سلطان اپنی باقاعدہ فوج' امراء اور قاضیوں کے ہمراہ 3 ربیع الثانی سنہ 803ھ = 19 نومبر سنہ 1400ء کو قاہرہ سے روانہ ہوا تھا' (سلوک' ورق 24 الف' سطر 26- نجوم جلد 6' صفحہ 55' سطر 15) اور ریدانیہ چلا گیا تھا جو شہر کے شمال میں میل سوا میل کے فاصلہ پر پہلا باضابطہ فوجی پڑاؤ ہے۔ ہراول دستے (الجالیش) ریدانیہ سے جمعہ کے دن 8 ربیع الثانی سنہ 803ھ = 26 نومبر سنہ 1400ء کو روانہ ہوئے۔ (سلوک ورق 25 ب' سطر 5- نجوم' جلد 6'

صفحہ 56' سطر 3) اور سلطان 10 ربیع الثانی سنہ 803ھ = 28 نومبر سنہ 1400ء کو فوج کے بڑے حصہ کے ساتھ بعد میں گیا (سلوک' ورق 24 ب' سطر 8)۔

12- یہ 20 ربیع الثانی سنہ 803ھ = 8 دسمبر 1400ء کا واقعہ ہے۔ (سلوک' ورق 24 ب' سطر 16- نجوم' جلد 6' صفحہ 56' سطر 9)۔

13- ہراول دستے 24 ربیع الثانی = 12 دسمبر کو پھر روانہ ہوئے۔ (سلوک' ورق 24 ب' سطر 19- نجوم جلد 6' صفحہ 57 الخ) اور فرج 26 ربیع الثانی سنہ 803ھ = 14 دسمبر 1400ء کو روانہ ہوا (سلوک' ورق 24 ب' سطر 19- نجوم جلد 6' صفحہ 58 سطر 2- ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 328' سطر 27 میں 15 ربیع الثانی کو جو پیر کا دن دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے)۔

14- شقحب ایک منزل تھی جو غزہ سے دمشق جاتے ہوئے شاہراہ فوج اور ڈاک پر یا اس کے قریب وادی میں شامی دارالسلطنت کے جنوب میں تقریباً 22 میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ یہ مقام کئی ایک لڑائیوں کا محل وقوع رہ چکا ہے' بالخصوص اس لڑائی کا جس کے بعد برقوق سنہ 792ھ = 1390ء میں دوسری بار سلطان بنا تھا۔ 803ھ = 1400ء میں فرج نے جو سفر کیا تھا اس کے سلسلہ میں دوسرے مصنفین نے شقحب کا ذکر نہیں کیا۔ (شقحب کے لئے دیکھو زیٹرس ٹین (Zettersteen) کے اشاریے' ابن الفرات' جلد 9' او نجوم' جلد 6)۔

15- یہ جمعرات' 6 جمادی الاول سنہ 803ھ = 23 دسمبر 1400ء کا دن تھا۔ (العینی' ورق 39 ب' سطر 19- سلوک' ورق 25 الف' سطر 31- نجوم' جلد 6' صفحہ 58' سطر 4) العینی کے قول کے مطابق فرج نے اپنے بدرقہ (رکاب) کو قلعہ میں رکھا جس میں غالباً سیکریٹری اور محکمہ کے دوسرے افسر بھی شامل تھے جو اس کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہو چکے تھے (العینی' ورق 39 الف' سطر 29)۔ نجوم (محل مذکور) کا بیان ہے کہ فرج قلعہ میں اس وقت تک قیام پذیر رہا جب تک کہ وہ اپنے کیمپ میں نہ چلا گیا (دیکھو نیچے کا نوٹ)۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 329' سطر 4) بیان کرتا ہے کہ وہاں پہنچنے پر وہ القصر الابلق میں چلا گیا تھا جو قلعہ کے مغربی میں شہر کی فصیل کے باہر واقع تھا' اور جمعہ کے روز اس نے شہر میں نماز ادا کی تھی۔ (اس قصر کے بارے میں آئندہ نوٹ 35 دیکھئے)۔

ابن خلدون دمشق میں اجنبی نہ تھا۔ اس شہر میں یہ اس کی پہلی آمد نہ تھی۔ تقریباً سات ماہ پیشتر ہی (رجب سنہ 802ھ = مارچ 1400ء) وہ سلطان فرج کی فوج کے ساتھ شام کے باغی عمال تنم اور اینمش کے تعاقب میں وہاں گیا تھا۔ اس وقت ابن خلدون قاضی

القضاۃ کی حیثیت سے فرج کے ہمراہ گیا تھا (ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 315' سطر 25' صفحہ 321' سطر 2v' صفحہ 323)۔ فرج 2 شعبان سنہ 802ھ = 29 مارچ 1400ء کو دمشق پہنچا تھا (نجوم جلد 6' صفحہ 39' سطر 1)۔ وہ 4 رمضان سنہ 802ھ = 29 اپریل 1400ء (نجوم جلد 6' ورق 41) کو پھر وہاں سے چلا گیا۔ ابن خلدون خود دمشق میں اپنے پہلے قیام کا صراحت سے ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس نے دمشق کے کتب خانوں میں عربی مخطوطات کے بارے میں کچھ تحقیقاتی کام کیا تھا (دیکھو مقدمہ' جلد 2' صفحات 200 و 201)۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت ابن خلدون نے دمشق سے واپسی پر یروشلم کے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کے لئے فرج سے اجازت طلب کی تھی جو اسے مل گئی تھی۔ ابن خلدون یقیناً" فرج سے پہلے دمشق سے روانہ ہو گیا ہوگا اس لئے کہ وہ آخر ماہ رمضان سنہ 802ھ = 21 مئی 1400ء میں غزہ میں دوبارہ سلطان کی پارٹی سے مل گیا تھا۔ (دیکھو تعریف' مخطوطہ الف' ورق 76 الف)۔

یہ امر کہ ابن خلدون نے یروشلم کی زیارت کی تھی اب تک نامعلوم رہا تھا اور اس کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" ہی سے اس کا پہلی مرتبہ انکشاف ہوا ہے۔ یروشلم' بیت اللحم اور حبرون کی زیارت کے سلسلہ میں اس کے بیان کے لئے دیکھو تعریف' مخطوطہ الف' ورق 76' سطر 5 تا 14۔

16- تیمور بعلبک سے 3 جمادی الاول سنہ 803ھ = 20 دسمبر 1400ء کو روانہ ہو گیا تھا۔ (دیکھو شرف الدین' جلد 3' صفحہ 313)۔

17- ابن خلدون کا یہ فقرہ "اپنے خیمے اور عمارات قائم کئے (ضرب)" خیامہ و ابنیاتہ) غیر معمولی ہے۔ غالباً" "ابنیاتہ" سے پہلے ایک اور لفظ درج کرنا چاہئے تھا۔ یہ "عمارات" غالباً" عارضی تعمیرات تھیں۔ ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 26- اس کی تاریخیں غلط ہیں) بیان کرتا ہے کہ قبتہ یلبغا میں فرج کی افواج "گھروں اور اقامت گاہوں (البیوت و المساکن) میں جاگزیں ہو گئیں۔" تیمور بھی جب کبھی کسی طویل مدت کے لئے خیمہ زن ہوتا تھا' تو اپنے لئے اور بڑے امراء کے لئے مکانات تعمیر کراتا تھا جیسا کہ اس نے حما میں اپنے بیس دن کے قیام کے دوران میں بنائے تھے (شرف الدین' جلد 3' صفحہ 108)۔

18- قبتہ (لغوی معنی "گنبد" مگر اس سے یہاں چھوٹی عبادت گاہ مراد ہے) یلبغا دمشق کے جدید میدان کے ایک سرے پر شہر کی فصیلوں کے جنوب میں تقریباً" دو میل کے فاصلہ

پر مسجد القدم کے قریب تھا۔ اسے یلبغا الیحیاوی نے 747ھ میں تعمیر کرایا تھا اور اس نے اس کا نام قبتہ النصر رکھا تھا (نجوم جلد 5، صفحہ 26، سطر 8۔ جبل قسیون پر بھی ایک اور قبتہ النصر تھا)۔

19- قبتہ یلبغا پر تیمور کا جو دیدبان تھا اسے ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 20، سطر 5) قبتہ سیار کہتا ہے اور شرف الدین (متن، جلد 2، صفحہ 313، سطر 9) کا بھی بیان ہے کہ تیمور نے بعلبک سے روانہ ہونے کے بعد ایک پہاڑی کے دامن میں جسے قبتہ سیار کہتے تھے، پڑاؤ ڈالا تھا (شرف الدین، جلد 3، صفحہ 316، (Seiar Cobhei)۔ قبتہ سیار ربوہ (یا ربوہ) کے قریب قبتہ یلبغا کے مغربی جانب تقریباً دو میل کے فاصلہ پر پہاڑی کی ڈھلان پر واقع تھا اور وہاں سے نہ صرف دمشق بلکہ اس کے گرداگرد ہرمون کی پہاڑی تک کا پورا وسیع علاقہ صاف دکھائی دیتا تھا۔ (دیکھو Wulzinger اور Watzinger، دمشق، جلد 2، صفحہ 120)۔

بہرحال تیمور اس پہاڑی پر "ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ تک" مقیم نہیں رہا اور نہ فرج ہی اتنی مدت تک قبتہ یلبغا میں رہا۔ فرج جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا، اپنا پڑاؤ ڈالنے سے تقریباً دو ہفتے بعد یہ عجلت تمام 21 جمادی الاول 803ھ = 7 جنوری 1401ء کو مصر روانہ ہو گیا اور تیمور نے اس مدت میں اپنا خیمہ جانب جنوب کم سے کم دو مرتبہ منتقل کیا (شرف الدین، جلد 3، صفحات 317 و 322)۔ وہ 15 جمادی الاول 803ھ = 1 جنوری 1401ء کو قبتہ یلبغا کے تقریباً بارہ میل جانب غرب مقام قطنا میں تھا (سلوک، ورق 25 الف، سطر 14۔ نجوم جلد 6، صفحہ 59، سطر 3) اور وہ 20 جمادی الاول 803ھ = 2 جنوری 1401ء کو قبتہ یلبغا کے دس میل جانب جنوب کسوہ میں تھا (العینی، ورق 40 الف، سطر 22)۔ اس اثنا میں اس کی افواج کے دستے داریہ سے جو قبتہ یلبغا کے جانب غرب چار میل کے فاصلہ پر ہے، جھیل حلہ تک جو جبل حرمون کے جنوب میں واقع ہے، گشت کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ حوران میں بھی پہنچ گئے تھے (ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 26، سطر 6)۔

20- ان دو ہفتوں میں جو جھڑپیں اور لڑائیاں ہوئیں ان کی تفصیلات مختلف عربی تاریخوں میں درج ہیں اور شرف الدین نے بھی بیان کی ہیں، لیکن جو مخصوص تاریخیں ان کی دی گئی ہیں، وہ گڈمڈ ہو گئی ہیں، اس صورت میں بھی جبکہ خصوصیت کے ساتھ ان کے دن بھی دے دیئے گئے ہیں۔ خصوصاً سلوک میں (اور اس کی پیروی میں نجوم میں بھی) جو الجھاؤ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقریزی کا ذریعہ معلومات وہ خطوط تھے جو سلطان کے کیمپ واقع دمشق

سے قاہرہ پہنچتے رہے تھے۔ اس کی تاریخیں بعض صورتوں میں خود واقعات کی تاریخیں ہیں' بعض صورتوں میں قاہرہ میں خبروں کے پہنچنے کی تاریخیں ہیں۔ بعض اوقات واقعات کو مختلف مقامات پر دہرایا گیا ہے (مثلاً مقابلہ کیجئے سلوک' ورق 25 الف' سطر 16 کا ورق 25 الف' سطر 24 کے ساتھ)۔ العینی کا بیان مختصر ہے اور اس میں صرف چند تاریخیں دی گئی ہیں۔ شرف الدین تیمور کی فتوحات کی پوری تفصیلات بیان کرتا ہے' مگر تاریخیں نہیں دیتا۔ عربی ماخذوں میں مصری کامیابیوں پر زور دیا گیا ہے۔

بعض جھڑپیں (جیسا کہ ابن خلدون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے) دونوں فوجوں کے ہراول دستوں کے درمیان ہوئی تھیں' مثلاً" وہ جھڑپ جو 25 دسمبر کی سہ پہر کو ہوئی تھی جبکہ فرج کی فوجوں نے تبتہ یلبغا میں پڑاؤ ڈالا تھا' (سلوک' ورق 25 الف' سطر 26 و 25 ب' سطر 1۔ نجوم جلد 6' ورق 58' سطر 6۔ شرف الدین' جلد 3' صفحہ 316) جبکہ عربی تاریخوں کی رو سے ایک سو مصری سواروں نے تیمور کے ہراول دستہ کے ایک ہزار سواروں کو شکست فاش دے کر بھگا دیا تھا۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 313) نے خود کہا تھا کہ مصری رسالہ "دنیا میں بہترین" ہے۔

مگر بعض لڑائیاں زیادہ اہم تھیں' مثلاً" وہ لڑائی جو بظاہر 15 جمادی الاول 803ھ = کیم جنوری 1401ء کو ہوئی تھی (یہ تاریخ 8 جمادی الاول نہیں ہے جیسا کہ نجوم کے حاشیہ میں درج ہے' جلد 6' صفحہ 59' سطور 3 تا 10)' جب مصری میسرہ بھگا دیا گیا تھا تو اس وقت میمنہ نے ایک زبردست حملہ کو پسپا کر دیا تھا جو خود تیمور کی سرکردگی میں کیا گیا تھا اور جس کا مقصد یہ تھا کہ فوجوں کو چیرتے ہوئے شہر تک رسائی حاصل کی جائے۔

آخری بڑی لڑائی جس میں مصریوں نے حصہ لیا تھا' 19 جمادی الاول 803ھ = 5 جنوری 1401ء کو وقوع پذیر ہوئی۔ العینی کے قول کے مطابق (ورق 40 الف' سطر 19 بعد) تیمور اپنا کیمپ چھوڑ کر شحب کی طرف جانب جنوب کو چلا گیا اور کسوہ کی پہاڑی کے عقب میں اپنی فوجوں کو چھپا دیا (دیکھئے نوٹ نمبر 19)۔ مصریوں نے خیال کیا کہ وہ فوجیں بھاگ رہی ہیں' اس لئے کچھ امراء تیمور کی عقبی افواج پر حملہ کرنے کی غرض سے پیچھے پیچھے گئے' لیکن کمین گاہوں سے دستہ پر دستہ نکلا اور مصری کچھ دیر ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے بعد شہر کی جانب بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تیمور نے پیچھا کیا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 322) اس شکست فاش کا حال لکھتے ہوئے کمین گاہ کا ذکر نہیں

کرتے۔ تیمور جانب جنوب غوطہ کو چلا گیا تھا تاکہ اس کے گھوڑے وہاں چرائی کر سکیں، اور مصری یہ خیال کر کے کہ وہ بھاگ رہا ہے، اس کے عقب پر حملہ آور ہو گئے۔ اس پر تیمور نے بذات خود فوجوں کو پلٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ العینی کے بیان کے مطابق یہ تعاقب رک گیا اس سے پیشتر کہ تیمور قبۃ یلبغا تک پہنچے، اور وہ کسوہ میں خیمہ زن ہو گیا۔

21- بعض مصری امراء کی اس شکست فاش کے باوجود مصری افواج کا بڑا حصہ اب بھی بظاہر قبۃ یلبغا پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اسے یقین تھا کہ تیمور کو آخرکار شکست ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے قبل کے دو ہفتوں میں اس بات کے آثار پیدا ہو گئے تھے کہ تیمور کی کچھ فوجیں طویل مہم سے تنگ آ گئی ہیں۔ انہوں نے دمشق کی جانب کوچ سے پہلے بھی اس کی شکایت کی تھی (دیکھئے شرف الدین، جلد 3، صفحہ 308) اور کچھ سپاہی فرار ہو کر مصریوں سے جا بھی ملے تھے اور انہوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ جنگ سے عاجز آ چکے ہیں (سلوک، ورق 25 الف، سطر 26)۔ خود تیمور کا پوتا (بھتیجا نہیں جیسا کہ ابن عرب شاہ نے بیان کیا ہے، جلد 2، صفحہ 40) سلطان حسین اپنے کچھ متبعین کے ساتھ بظاہر 13 جمادی الاول 803ھ = 30 دسمبر 1400ء کو بھاگ کر فوج سے جا ملا تھا (سلوک، ورق 25 ب سطر 3۔ العینی اوراق 39 ب سطر 31 تا 40 الف، سطر 1۔ ابن ایاس، جلد 1 صفحہ 329، سطر 25 اور خصوصیت کے ساتھ شرف الدین، جلد 3، صفحہ 316) شرف الدین کے قول کے مطابق بھی (جلد 3، صفحہ 326، سطر 2) سلطان حسین شاہی افواج کے میسرہ کا کماندار تھا جبکہ انہیں 5 جنوری (دیکھو اوپر کا نوٹ) کو شکست فاش ہوئی اور وہ قیدی بنا لیا گیا۔

مزید برآں خود تیمور نے بار بار صلح کرنے، شام کا علاقہ چھوڑ دینے اور اپنے شاہی قیدیوں کو رہا کرنے کی پیشکش کی تھی بشرطیکہ اطلمش کو جو اس کے امراء میں سے تھا اور حلب میں گرفتار کر لیا گیا تھا، رہائی دے دی جائے (سلوک، ورق 26 الف، سطور 2 و 5۔ نجوم جلد 6، ورق 59، سطر 10۔ العینی، ورق 39 ب" سطر 27، ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 329، سطر 29)۔ اس پیشکش کی شرف الدین (جلد 3، صفحہ 318، سطر 7، صفحہ 320، سطر 30) بھی تصدیق کرتا ہے اگرچہ وہ اس کے ساتھ تیمور کے اس مطالبہ کا بھی ذکر کرتا ہے کہ اس کے نام کا سکہ جاری کیا جائے اور جمعہ کی نماز میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

بعض عبارتوں کے متن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسی قسم کی ایک پیشکش 18 یا 19 جمادی الاول 803ھ = 3 یا 4 جنوری 1401ء کو موصول ہوئی تھی (اگرچہ تاریخ غیر یقینی ہے، دیکھئے

بذیل) اور یہ کہ کچھ مصری امراء نے اسے قبول کر لینے کی سفارش بھی کی تھی۔ لیکن ابن تغری بردی (جلد 6، صفحہ 59، سطر 14) کہتا ہے کہ یہ پیشکش کسی فوجی کمزوری کے احساس کی وجہ سے نہیں کی گئی تھی۔ درحقیقت دمشق کی قسمت کا فیصلہ دوسرے اسباب کی بنا پر ہونا تھا۔

22- ایک شخص شیخ سیف الدین لاجین کو قاہرہ میں سلطان بنانے کے باغیانہ منصوبہ کی اطلاع (دیکھو نجوم، جلد 6، صفحہ 60، سطر 6 اور جلد 6، صفحہ 155، سطر 3) بظاہر مصری امراء کو جمعرات کے دن 20 جمادی الاول 803ھ = 2 جنوری 1401ء کو پہنچی تھی یعنی آخرالذکر لڑائی کے دوسرے دن۔ اس جمعرات کی صبح کو دونوں فوجیں تنہ ۔بلبغا کے جنوب میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں (دیکھئے بالا نوٹ 20) نوروز الحافظی (راس نوبہ، جو پانچویں درجہ پر تھا) مصری میمنہ کا کماندار تھا، ۔شبک الدوادار میسرہ کا اور سلطان فرج قلب کا (العینی، ورق 40 الف، سطر 24)۔

العینی کے بیان کے مطابق تیمور کی فوج ستر صفوں میں صف آرا تھی۔ شرف الدین (جلد 3، صفحہ 327) کے مطابق وہ چوڑائی میں تین چار فرسنگ تھی اور سامنے ہاتھیوں کی صف تھی۔ میمنہ اور میسرہ دونوں میں لڑائیوں کے بعد جو دن کے آخری حصہ تک جاری رہیں، مصریوں میں بڑی کھلبلی مچ گئی۔ انہیں جو اطلاعیں پہنچی تھیں ان کی وجہ سے آئندہ کے طریقہ کار کے بارے میں امراء میں سخت بحث و مباحثہ ہوا (العینی، ورق 40 ب، سطر 1)۔ شرف الدین (جلد 3، صفحہ 328) اس بحث و مباحثہ کی صحیح صحیح تفصیلات دینے کا دعویٰ کرتا ہے جس میں وہ نوروز الحافظی اور ۔شبک وغیرہ کا بھی ذکر کرتا ہے۔

خود ابن خلدون کا بیان ایک اور جگہ درج ہے جس میں اس جمعرات کو امراء کے مابین بحث و مباحثہ پر تیمور کی رائے کا ذکر موجود ہے۔ تیمور نے دیکھا کہ امراء جو ٹکڑیوں میں کھڑے تھے، اس وقت بھی نہیں بڑھے جبکہ وہ بذات خود ان کی جانب گیا اور انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ لہٰذا اس نے خیال کیا کہ وہ فرار ہونے والے ہیں، اور اس لئے وہ اپنے خیمہ میں واپس آ گیا اور وہیں رات گزاری (منہل، اوراق 152 الف، سطر 18، 152 ب، سطر 10- نیز دیکھو نیچے کا نوٹ نمبر 235)۔

سلوک، ورق 26 الف، سطر 5 اور نجوم جلد 6، ورق 59، سطر 18 میں ان باغی امیروں کے غائب ہو جانے کی تاریخ 12 جمادی الاول 803ھ = 29 دسمبر 1400ء دی گئی ہے۔ اس کے

معنی یہ ہوئے کہ یہ فرج کو معلوم ہونے کے ایک ہفتہ بعد کی بات ہے۔ بدیہی طور پر یہ تاریخ 19 جمادی الاول، 803ھ ہونی چاہیے، اس لئے کہ سلطان تنبہ یلبغا سے 21 جمادی الاول 803ھ کو یعنی 6 و 7 جنوری 1401ء کی درمیانی رات کو کوچ کر گیا تھا اور اس نے فرار ہونے والوں کو غزہ میں جا لیا تھا۔ یشبک ان امیروں میں سے ایک تھا جو سلطان فرج کو واپس مصر لے گیا تھا (العینی، ورق 43 ب، سطر 3۔ شرف الدین جلد 3، صفحہ 328) اور مصر آ جانے کے بعد وہ اور نوروز الحافظی ساری حکومت کے مشترکہ طور پر ناظم الامور بنا دیئے گئے تھے (13 جمادی 803ھ = 29 جنوری 1401ء۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 70، سطر 3)، یہ عہدہ افسروں کی درجہ بندی کی ترتیب میں سب سے اعلیٰ تھا۔

23- صالحیہ دمشق کے شمال اور شمال مغرب میں قلعہ سے 11/2 میل کے فاصلہ پر جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔ قاسیون پر سے جو بڑا درہ جاتا ہے، وہ شمال مغرب سے ہوتا ہوا دمر کی طرف چلا جاتا ہے جو شہر سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے، اور فرج کی پارٹی اس درہ میں سے گزری تھی (جو "عقبتہ دمر" کے نام سے مشہور ہے۔ سلوک، ورق 26 الف، سطر 10۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 60، سطر 15)۔ دمر سے ایک سڑک یا راستہ مغرب کی جانب میثلون (میسلون) کو جاتا ہے جو دمر سے جانب غرب دس بارہ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اور ابن عرب شاہ (جلد 2 صفحہ 72، سطر 7) کے بیان کے مطابق قاضی صدر الدین السناوی کو وہاں تیمور کے چند سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا (دیکھو نجوم، جلد 6 صفحہ 61، سطر 9) اگرچہ ابن خلدون اس کی گرفتاری کا مقام شقحب بتاتا ہے اور ابن ایاس (جلد 1، صفحہ 334، سطر 5) خود شہر دمشق میں (دیکھو نیچے کا نوٹ 81)۔

میثلون سے ایک سڑک جانب شمال .علبک کو جاتی تھی جس سے العینی کے اس بیان کی توجیہ ہو جاتی ہے (ورق 40 ب، سطر 4) کہ امراء کی جماعت .علبک والی سڑک سے گئی تھی۔

24- ابن خلدون کا یہ مختصر سا بیان کہ پہاڑ عبور کرنے کے بعد فرج کی پارٹی ساحل سمندر کے برابر برابر غزہ تک گئی، تشریح طلب ہے، مابعد کے اس بیان کی وجہ سے جو اس نے خود قاہرہ کو اپنی واپسی کے متعلق دیا ہے۔

دمر سے فرج کی پارٹی جبل ہرمون (جبل الثلج) کے شمالی کنارے کے گرداگرد ہو کر جانب غرب اور پھر پہاڑ کے مغربی حصہ پر سے ہوتے ہوئے جانب جنوب مڑ گئی۔ العینی

(ورق 40 ب سطر 5) لکھتا ہے کہ وہ لوگ اس کے "اوپر سے" (من فوق) گزرے تھے۔ ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 54' سطر 4) زیادہ صحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ وادی تیم (وادی تیم اللہ) کی راہ سے گئے تھے جو دمشق اور صفد کی درمیانی سڑک پر جبل ہرمون کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ دمرے راستہ کے اس حصہ کے لئے سلوک (ورق 26 الف' سطر 10) میں "ساحلی راستہ سے" (من جت الساحل) کا جملہ درج ہے۔ بدیہی طور پر یہ اس عام راستہ سے مختلف ہے جو دمشق سے غزہ کو اور براہ کسوہ جانب جنوب جاتا ہے (یہ وہ جگہ ہے جہاں تیمور خیمہ زن تھا) اس سے پہلے کہ دریائے اردن کو جانب جنوب عبور کیا جائے۔

العینی کے بیان کے مطابق (ورق 40 ب' سطر 25) پارٹی نے جبل ہرمون سے عکہ والی سڑک پکڑی' جس کا ذکر وہ دوبارہ ان مختلف راستوں کی فہرست میں کرتا ہے جن سے دوسرے امراء بعد ازاں دمشق اور حلب سے فرار ہوئے۔ "عکہ والی سڑک" کا ذکر دوسرے عرب مصنفین نے نہیں کیا چنانچہ ممکن ہے کہ العینی کی مراد وہ سڑک ہو جو جانب عکہ جاتی ہے یا وہ جس پر چل کر عکہ پہنچا جا سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ فرج اس بندرگاہ کو گیا تھا۔ مقریزی (سلوک' ورق 26 الف' سطر 10) بیان کرتا ہے کہ پارٹی صفد سے "گزری" نائب کو طلب کیا اور اسے اپنے ساتھ غزہ لے گئی۔ نجوم (جلد 6' صفحہ 60' سطر 17) میں پارٹی کا واقعتاً" صفد جانا بیان کیا گیا ہے۔

امکان یہ ہے کہ فرج نے جو راستہ اختیار کیا وہ عکہ اور صفد کے درمیان واقع ہے۔ دمشق سے غزہ جانے والی ساحلی سڑک تک پہنچنے کا یہی سب سے مختصر راستہ ہوتا ہے۔ شاید یہ سڑک قاقون پر مل جاتی ہے جو عکہ سے تقریباً" 37 میل جنوب میں اور صفد سے 50 میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔

فرج کی پارٹی نے جو راستہ اختیار کیا اس کی تفصیلات بیان کرنے میں جو بظاہر گنجلک ہے' اس کی بنا پر ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 330' سطر 9) نے یہ مہمل بات کہہ دی ہے کہ دمر سے (متن میں قدمر درج ہے) پارٹی "بحیرہ روم کے ساحل پر اتری (نزلوا علی ساحل البحر المالح) اور صفد کو گئی۔" اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ابن ایاس نے صفد کو بندرگاہ سمجھا۔ اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا (نوٹ 182 و 190) ابن خلدون نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔

25- "سپاہیوں" سے یہاں فرج کی افواج کا اہم حصہ مراد ہے جو تبتہ ۔لبغا میں خیمہ

زن تھا اور ان میں بعض امراء بھی شامل ہیں علاوہ ان کے جو براہ راست الصالحیہ سے اس کے پیچھے پیچھے گئے اور علاوہ شاہی فوجوں کے اور ان کے جو شہر کے اندر تھے۔ ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 48 سطر 17) بیان کرتا ہے کہ تبتہ۔یلبغا میں کوئی بھی باقی نہیں رہا تھا۔

26- یہ غیر اغلب ہے کہ مصری فراریوں میں سے اکثر بلکہ کئی اشخاص' شقحب کے راستے سے گئے ہوں کیونکہ تیمور کی فوج (شقحب جانے والی سڑک پر) کسوہ میں خیمہ زن تھی اور تبتہ۔یلبغا کے جنوب میں سارے علاقہ پر قابض تھی جس پر تیمور نے دوسرے ہی دن قبضہ کر لیا تھا۔ ان مصریوں کا فرار جو فرج سے جا ملنے کی کوشش میں تھے' جانب غرب (نہ کہ جانب جنوب) تھا۔ العینی نے اس کی تفصیلات دی ہیں' ورق 40 ب سطر 4۔ سلوک' ورق 27 ب' سطر 12۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 61' سطر 14۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 335' سطر 22۔

27- فرج اور اس کے امراء کے بھاگ جانے سے دمشق میں کوئی کماندار باقی نہ رہا تھا' کیونکہ وہاں کا نائب یعنی تغری بردی (والد مورخ) بھی دوسروں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 61' سطر 21 مقابلہ کرو سلوک سے' ورق 26 الف' سطر 16)۔ صرف چار چھوٹے امیر (جو امرائے عشرہ کے درجے کے تھے) باقی رہ گئے تھے (العینی' ورق 40 ب' سطر 7)۔ شہر کا دفاع شہریوں پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور فرج کے فرار ہو جانے کے بعد اگلی صبح کو یعنی جمعہ 21 جمادی الاول 803ھ = 7 جنوری 1401ء کو باہر بھی نکلے اور دشمن کو پسپا کر دیا (العینی ورق 41 الف' سطر 30۔ سلوک' ورق 26 الف۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 61' سطر 19 ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 331' سطر 5)۔ مشورہ اور رہنمائی کے لئے شہری قاضیوں پر انحصار رکھتے تھے اور بظاہر وہ ان امور میں ابن خلدون کے تجربہ سے آگاہ تھے۔

یہیں سے مملوکوں اور منگولوں کی آویزش میں ابن خلدون کا عملی کردار شروع ہوتا ہے' اور ہم اسے سیاسی اور سفارتی میدان میں دوبارہ داخل ہوتے دیکھتے ہیں جس میں وہ پہلے بھی شمالی افریقہ' ہسپانیہ اور مصر میں نمایاں طور پر حصہ لے چکا تھا۔

ابن خلدون نے دمشق کی حوالگی سے قبل کے اہم واقعات کا جو مختصر خلاصہ دیا ہے اس سے بظاہر مقصود یہی تھا کہ وہ تیمور سے اپنی ملاقات کا جسے وہ اب بیان کرنے والا ہے پس منظر اور ماحول بتائے۔ اس موقع پر اسے وقت اور جگہ کی تفصیلات سے کوئی غرض نہیں تھی۔ غالباً" اسے ان تفصیلات میں سے بعض کا علم اس وقت ہوا جبکہ وہ فصیل کے باہر تیمور

کے ساتھ تھا۔

28- علادلیہ کالج کی مسجد (مدرسہ) جامع اموی کے شمال مغربی جانب ہے جو شہر کے شمال مغربی حصہ میں قلعہ سے تقریباً" 250 فٹ جانب مشرق واقع ہے۔ علادلیہ مسجد کی تفصیلات کے لئے دیکھو ایچ سوویئر (Sauvaire) کا مضمون (Description de Damas) جرنل ایشیاٹک' 1894' صفحات 423 و 424- ولزنگر اور واٹ زنگر دمشق' جلد 2' صفحہ 61- تلاس Les Mosques de Damas صفحہ 238-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ابن خلدون سلطان کے ہمراہ 6 جمادی الاول 803ھ = 23 دسمبر 1400ء کو شہر میں داخل ہوا تو اس وقت اس نے اس جگہ پر اقامت اختیار کی اس سے قبل کہ فرج تبتہ ۔بلبغا جائے۔ اس امر کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ آیا ابن خلدون نے پہلی مرتبہ دمشق آنے کے موقع پر وہاں قیام کیا تھا یا نہیں (دیکھو اوپر کا نوٹ 15)-

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 58' سطر 62) آٹھ قاضیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس وقت علادلیہ میں جمع تھے اور بیان کرتا ہے کہ انہوں نے ابن خلدون کو "معاملات کا ذمہ دار" بنا دیا تھا (اس غلط فہمی اور الجھاؤ کے بارے میں نیچے کے نوٹ 41 اور 48 دیکھو)۔

عبدالقادر المغربی کا ایک مقالہ ہے جس میں (صفحات 42-47) "علادلیہ مسجد میں ابن خلدون کے قیام" کا بیان ہے۔ لیکن یہ زیادہ تر ناول کے رنگ میں ہے جس میں تاریخی حقائق کی جانب کم توجہ کی گئی ہے۔ نیز دیکھو Mitteilungen des Sprachen seminars fur Orientalische برلن' 1929' صفحات 222-223-

29- یہ معاہدہ تیمور کی پیشکش کا رد عمل تھا جسے دو قاصد لائے تھے۔ انہوں نے فصیل کے نیچے سے چلا چلا کر دور سے یہ بات کہی تھی کہ "امیر صلح کا خواہش مند ہے' اس لئے کسی سمجھدار آدمی کو بھیجو تاکہ وہ اس سے اس بارے میں گفتگو کرے۔" "سلوک' ورق 26 الف' سطر 25- نجوم' جلد 6' صفحہ 63' سطر 20)- ابن ایاس کے بیان کے مطابق (جلد 1' صفحہ 331' سطر 19)- تیمور نے 23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء کو اتوار کے دن پیغام بھیجا تھا کہ صلح کی شرائط طے کرنے کی غرض سے کسی کو بھیجا جائے۔

30- شام کے شہروں مثلاً" حلب' دمشق اور کرک کے قلعوں کے نائبین براہ راست سلطان کی جانب سے قاہرہ میں مقرر کئے گئے تھے۔ وہ خود شہر کے نائب اور دوسرے عمال حکومت سے آزاد تھے اور ذاتی طور پر قاہرہ کے حاکم کے روبرو جواب دہ تھے (دیکھو گوڈ

فرائے داموبیین' La Syrie اشاریہ جلد 3' لفظ نائب القلعہ)۔ اس زمانہ میں قلعہ دمشق کے نائب کا نام العینی کے مطابق یزہ دار تھا (ورق 41 ب سطر 14- متن میں اعراب دیئے گئے ہیں)۔ ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 76' سطر 11) اس کا نام "ازدر" بتاتا ہے' شرف الدین (جلد 3' صفحات 335 و 348) یزدار "قلعہ کا محافظ کوتوال" بتاتا ہے (دیکھو فارسی متن' جلد 2' صفحہ 330)- ابن خلدون کا مطلب یہ ہے کہ یزہ دار نے تیمور سے صلح کی درخواست کرنے کو ناپسند کیا تھا۔ قاضیوں کو بدیہی طور پر یہ توقع تھی کہ وہ شہر کے باب النصر میں سے باہر نکل جائیں گے' لیکن چونکہ یہ دروازہ عین قلعہ کے نیچے واقع تھا اس لئے قلعہ کا نائب وہاں سے ان کا اخراج روک سکتا تھا۔

31- ابراہیم ابن شمس الدین محمد ابن مفلح الحنبلی الدمشقی (متوفی اواخر شعبان 803ھ = اپریل 1401ء) عام طور پر برہان الدین کے نام سے مشہور نہیں تھا جیسا کہ ابن خلدون نے یہاں اور دوسرے مقامات پر لکھا ہے' بلکہ اس کا نام تقی الدین تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 62' سطر 18' صفحہ 153' سطر 6)- اس کی تعلیم اور سیرت کے بارے میں سخاوی نے جلد 1' صفحات 167 و 168 میں اچھی رائے دی ہے۔ وہ تیمور کی خدمت میں جو سفارت لے کر گیا تھا' اس کا مقابلہ سخاوی نے (محل مذکور میں) ابن تیمیہ کی ملاقات سے کیا ہے جو ایک صدی پہلے غازان خاں سے دمشق میں ہوئی تھی۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 331' سطر 22) کہتا ہے کہ تقی الدین کو اس لئے منتخب کیا گیا تھا کہ "وہ ترکی اور فارسی سے واقف تھا۔" ذیل کے حواشی میں اس کے بارے میں حوالے دیکھو۔

32- ابن مفلح کی تیمور سے یہ پہلی ملاقات جمعہ کے دن 21 جمادی الاول 803ھ = 7 جنوری 1401ء کو ہوئی۔ "صوفی درویشوں" کے لئے متن میں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ الفقرا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "نادار لوگ"۔ فقراء اور صوفیا کی یکسانیت اور ان کے مذہبی شعائر کے لئے دیکھئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' لفظ فقیر' اور مثلاً" نجوم جلد 6' صفحہ 355' سطور 7 سے 10- ابن الفرات' جلد 9' اشاریہ لفظ فقراء۔

زاویہ یعنی درویشوں کی عبادت گاہ' خانقاہ یا لنگر خانہ کے لئے دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 395' سطر 18' "مشائخ الزاویہ" اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' مقالہ "زاویہ"۔ صوفیوں کا بڑا لنگر خانہ خانقا یا خانقاہ کہلاتا تھا جس کے لئے دیکھو گوڈفرائے داموبیین La Syrie' صفحہ lxxix حاشیہ 1' وغیرہ۔

ابن خلدون کے متن میں امید کی جا سکتی تھی کہ وہ کسی خاص خانقاہ یا عبادت گاہ کا نام لیتا اور ممکن ہے کہ متن سے کچھ الفاظ غائب ہو گئے ہوں جیسا کہ تعریف کے مخطوطہ الف' ورق 79' سطر 18 میں خالی جگہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دمشق میں صوفیوں کے بڑے لنگرخانہ کا نام صلاصیہ تھا جسے اس کے بانی علی ابن محمد السمیاطی کے نام پر سمیساطیہ یا شمیساطیہ بھی کہا جاتا تھا' (صبح' جلد 7' صفحہ 101- گوڈفرائے داموبین' La Syrie' صفحہ 163' تلاس محل مذکور' صفحہ 226)۔

بہرحال یہ امر معنی خیز ہے کہ مختلف شہروں میں تیمور کے بہت سے جاسوسوں اور مخبروں میں شمیساطیہ کا ایک صوفی بھی تھا' اور یہ کہ خود تیمور "ایک مرتبہ شمیساطیہ کے فقراء کے مابین دیکھا گیا تھا" (ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 804' سطر 8 صفحہ 810' سطر 12)۔ دمشق میں تیمور کے مخبروں کے لئے دیکھو ہل۔ ڈی خیانیلی کی کتاب Vita Tamerlani محل مذکور صفحات 134 تا 141۔

اگر یہ درست ہے کہ ابن مفلح صوفی شیخ کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا تو اغلباً قاضی کا خیال تھا کہ تیمور اس کا استقبال زیادہ خوشنودی کے ساتھ کرے گا۔ ایک اور سلسلہ میں شرف الدین (جلد 3' صفحات 314-315) اور نظام الدین شامی (مرتبہ Tauer' صفحہ 230 بعد) بیان کرتے ہیں کہ فرج نے تیمور کو قتل کرنے کے منصوبہ کے ضمن میں تین قاصدوں کو فقیروں کے بھیس میں تیمور کے کیمپ میں بھیجا تھا تاکہ وہ اسے اس کے ذاتی خیمہ میں حالت نماز میں قتل کر دیں۔ لیکن جاسوس گرفتار کر لئے گئے اور قتل کر دیئے گئے۔ یہ بات کہ تیمور فضلاء اور فقراء کا دوست تھا' کافی مشہور ہے۔

33- متن میں "انہیں" کے لئے "ھم" استعمال کیا گیا ہے جو جمع مذکر ہے' تثنیہ نہیں۔ یہ واضح نہیں کہ آیا یہ سہو ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن مفلح اور صوفی شیخ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 331' سطر 23) میں ہے :- "اور اس کے دمشق کے پانچ اعیان تھے۔" اور وہ بیان کرتا ہے کہ ابن مفلح تیمور کے پاس صرف تھوڑی دیر کے لئے (ساعۃ) ٹھہرا تھا۔

34- ابن تغری بردی (نجوم' جلد 6' 62' سطر 20' 63' سطر 3' دیکھو سلوک ورق 26 الف' سطر 28- ابن ایاس' جلد 1' 331' سطر 26) ان باتوں کو بیان کرتا ہے جو تیمور نے اس غرض سے کہی تھیں کہ ابن مفلح کو اپنے ارادوں کے بارے میں دھوکے میں رکھے' یہ کہ اگر سودون

نے اس کے ایلچیوں کو قتل نہ کیا ہوتا تو وہ شام آتا ہی نہیں' لیکن سودون اب اس کا قیدی تھا اور اب وہ اپنی روانگی کے لئے جس نذرانہ کا مطالبہ کر رہا تھا وہ شہر کی حوالگی پر دستور کے مطابق دیا جاتا تھا (دیکھو ذیل میں)۔ بظاہر ابن خلدون کے بیان کے مطابق عمائدین اور قاضی حوالگی کی شرائط طے کرنے کے لئے آنے والے تھے۔

-35 چونکہ شہر کے سارے دروازے شہر کے امراء اور نائبین نے بند کر دیئے تھے (نجوم' جلد 6' صفحہ 61' سطر 21) اور قلعہ کے نائب نے باب النصر سے باہر جانے کو منع کر دیا تھا اس لئے ابن مفلح فصیل شہر سے نیچے لٹکایا گیا' (سلوک' ورق 26 الف' سطر 27- نجوم' (جلد 6' 62' سطر 17-63' سطر 20)- صرف ابن ایاس جلد 1' صفحہ 331' سطر 22' صفحہ 332' سطر 7) نیچے اترنے کے لئے رسی (سریاق - سریاقت) کے استعمال کا ذکر کرتا ہے۔ (دیکھو دوزی) تیمور کا کیمپ اب اغلباً" تحتہ یلبغا پر تھا جس پر ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 52' سطر 2- دیکھو صفحہ 48 الخ) کے قول کے مطابق تیمور نے فرج کے چلے جانے کے بعد قبضہ کر لیا تھا۔ شاید شرف الدین (جلد 3' صفحہ 332) اس مقام کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے' جب وہ کہتا ہے کہ تیمور کے عمال اور سپاہی "مضافات میں" قیام پذیر ہو گئے اور وہاں انہیں فرنیچر' اسلحہ' متفرق اشیا اور ہر قسم کا سامان تجارت بافراط ملا۔ لیکن وہ اس واقعہ کی تاریخ دو دن بعد دیتا ہے یعنی (23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء) یہ کہ تیمور کے لشکر کا قلب تحتہ یلبغا میں رہا' ابن عرب شاہ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے دمشق کا نائب سودون (سیدی سودون) جو حلب گیا تھا اور وہاں گرفتار ہو گیا تھا۔ بعد کو تحتہ یلبغا میں حالت اسیری میں مرگیا۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 316) بیان کرتا ہے کہ سودون اسی دن قتل کر دیا گیا تھا جب بعد کو صبح کے وقت سلطان حسین فرار ہو کر شامیوں سے جا ملا تھا۔ (دیکھو سلوک' ورق 25 ب' سطر 2' جہاں تاریخ 13 جمادی الاول 803ھ = 30 دسمبر 1400ء دی گئی ہے) لیکن نجوم' (جلد 6' صفحہ 63' سطر 1) کے مطابق سودون بظاہر ابن مفلح کی تیمور سے پہلی ملاقات کے وقت تک زندہ تھا۔ نیز دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 149' سطر 21 جہاں سودون کی وفات کی تاریخ آخر رجب 803ھ = مارچ 1401ء میں بتائی گئی ہے۔

اگرچہ تیمور کے لشکر کا قلب بظاہر تحتہ یلبغا میں مقیم رہا' تاہم اس سے یہ امکان ہنوز باقی رہتا ہے کہ وہ بذات خود قصر الابلق میں قیام پذیر رہا ہو۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 332) لکھتا ہے کہ تیمور غالباً" 23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء کو الابلق میں اترا تھا اور

(جلد 3، صفحہ 333) پھر اپنے کیمپ میں واپس آ گیا تھا، پھر شرف الدین (جلد 3، صفحہ 340) بیان کرتا ہے کہ قلعہ کی حوالگی کے بعد (ذیل میں دیکھو) تیمور قصرالابلق سے .بتحاس کے مکان میں رہنے کے لئے چلا گیا اور ساتھ ہی الابلق کو منہدم کرنے کا حکم دے گیا۔ اور جب تیمور نے دمشق چھوڑ دیا تو شرف الدین کے قول کے مطابق وہ قبیبات سے جو شہر کے مغرب میں اور الابلق کے جنوب میں ایک حصہ ہے، یکایک روانہ ہو گیا، جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہرحال تبتہ یلبغا کی بہ نسبت شہر سے زیادہ نزدیک تھا۔ ابن خلدون خود ایک موقع پر بیان کرتا ہے کہ اس نے الابلق میں تیمور سے ملاقات کی تھی (دیکھو نیچے کا نوٹ 150)۔ چنانچہ اغلب ہے کہ ابن خلدون تیمور سے پہلی ملاقات کے بعد مستقلاً" تیمور کے کیمپ میں نہیں ٹھہرایا گیا تھا بلکہ وہ خود شہر سے باآسانی اس کے پاس آ جا سکتا تھا۔

36- مخطوطوں میں "ماصحبہم من التقلمتہ" کے الفاظ ملتے ہیں۔ "صحبہم" سے متن میں کوئی مفہوم پیدا نہیں ہوتا، اس لئے اس کی بجائے "بحبتہم" پڑھا گیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "ان کی معیت میں"۔ ابن خلدون عبر، جلد 7، صفحہ 456، سطر 2 میں بھی موخرالذکر اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ وہ نذرانے (تقدمہ) جن کا مطالبہ تیمور نے ابن مفلح کی پہلی ملاقات کے وقت کیا تھا (دیکھو بالا) "طقزات" کہلاتے تھے (سلوک ورق 26 ب، سطر 5۔ نجوم جلد 6، صفحہ 63، سطر 3، تقدمتہ من الطقزات) طقزات کے معنی "نو کے گروہ" کے ہیں جو عام طور پر مختلف قسم کے کھانے پینے کی چیزوں، کپڑوں، جانوروں وغیرہ پر مشتمل ہوتے تھے۔ تیمور نے اس ہفتہ کو (22 جمادی الاول، 803ھ = 8 جنوری 1401ء) قاصد بھیجے تھے اور دوبارہ ان موعودہ تحائف کا مطالبہ کیا تھا (سلوک، ورق 26 ب، سطر 2۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 63، سطر 13) اور ابن مفلح بہ عجلت تمام انہیں لانے گیا تھا (نجوم I، جلد 6، صفحہ 63، سطر 14)۔

37- تیمور سے ابن مفلح کی یہ دوسری ملاقات ہفتہ کے دن 22 جمادی الاول 803ھ = 8 جنوری 1401ء کو ہوئی اور ابن مفلح 23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء کو اتوار کے دن صبح کے وقت شہر واپس آ گیا (سلوک، ورق 26 الف۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 63، سطر 21، صفحہ 64، سطر 1) اگرچہ ابن ایاس (جلد I، صفحہ 332 و 308) اس ملاقات کو پیر کے دن 24 جمادی الاول 803ھ = 10 جنوری 1401ء کو قرار دیتا ہے، اور واپسی منگل کو۔

جو لوگ ابن مفلح کے ساتھ اس دوسری ملاقات کے موقع پر گئے، وہ قاضی، فقیہ، عمائدین اور تاجر تھے (سلوک، ورق 26 ب، سطر 4۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 63، سطر 14)۔ مگر شرف

الدین' جلد 3' صفحہ 333' میں لکھتا ہے کہ شریف' قاضی' امام' عالم وغیرہ تھے۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 332' سطر 6 میں عالموں' قاضیوں اور مشائخ کا ذکر کرتا ہے۔

وہ پہلے باب النصر گئے (سلوک' ورق 26 ب' سطر 15- نجوم' جلد 6' صفحہ 63' سطر 16)' لیکن جیسا کہ پہلے دن ہوا' قلعہ کے نائب نے دروازہ کھلوانے سے انکار کر دیا۔ اس لئے وہ فصیل کے دوسرے حصہ کی جانب جانے اور تحائف نیچے اتارنے اور پھر خود زمین پر اترنے پر مجبور ہوئے (سلوک' ورق 26 ب' سطر 7- نجوم' جلد 6' صفحہ 63' سطر 19- ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 332' سطر 7)- شرف الدین (جلد 3' صفحہ 333) یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ انہوں نے تحائف باہر لے جانے کے لئے دروازے کھول دیئے تھے۔

38- "نامے" اصل متن میں "رقاع" (رقعہ کی جمع) ہے' جس کے معنی ہیں (کاغذ کے) "ٹکڑے"- سلوک (ورق 26 ب' سطر 10- دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 64' سطر 4) میں "ایک کاغذ" (ورقہ) درج ہے۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 332' سطر 8) میں "ایک مختصر یادداشت" (مثال' یعنی ایسی یادداشت جس میں کسی حکم یا فیصلہ کا خلاصہ درج ہو اور جسے کسی سرکاری محکمہ میں رسمی الفاظ میں درج کرنا مقصود ہو) کے الفاظ ہیں۔ یادداشت میں نو سطریں تھیں (سلوک' نجوم' ابن ایاس)۔ سلوک اور نجوم کے بیان کے مطابق عام معافی "بالخصوص (خاصتہ) دمشق کے شہریوں اور ان کے اہل و عیال کے لئے تھی۔ ایک اور سلسلہ میں لفظ "بالخصوص" کے اطلاق سے مصری فوجوں کو خارج رکھا گیا ہے جو شہر میں عارضی طور پر متعین تھیں (دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 65' سطر 21)- یہ فرمان جامع اموی میں پڑھا گیا تھا (سلوک' ورق 26 ب' سطر 11- نجوم' جلد 6' صفحہ 64 سطر 4- ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 332' سطر 9)-

جو لوگ تیمور سے ملاقات کرنے آئے تھے انہوں نے ہفتہ کی رات یعنی 22 جمادی الاول 803ھ = 8 جنوری 1401ء اس کے کیمپ میں گزاری تھی اور اتوار کی صبح یعنی 23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء کو معافی نامہ لے کر واپس ہو گئے تھے (سلوک' ورق 26 ب' سطر 8- نجوم' جلد 6' صفحہ 63' سطر 21)- عربی میں ہفتہ کی رات کو حسب معمول "اتوار کی رات" کہا جاتا ہے۔

39- تیمور کے کسی ایک امیر کو شہر پر حکومت کرنے کے لئے قبول کرنے کا جو معاہدہ ہوا تھا اس کے بارے میں ابن خلدون کے بیان کا خصوصی ذکر سلوک یا نجوم میں نہیں ملتا۔ لیکن یہ اس امر میں مضمر ہے کہ سفارتی مشن کی واپسی پر شہر کی فصیل کا صرف چھوٹا دروازہ

(الباب الصغیر) جو اس کے وسط سے جنوب کی جانب ہے کھولا گیا تھا اور تیمور کا ایک امیر وہاں "بیٹھا تھا" تاکہ تیمور کی فوج کے داخلہ کو، جو وہاں سے ممکن تھا، روکے (سلوک، ورق 26 ب، سطر 12- نجوم، جلد 6، صفحہ 64، سطر 5- ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطر 14)-

برخلاف اس کے سلوک (ورق 26 ب، سطر 9) اور نجوم (جلد 6، صفحہ 64، سطر 1) کے بیان کے مطابق اس ملاقات کے موقع پر تیمور نے بعض ملاقاتیوں کو بطور عمال مقرر کر دیا تھا جن میں قاضی بھی تھے (نجوم، قاضی القضاۃ) اور ایک وزیر اور تحصیلدار (مستخرج الاموال) بھی تھا۔ ابن خلدون ان رسمی تقرریوں کا یہاں پر ذکر نہیں کرتا، بلکہ بعد کو وہ ان کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس موقع پر جس کے بارے میں ہم بعد میں رائے ظاہر کریں گے کہ وہ اس کی دوسری ملاقات تھی (دیکھو نوٹ 115)- ابن ایاس ان تقرریوں کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔

اگر یہ قیاس صحیح ہے تو ان بیانات میں دو یا زیادہ مجلسوں کی تفصیلات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ اس سے اس بات کی بھی تشریح ہو جاتی ہے کہ ابن ایاس کی تاریخوں میں اور سلوک اور نجوم میں مندرجہ تاریخوں میں باہم ایک یا دو دن کا اختلاف کیوں ہے۔

40- تیمور سے ابن مفلح کی دوسری ملاقات کا جو حال ابن خلدون نے لکھا ہے یہ بیان اس کے فوراً بعد آتا ہے اور اسے محض حرف عطف یعنی واؤ (اور) سے ملا دیا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تیمور نے دوسری ملاقات کے موقع پر ابن خلدون کے بارے میں دریافت کیا ہوگا اور یہ کہ ابن مفلح نے اس کا تذکرہ ابن خلدون سے اس وقت کیا ہوگا جب وہ 23 جمادی الاول 803ھ = 9 جنوری 1401ء کو اتوار کی صبح کو واپس آگیا ہو گا (دیکھو بالا، نوٹ 38)- اس لئے ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات (دیکھو بعد کے نوٹ) اس اتوار کو یا اس کے بعد ہوئی ہو گی۔

41- تیمور کو دمشق میں ابن خلدون کی موجودگی کا علم کیسے ہوا، اس کے بارے میں صرف قیاس آرائی ہی کی جا سکتی ہے۔ مندرجہ ذیل امکانات ہو سکتے ہیں: ممکن ہے ابن مفلح نے تیمور سے کہا ہو کہ ابن خلدون ان قاضیوں اور امیروں میں ہے جو پیچھے رہ گئے تھے جب کہ فرج اور اس کی پارٹی قاہرہ کی طرف بھاگ نکلی تھی اور یہ کہ ابن خلدون ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے مسجد عادلیہ والے جلسہ میں دمشق کے عمائدین کو شہر حوالہ کر دینے اور تیمور سے صلح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اگر ابن مفلح نے تیمور سے یہ کہہ دیا تھا تو پھر تیمور کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ ابن خلدون کے بارے میں کچھ پوچھے۔

ابن عرب شاہ نے ابن خلدون کی تیمور سے پہلی ملاقات کا جو حال لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیمور کو ابن خلدون کی موجودگی کا پہلے سے کوئی علم نہ تھا' اس لئے وہ ابن مفلح سے اس کے بارے میں کوئی استفسار نہ کر سکتا تھا۔ ابن عرب شاہ کے بیان کے مطابق ابن خلدون سے تیمور کی واقفیت صرف اس وقت ہوئی جب کہ وہ فاتح کے روبرو پیش ہوا جو مختلف قاضیوں کی شخصیت سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک یعنی ابن خلدون کے خصوصی اور مختلف لباس کو دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ "یہ شخص تو تمہارے ملک کا رہنے والا نہیں ہے" (جلد 2' صفحہ 64' سطر 9۔ کلکتہ ایڈیشن' صفحہ 212' سطر 9)۔

لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ تیمور کو ابن خلدون اور دمشق کے دوسرے نمائدین کے بارے میں اپنے جاسوسوں اور مخبروں کے ذریعہ سے جو شہر میں تھے' واقفیت حاصل ہو چکی ہو (دیکھو بالا نوٹ 32)۔

42- یہ مسجد عادلیہ تھی جو جامع اموی کے قریب واقع تھی (دیکھو بالا نوٹ 28)۔

43- یہ غالباً" اتوار کی رات (عربی میں "پیر کی رات") یعنی 24 جماوی الاول 803ھ = 10 جنوری 1401ء ہو گی۔

44- جب ابن مفلح پچھلے جمعہ کی رات (عربی میں "ہفتہ کی رات") کو اپنی پہلی ملاقات سے واپس ہوا تھا تو صلح کی پیشکش منظور کر لینے کی مخالفت کی گئی تھی اور کہیں ہفتہ کی صبح (22 جماوی الاول 803ھ = 8 جنوری 1401ء) کو ابن مفلح کی رائے غالب آئی تھی (سلوک ورق 26 ب سطر 1۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 93' سطر 9)۔ بظاہر مخالفت اب پھر از سرنو شروع ہو گئی جب کہ شرائط صلح (دیکھو بالا' نوٹ 38) جامع اموی میں پڑھ کر سنائی گئیں۔

45- ابن خلدون کے اندیشہ کی وجہ یہ تھی کہ اس نے صلح کی درخواست کرنے کے لئے تیمور کی خدمت میں وفد بھیجنے کا مشورہ دیا تھا۔

46- یہ بظاہر 24 جماوی الاول 803ھ = 10 جنوری 1401ء یعنی پیر کی صبح کا واقعہ ہے۔

47- فصیل سے اترنے میں ابن خلدون نے ابن مفلح اور اس کی پارٹی کی پیروی کی تھی جب کہ وہ پہلی دفعہ تیمور سے ملاقات کرنے کے لئے دمشق سے روانہ ہوئے تھے۔ منہل (ورق 49 ب' سطر 8) کے مطابق ابن خلدون نے رسی (حبل) استعمال کی تھی۔ سلوک (ورق 28 الف) میں اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے (دیکھو بالا' نوٹ 35 میں)۔

48- اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ابن عرب شاہ نے یہ لکھنے میں غلطی کی ہے

کہ قاضی ابن خلدون کو اپنے ساتھ لے گئے تھے (جلد 2، صفحہ 62، سطر 8، جہاں متن بظاہر یوں پڑھنا چاہئے: "وہ اسے اپنے ساتھ لے جانے سے باز نہ رہ سکے۔") دیکھو نوٹ 41۔

اگرچہ ابن خلدون بیان کرتا ہے (دیکھو نوٹ 207) کہ اس کے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ تیمور سے ملاقات کرے اس لئے کہ خود تیمور نے اس کے بارے میں استفسار کیا تھا، اور اگرچہ ظاہر ہے کہ وہ خود قاضیوں کے جانے سے پہلے تیمور کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور اگرچہ وہ قاضیوں کو اپنے جانے کی خواہش کی وجہ بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی سلامتی خطرے میں ہے، تاہم نتیجہ سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی اصل وجہ کم از کم جزوا" یہ تھی کہ وہ الگ جانا چاہتا تھا اور مصریوں اور شامیوں سے حتی المقدور قطع تعلق کرنا چاہتا تھا۔

-49 شاہ ملک تیمور کے ممتاز امراء میں تھا جو تیمور کی جانب سے دمشق کا نائب مقرر ہوا تھا (نجوم، جلد 6، صفحہ 65، سطر 4)۔ دیکھو اس کے متعلق ذیل میں، نوٹ 160۔ نجوم، جلد 6، جا بجا۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطر 25۔ تیمور کی وفات کے بعد شاہ ملک نے جو اہم کردار ادا کیا اس کی پوری تفصیل بارتھولڈ نے الغ بیگ کے حالات میں دے دی ہے۔

-50 چغتائی خان، چنگیز خان کے چار بیٹوں میں سے تھا اور ترکستان، کاشغر، فرغانہ اور ماورائے جیحوں اور دوسرے علاقوں کا حکمران تھا (دیکھو نوٹ 215)۔ منگولوں کے قبائلی قانون یاسا سے جسے چنگیز خان نے مدون کیا تھا، بہت زیادہ واقفیت رکھنے کی وجہ سے اس کا زبردست اثر و رسوخ تھا۔ تیمور کے ماتحت چغتائیوں کو اس کے دربار میں خصوصی حیثیت حاصل تھی (دیکھو بارتولڈ Vorlesungen، صفحات 214، 217۔ الغ بیگ، صفحات 17، 35۔ کلاویجو، صفحات 190، 191)۔

سویورغتمش کی سرکردگی میں اور بعد کو تیمور کی ماتحتی میں وسط ایشیا میں چغتائی خاندان کو جو فتوحات ہوئیں ان کی کامیابی کو ابن خلدون نے اپنے خصوصی رنگ میں تاریخی تاویل کرتے ہوئے اس حقیقت کا نتیجہ قرار دیا ہے کہ وہ بدستور اپنی قدیم صحرائی زندگی بسر کرتے رہے اور تعیش اور آرام طلبی سے دور رہے (دیکھو تعریف، مخطوطہ الف، ورق 78 ب، سطر 6۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لفظ چغتائی خان)۔ ابن خلدون نے تعریف میں چغتائی کے نام کو "ق" سے لکھا ہے نہ کہ "غ" سے جو حسب معمول ہے۔

-51 یہ خیر مقدم کے معمولی الفاظ ہیں اور ابن خلدون کے اسی تفصیلی بیان سے اس کی

سابقہ اختصار نویسی کے مقابلہ میں تیمور سے اس کی ملاقات کی کیفیت کی ابتداء ہوتی ہے۔

52- سواری (مرکوب) سے گھوڑا یا خچر مراد ہو سکتی ہے۔ قاضی عام طور پر خچر پر سوار کیا کرتے تھے (دیکھو ابن خلدون کے خچر کی کہانی' نوٹ 171)۔

53- جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے' (نوٹ 35) تیمور کا کیمپ اب بظاہر تبتہ یلبغا میں تھا جو شہر کے دروازوں سے ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر تھا' "خیمہ استقبالیہ" اصل متن میں "اس کے بیٹھنے کا خیمہ" ہے' یعنی جہاں تیمور مشورہ کے لئے مجلس قائم کرتا تھا۔

54- ظاہر ہے کہ ابن خلدون مغربی ہونے کی حیثیت سے مالکی مذہب کا پیرو تھا جو شمالی افریقہ کا سرکاری مذہب تھا۔ "مغربی مالکی قاضی" کا القاب غالباً" ابن خلدون کے اپنے ایما پر اضافہ کیا گیا تھا اور مطلب یہ تھا کہ تیمور کے روبرو اس امر پر زور دیا جائے کہ وہ مغربی ہے۔ مگر درحقیقت وہ المغرب میں قاضی کے عہدہ پر کبھی فائز نہ رہا تھا (دیکھو نوٹ 70) اور نہ وہ اس وقت مصر کے مالکی قاضی کے عہدہ پر متمکن تھا (دیکھو نوٹ 6)۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون کا خیال تھا کہ تیمور اس سے اور زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آئے گا اگر وہ حقیقتاً" مغربی نژاد سمجھا جائے گا' اور یہ کہ اس طریقہ سے خود اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگرچہ ابن خلدون تونس کا باشندہ تھا اور مصر آنے سے پہلے وہ وہاں واپس جا چکا تھا تاہم یہ درست ہے کہ شمالی افریقہ اور اندلس سے اس کا تعلق کسی طرح نہیں ٹوٹا۔ مصر میں رہتے ہوئے بھی وہ المغرب میں اپنے بہت سے دوستوں' فاضلوں اور مدبروں سے خط و کتاب کرتا رہتا تھا اور وہ بھی اس کی مصری زندگی کے حالات کی اطلاعیں حاصل کرتے رہتے تھے۔

شمالی افریقہ کے ساتھ ابن خلدون کا تعلق سلطان برقوق کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا جس نے المغرب میں اپنے پڑوسیوں سے گہرے روابط قائم رکھنے میں اس کے تجربہ اور اس کی سفارتی قابلیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

ان دنوں شمالی افریقہ کے حکمرانوں اور قاہرہ کے مملوک سلاطین کے مابین سفارتی تعلق کا اظہار زیادہ تر تحفے تحائف' مراسلات اور ایلچیوں کے تبادلہ سے کیا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت پرانا دستور تھا اور برقوق نے اسے جاری رکھا۔ ابن خلدون نے اپنی "خود نوشت سوانح عمری" میں اس کے لئے ایک خاص باب مخصوص کیا ہے جس کا عنوان ہے "المغرب کے حکمرانوں اور الملک الظاہر (برقوق) کے مابین تحفے تحائف کے تبادلہ کے سلسلہ میں میرا کردار" (تعریف' مخطوطہ الف' ورق 73 الف' سطر 16)۔ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" میں بہت

سے حصے ایسے ہیں جن سے وہ خصوصی کردار ظاہر ہوتا ہے جو ابن خلدون نے کم سے کم کچھ عرصہ تک سلطان برقوق کے مشیر اور صلاح کار کی حیثیت سے ان معاملات میں ادا کیا جو شمالی افریقہ سے متعلق تھے۔

المغرب سے جو لگاؤ اسے تھا اس سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے (جس کی جانب اس کے مخالف ہمعصروں نے بھی کم و بیش حقارت سے اشارہ کیا ہے) کہ ابن خلدون کیوں ایسی سختی کے ساتھ اپنے خصوصی مغربی لباس سے چمٹا رہا اور کیوں مصری قاضیوں کا لباس اس نے کبھی زیب تن نہیں کیا۔ (مغربی لباس اور اس کی وضع قطع کی تفصیل کے لئے دیکھو۔ Demombynes Gaudefroy' العمری' صفحات 126 تا 128' 202 تا 205- وہ زندگی بھر مغربی اور غیر ملکی کی حیثیت سے رہا اور اپنے لباس اور دوسرے طریقوں سے اس بات کی نمود کرتا رہا کہ وہ المغرب سے تعلق رکھتا ہے (ابن حجر' ورق 223- سخاوی' جلد 4' صفحہ 146' سطر 18' صفحہ 149' سطر 9- شذرات' جلد 7' صفحہ 77) مزید برآں اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 803ھ = 1401ء میں دمشق سے مصر واپس آنے کے بعد اس نے المغرب کے حاکم کے نام (دیکھو بذیل) ایک خط بھیجا تھا جس میں تیمور کے بارے میں اپنے تاثرات کا جزوی حال تحریر تھا۔

55- سمرقند میں تیمور کے خیموں اور اس کی پذیرائی کی رسموں کی تفصیل کے لئے دیکھو کلاویجو جس نے 1404ء میں تیمور سے اس کے دارالسلطنت میں ملاقات کی تھی۔ کلاویجو نے لکھا ہے کہ "تیمور چند گول تکیوں پر کہنی ٹیکے بیٹھا تھا جو اس کے پیچھے اوپر نیچے دہرے ہوئے تھے۔" (صفحہ 220- نیز صفحات 237 تا 273)-

56- ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس نے گفتگو کا آغاز کیا (فتحت)- تیمور اس وقت نیچے دیکھ رہا تھا۔ عجز و انکساری کا اظہار سر جھکانے سے کیا گیا تھا۔ کلاویجو اور اس کی پارٹی (صفحہ 220) نے اس احترام کا اظہار جھک کر اور داہنے گھٹنے کو زمین پر ٹیک کر اور "سینہ پر اپنی بانہوں کو "تین مرتبہ چلیپا بنا کر کیا تھا اور وہ اس حالت میں گھٹنا ٹیکے رہے یہاں تک کہ تیمور نے حکم دیا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے قریب آ جائیں۔

57- مگر کلاویجو (صفحہ 221) لکھتا ہے کہ "تیمور نے اپنے ہاتھ چومنے کے لئے نہیں بڑھائے اس لئے کہ یہ ان کے یہاں کی رسم نہیں ہے۔ ان کے کسی آدمی کو زیبا نہیں کہ وہ کسی بڑے امیر کے ہاتھ کو بوسہ دے کیونکہ ایسا کرنا یہاں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔"

58- عبدالجبار (تقریباً 770ھ تا 805ھ = 1369ء تا 1403ء) تیمور کے دربار میں اسلام اور شرعی مسائل میں سند کا درجہ رکھتا تھا اور نماز میں اس کی امامت کرتا تھا۔ (دیکھو سخاوی' جلد 4' صفحہ 35' سطر 5' صفحہ 17)۔ وہ جملہ علوم میں فضیلت رکھتا تھا اور عربی' فارسی اور ترکی بھی جانتا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ معتزلی یعنی نظری عقائد رکھنے والا ہے اور سینوں اور شیعوں کے مابین علی' معاویہ اور یزید کی خلافت کے استحقاق کے بارے میں بین بین رائے رکھتا ہے۔ وہ ان چار فضلاء میں سے تھا جو العینی کے قول کے مطابق (ورق 41 ب' سطر 21) تیمور کے مشیر اور صلاح کار (صاحب الرائے) کی حیثیت سے دن رات اس کی جلو میں رہا کرتے تھے' اور اسے "تیمور کا ترجمان" کہا گیا ہے (منہل' ورق 148 ب' سطر 22)۔

وہ تیمور کی معیت میں شام آیا تھا اور فن مناظرہ میں ماہر ہونے کی حیثیت سے اس نے تیمور کی جانب سے حلب اور دمشق کے فضلاء سے بہت سے مناظرے کئے تھے۔ بالخصوص ابن مفلح کے ساتھ (دیکھو منہل' ورق 148 ب' سطر 21)۔ ابن الشحنہ کے قول کے مطابق (جسے ابن عرب شاہ نے جلد 1' صفحات 624 تا 644 جلد 2' صفحات 80 تا 90 میں نقل کیا ہے) تیمور شامی فضلاء سے مختلف سوالات کیا کرتا تھا اور پھر ان کے جوابات کی بنا پر انہیں ایذا دیتا تھا اور اکثر کو قتل کر ڈالتا تھا۔

ابن عرب شاہ کہتا ہے (جلد 2' صفحہ 90) کہ یہ عبدالجبار خود "مسلمانوں کے خون کی ندیوں میں پایاب چلتا تھا۔" مگر سخاوی (جلد 4' صفحہ 35' سطر 15) کہتا ہے کہ اگرچہ عام طور پر عبدالجبار براہ راست تیمور کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا لیکن بعض اوقات وہ مسلمانوں کے کام آ جاتا تھا' اور ابن الشحنہ (ابن عرب شاہ جلد 1' صفحہ 632' سطر 1) بیان کرتا ہے کہ جب شامی اور منگولی دونوں جنگ میں مارے گئے تھے' تیمور نے حلب میں یہ سوال کیا تھا کہ "ان دونوں فریقوں میں شہید کون ہیں؟" عبدالجبار نے جو ابن الشحنہ کے برابر کھڑا تھا' اس سے چپکے سے کہا کہ یہ جانتے ہوئے کہ تیمور شیعہ ہے میں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔ (نیز دیکھو منہل میں عبدالجبار کے بارے میں حوالہ جات' اوراق' 152 الف' سطر 18' 153 ب' سطر 4۔ شذرات جلد 7' صفحہ 65)۔

59- چونکہ ابن خلدون صرف عربی زبان کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا اور تیمور اس کے برعکس عربی سے نابلد تھا اور صرف فارسی اور ترکی کی شد بد رکھتا تھا (دیکھو نوٹ 120) لہٰذا ایک ترجمان کی خدمات ضروری ہو گئیں۔ اسی بنا پر ابن خلدون کی تیمور سے

ملاقات تمام و کمال عبدالجبار کی وساطت سے ہوئی۔

ترجمان کے علاوہ جو دوسرے اشخاص تیمور اور ابن خلدون کی اس ملاقات یا مابعد کی ملاقاتوں کے وقت موجود تھے، ان کے نام کسی نے تحریر نہیں کئے، سوائے ابن قاضی شہبہ (ورق 181) کے، جو تیمور کے ساتھ ابن خلدون کی گفتگو کا حال یا اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کا ذریعہ معلومات ایک شخص شہاب الدین ابن العز تھا جو اس کے قول کے مطابق "اس ملاقات کے کچھ حصہ میں موجود تھا۔"

ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 58، سطر 5۔ کلکتہ ایڈیشن صفحات 210، 211) ان سات لیڈروں میں (جو مفروضہ طور پر دمشق سے نکل کر تیمور سے ملنے گئے تھے تاکہ "اس سے معافی نامہ حاصل کریں") حنفی قاضی القضاۃ محی الدین محمود ابن العز (جسے بعد کو تیمور نے تبریز میں قید کر لیا تھا لیکن جو بچ کر قاہرہ چلا گیا تھا) اور اس کے بیٹے قاضی القضاۃ شہاب الدین کا نام لیتا ہے۔ موخرالذکر غالباً وہی شخص ہے جو ابن قاضی شہبہ کی معلومات کا ماخذ ہے۔ العز کے لئے دیکھو نجوم، جلد 6، صفحہ 829، سطر 21، صفحہ 830، سطر 6، اور اشاریہ۔ سخاوی، جلد 2، صفحات 220 و 221، جلد 10، صفحات 127 و 128۔ شذرات۔ جلد 7، صفحہ 80)۔

60- یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابن خلدون نے المغرب کے بارے میں تیمور کے سوال کے پہلے جزو سے پہلو بچا لیا اور یہ کہ اس نے دوسرے جزو کا جواب دیتے وقت بھی مبہم سا لفظ "میرا ملک" یا "میرا وطن" استعمال کیا تھا۔

61- ابن خلدون 15 شعبان 784ھ = 24 اکتوبر 1382ء کو فریضہ حج ادا کرنے کے واضح ارادہ سے تونس سے روانہ ہوا۔ یکم شوال 784ھ = 8 دسمبر 1382ء کو وہ اسکندریہ پہنچا جہاں وہ ایک مہینہ تک قیام پذیر رہا اور پھر قاہرہ چلا گیا (یکم ذوالقعدہ 784ھ = 6 جنوری 1383ء)۔ اس مرتبہ اس نے فریضہ حج کا ارادہ ملتوی کر دیا مگر بعد ازاں سلطان برقوق کی اجازت سے 789ھ = 1387ء میں ادا کیا۔ وہ 790ھ = 1389ء میں مکہ مکرمہ سے واپس آیا۔ (تاریخیں ابن الفرات جلد 9 میں، صفحہ 16، سطور 10 تا 12، صفحہ 31، سطر 20۔ 'عبر' جلد 7، صفحہ 455، سطر 18 بعد میں دیکھو۔)

62- یہ ٹکڑا بظاہر الجھا ہوا ہے۔ یہ سال 784ھ تھا (دیکھو 'عبر' جلد 7، صفحہ 451 بعد)۔ نہ صرف یہ کہ "اور اسی" کے الفاظ غائب ہو گئے ہیں بلکہ ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات 803ھ میں ہوئی تھی، اس لئے "یہ" ساتویں صدی نہیں تھی بلکہ آٹھویں تھی۔ غالباً" ابن

خلدون نے ابتدا" سال یا صحیح تاریخ کی جگہ خالی چھوڑ دی تھی اور اسے بعد ازاں اپنے مخطوطہ میں کسی ایسی صورت میں لکھا جسے کاتب ٹھیک طرح سے پڑھ نہ سکا۔ (دیکھو نیچے کا نوٹ 84-)

63- "فصیل کے اندر" سے بظاہر قاہرہ مراد ہے جہاں برقوق کی سکونت تھی۔ اپنی تصنیف تعریف، (عبر، جلد 7، صفحہ 452، سطر 4 بعد) نیز مقدمہ (جلد 2، صفحہ 384) میں ابن خلدون نے قاہرہ کی بطور ثقافتی مرکز بہت زور دار الفاظ میں تعریف کی ہے کہ وہ اسے "دنیا کا دارالسلطنت، حدیقہ کائنات اور بنی نوع انسان کی مرجع" قرار دیتا ہے۔ وہ اپنے ایک استاد کا قول نقل کرتا ہے کہ: "جس نے قاہرہ نہیں دیکھا، اس نے اسلامی شان نہیں دیکھی" (عبر، جلد 7، صفحہ 452، سطر 12-)

64- اس فقرے کے لفظی معنی ہیں "ان کی تعداد کے لحاظ سے" (بعد دہا)۔ غالباً یہ لفظ "بعدہا" یعنی "اس کے بعد" ہونا چاہئے۔ اس میں لاحقہ کا اشارہ "تخت نشینی کی صحیح تاریخ 19 رمضان 784ھ = 26 نومبر 1382ء ہے (نجوم، جلد 5، صفحہ 362)- ابن خلدون کیم شوال 784ھ = 8 دسمبر 1382ء کو اسکندریہ پہنچا تھا جبکہ عیدالفطر کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں، یعنی تخت نشینی سے بارہ دن کے بعد (دسلان، مقدمہ، جلد 1، صفحہ l xxii میں غلطی سے "آٹھ" لکھا ہے۔ عبر، جلد 7، صفحہ 452، سطر 1 بعد)۔ یہاں ابن خلدون کا "دس" ایک سالم عدد ہے اور اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسے صحیح تاریخوں سے سروکار نہیں ہے۔ ابن خلدون نے عبر، جلد 5، صفحہ 467 بعد، صفحات 472 تا 474، 482 بعد، 494 بعد، 501 بعد میں برقوق کے ابتدائی سالوں اور جو بغاوتیں اس کے خلاف برپا ہوئیں، ان کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز دیکھو مقدمہ، جلد 1، 326 جہاں وہ بیان کرتا ہے کہ "اب میں مصر میں سلطان برقوق کی حکومت میں ہوں۔"

65- قاہرہ میں برقوق کی تخت نشینی سے تیمور کے سوال تک گریز بڑی بے ربط ہے اس لئے کہ ابن خلدون نے ابھی اسکندریہ میں اپنی موجودگی کا ذکر کیا ہے اور برقوق سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر تک نہیں کیا۔ متن کی عبارت بظاہر خلط ملط ہو گئی ہے۔

66- معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے "my standing, position, or qualifications" کے الفاظ سیدھے سادے لفظ "مجھے" کی بجائے عبارت آرائی کی خاطر استعمال کئے ہیں بعینہ اسی معنی میں جس میں اس نے عبر، جلد 7، صفحہ 452، سطر 21 میں

انہیں استعمال کیا ہے' اور دیکھو عبر' جلد 7' صفحہ 445' سطر 22 میں تینوں کا اختلاف۔

67- اس مقام پر ابن خلدون اس امر کا ذکر چھوڑ دیتا ہے کہ امیر التون بغاالجوبانی نے جو اس وقت دربار کی نہایت بااثر شخصیتوں میں سے تھا' اس کا تعارف سلطان برقوق سے کرایا تھا جیسا کہ دوسرے ماخذوں میں بیان کیا گیا ہے' (دیکھو' منہل' ورق 49 الف' سطر 18- سخاوی' جلد 4' صفحہ 146' سطر 5-)

ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ آیا سلطان برقوق نے ابن خلدون سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی یا یہ کہ خود ابن خلدون نے باریابی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ بہرحال سلطان اور ابن خلدون میں جو پہلی ملاقات ہوئی وہ گہری اور صمیمی دوستی پر منتج ہوئی جو سلطان کی ساری زندگی اور اس کے عہد حکومت کے دوران میں قائم و برقرار رہی۔

وہ اپنی تصنیف عبر' جلد 5' صفحہ 474' سطر 16 بعد' صفحہ 476' سطر 16' صفحہ 478' سطر 28 میں جوبانی کا ذکر کرتا ہے۔ نیز دیکھو وہ اشعار جو ابن خلدون نے بعد کو التون بغاالجوبانی کے نام لکھ کر بھیجے تھے (تعریف میں' مخطوطہ الف' ورق 73 الف' سطور 1 تا 15)- دیکھو بالا تمہید صفحہ 12-

68- اس موقع پر ابن خلدون برقوق سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بیان نہیں کرتا۔ اس نے برقوق کو اپنا محافظ اور مربی پایا جس نے اس پر بے حد عنایات کیں' اسے فیاضانہ وظیفے عطا کئے اور اس کی تمام مہمات میں اسے اخلاقی امداد دی۔ ابن خلدون نے اس امتیازی حیثیت اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا اعتراف کیا ہے (عبر' جلد 7' صفحات 451 و 452- تعریف مخطوطہ الف' ورق 56 ب اور دوسرے مقامات پر)۔

لیکن جب اس کا بڑا محسن برقوق ایک بغاوت کے بعد جو یلبغا الناصری کی سرکردگی میں 5 جمادی 791ھ = یکم جون 1389ء کو برپا ہوئی تھی' عارضی طور پر معزول کر دیا گیا تو اس موقع پر ابن خلدون نے مشتبہ کردار ادا کیا' جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے:

21 ذوالقعدہ 791ھ = 13 نومبر 1389ء کو بغاوت کے ایک حریف لیڈر نے جس کا نام منطاش تھا' الناصری کو شکست دینے کے بعد ایک مجلس شوریٰ طلب کی جس میں خلیفہ' چاروں مذاہب کے قاضی القضاۃ اور دوسرے علما شامل تھے' تاکہ اس امر پر فتویٰ حاصل کیا جائے کہ برقوق کے خلاف جنگ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فتویٰ مرتب کیا گیا اور 25 ذوالقعدہ 791ھ = 17 نومبر 1389ء کو اسے ایک بڑی مجلس کے سامنے پیش کیا گیا جس میں ابن خلدون

اور دوسرے اشخاص شریک تھے (ابن الفرات، جلد 9، صفحہ 160، سطر 12) اور جملہ اشخاص نے جو موجود تھے اس فتوے پر دستخط کر دیے (ابن الفرات، جلد 9، صفحہ 160، سطر 20)- بدیہی طور پر دستخط کرنے والوں میں ابن خلدون بھی شامل تھا۔

چند دن کے بعد 3 ذوالحجہ 791ھ = 25 نومبر 1389ء کو منطاش نے مطالبہ کیا کہ اس فتوے پر شمس الدین محمد الرکراکی کے بھی دستخط ہونے چاہئیں جو ابن خلدون کی طرح مالکی مذہب رکھتا تھا اور شیخون العمری کی خانقاہ کا شیخ بھی تھا، لیکن الرکراکی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور قلعہ میں قید کر دیا گیا (ابن الفرات، جلد 9، صفحہ 162، سطر 3- نجوم جلد 5، صفحہ 488، سطر 14، صفر 792ھ = یکم فروری 1390ء کو پھر برقوق کے دوبارہ تخت نشین ہونے کے بعد (نجوم، جلد 5، صفحہ 500، سطر 13) الرکراکی کو مالکی قاضی القضاۃ بنا دیا گیا (ابن الفرات، جلد 9، صفحہ 204، سطر 16- نجوم، جلد 5 صفحہ 522، سطر 10)- یہ تقرر بظاہر اس امر کا اعتراف تھا کہ اس نے برقوق کے خلاف فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اگرچہ برقوق نے بہ حیثیت مجموعی ان علما کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں کیا جنھوں نے اس کے خلاف فتوے پر دستخط کیے تھے تاہم اس کو اپنی دوبارہ تخت نشینی کے بعد ان کے طرز عمل سے بڑی تلخی ہوئی (نجوم، جلد 5، صفحہ 598، سطر 18)- یہ بالکل ممکن ہے کہ برقوق کی بحالی کے بعد مدرسہ بیبرسیہ سے ابن خلدون کی معزولی برقوق کے بارے میں ابن خلدون کے طرز عمل کا نتیجہ ہو۔ اپنی تصنیف 'تعریف' میں ابن خلدون الناصری کی بغاوت اور برقوق کی بحالی کا تذکرہ کرتا ہے (مخطوطہ الف، ورق 62 ب، ورق 63 الف، سطر 4) اور کسی قسم کی تفصیل دیے بغیر لکھتا ہے کہ سلطان برقوق نے اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کی تجدید کی اور یہ کہ وہ اپنے گھر پر مطالعہ اور تعلیم و تدریس میں "اس وقت تک" یعنی 797ھ = 1395ء کے آغاز تک مشغول رہا۔

69- ابن خلدون یہاں پر قاضی کی حیثیت سے اپنی دوسری تقرری کی طرف اشارہ کرتا ہے جو 15 رمضان 801ھ = 22 مئی 1399ء کو عمل میں آئی تھی (دیکھو بالا، نوٹ 6)- مذکور مرحوم مالکی قاضی القضاۃ ناصر الدین التنسی (تعریف، مخطوطہ الف، ورق 75 الف، سطر 28- نجوم جلد 6، صفحہ 141، سطر 9- سیوطی، جلد 1، صفحہ 218، سطر 1- ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 315)-

70- جس زمانہ میں ابن خلدون المغرب میں تھا، اسے مرینی خاندان کے فرمانروا ابو سالم کی طرف سے 760ھ = 1395ء میں ناظر مظالم مقرر کیا گیا تھا، اور یہ وہ عہدہ ہے جس کے

فرائض جیسا کہ انہیں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے' (مقدمہ' جلد 1' صفحہ 399' سطر 16- Proleg' جلد 1' صفحہ 451' نوٹ 2) قاضی ہی سے متعلق ہوا کرتے تھے۔ مگر ابن خلدون حقیقتہ المغرب میں قاضی کے عہدہ پر کبھی فائز نہیں ہوا۔

71- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اسے سلطان نے برطرف کر دیا تھا اور اس امر پر زور دیتا ہے کہ یہ اس کے دشمن تھے جو اس کی معزولی کا باعث ہوئے جو 12 محرم 803ھ = 3 ستمبر 1400ء کو عمل میں آئی (دیکھو تعریف' مخطوطہ الف' ورق 76 الف' سطور 14 تا 18)۔

72- تیمور اس مقام پر اپنے پہلے سوال کو زیادہ صراحت کے ساتھ دہراتا ہے یعنی یہ کہ ابن خلدون المغرب کے کون سے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے جواب سے اس نے یہ بات بتا کر پہلوتہی کی تھی کہ تیمور اس کی زندگی کے حالات نہ کہ اس کی جائے پیدائش معلوم کرنا چاہتا ہے۔

73- اس ٹکڑے کا متن واضح نہیں ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ "میں عظیم ترین بادشاہ کا سیکرٹری (کاتب) تھا" یا "جس کا تعلق (کانت) وہاں کے عظیم ترین بادشاہ سے تھا" "کانت یا "کاتب" کا لفظ بغیر عطف کے المغرب کے بعد آتا ہے۔ "عظیم ترین بادشاہ" کے لئے دیکھو W. Bjorkman کی کتاب 'Beitrage' صفحہ 130-

74- ابن خلدون کے بزرگ جو اصلاً" یمنی عرب تھے' کئی صدیوں تک اشبیلیہ میں آباد رہے تھے۔ اس کا باپ افریقیہ کے صوبہ میں منتقل ہو گیا تھا اور ابن خلدون درحقیقت تونس ہی میں پیدا ہوا تھا جو اس وقت افریقیہ کا دارالسلطنت تھا۔ یہی "اس کا وطن" تھا۔ یہ سچ ہے کہ سارا شمالی افریقہ المغرب کہلاتا تھا' لیکن صرف اس لفظ کے وسیع ترین مفہوم میں۔ زیادہ محدود اور اصطلاحی مفہوم میں اس علاقہ کے تین بڑے حصے تھے: "المغرب الاقصیٰ" مغرب میں' "المغرب الاوسط" وسط میں اور افریقیہ مشرق میں' جیسا کہ وہ خود کہتا ہے' افریقیہ "ہم سے یعنی شام سے قریب ترین" ہے۔

ابن خلدون اصطلاح "المغرب" کا استعمال پہلے دو حصوں کے محدود معنی میں اور جگہ بھی کرتا ہے (مقدمہ' جلد 2' صفحات 104' سطر 22' 346' سطر 12- Prolegomena (مقدمہ) جلد 2' صفحہ 117' نوٹ 3: "المغربین" سے الجزائر اور مراکش مراد ہے)۔

"المغرب الجوانی" کی اصطلاح جسے ابن خلدون مغربیوں کے "عرف" کے بموجب "

اندرون مغرب" کے مترادف بتاتا ہے اور جو "المغرب الاقصیٰ" کے معنی میں استعمال ہوئی ہے' دو مرتبہ "المغرب الجوانی" کی شکل میں ابن الوردی کے بیان میں ابوالفداء کی کتاب المختصر میں آئی ہے' (قاہرہ' جلد 4' صفحہ 149' سطور 21 تا 23' 748ھ کے تحت) جہاں یہ اصطلاح شہر فاس کے لئے استعمال کی گئی ہے جہاں مرینی سلطان ابوالحسن کے فاس سے تونس بھیج دیئے جانے کا ذکر ہے۔

الہ دین کی مشہور و معروف کہانی میں بھی یہ اصطلاح موجود ہے' دیکھو ایچ۔ زوٹن برگ کی Historie d' Ala-al-din میں اور

"Notice sur quelques manuscrits des Mille et une Nuits"

اور Notices et Extraits des manuscrits de la Bibliotheque Nationale

پیرس' 1887' xxviii' صفحہ 236' سطر 1 میں۔

-75 زناتہ المغرب میں بربری قبائل کی دو جماعتوں میں سے ایک کا نام ہے' اور دوسری کا نام ہے صنہاجہ۔ ان کے سلسلہ نسب اور رشتہ داری کے بارے میں مختلف نظریے پیش کئے گئے ہیں۔ ابن خلدون نے اپنی عبر میں المغرب میں زناتہ کی حکمرانی کے لئے کئی ابواب وقف کئے ہیں (عبر جلد 7' صفحہ 2- دسلان Historie des Berberes' جلد 3' صفحہ 179 اور بعد کے صفحات۔ نیز دیکھو حوالہ جات مقدمہ میں' جلد 1' صفحات 6 و 7' 286' 297' 414- جلد 2' صفحات 13 و 14' 16- اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' مقالہ "زناتہ")۔

-76 آگے چل کر جو جغرافی نام مذکور ہیں' ان کی تفصیلات کے لئے دیکھو یاقوت کے علاوہ متعلقہ مقالات انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور زمانہ وسطیٰ کے شمالی افریقہ اور ہسپانیہ کے مصنفین کے مشہور ایڈیشن از آر۔ ڈوزی اور ای لوی پروونسال۔

-77 مغرب کے جغرافیہ کی بحث کے سلسلہ میں 15 سطروں کا ایک اور بیان بھی موجود ہے جسے ابن خلدون کے ایک شاگرد ابن احمد الزملکانی نے تحریر کیا تھا اور محمد کرد علی نے دمشق میں شائع کیا تھا (مجلۃ المجمع العربی بدمشق 1948ء صفحہ 159)' جو تقریباً" ابن خلدون کے اپنے بیان ہی کی شکل ہے اور غالباً" اسی سے ماخوذ ہے۔ اس میں جو تھوڑے بہت اختلافات اور انحرافات پائے جاتے ہیں ان سے ملاقات کے اس حصہ کے اصل واقعات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

-78 لین (دیکھو لفظ کراسہ) کی تشریح کے مطابق ایک دستہ (کراسہ' جمع کراریس) عام

طور پر پانچ تختوں پر مشتمل ہوتا تھا جنہیں موڑ کر 10 اوراق بنا لئے جاتے تھے۔ تعریف کے مخطوطہ الف میں بعض اوراق کے نمبروں سے بھی 10 ورقوں کے دستہ کا پتا چلتا ہے۔ چونکہ ورقوں کے ہر دو جانب لکھا جاتا تھا لہٰذا جلد بظاہر 240 صفحات پر مشتمل ہوتی تھی۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھو Karabacek, Das Arabische Papier' جلد 2' صفحات 142'-157

79- "رشتہ" سے ایک قسم کی سویاں مراد ہیں (ڈوزی) نیز شوربا جس میں وہ پڑی ہوئی ہوں (سٹائن گس)۔ دوسری تصانیف میں اس کا ذکر مغلوں کے خصوصی کھانے کی حیثیت سے نہیں ملتا' لیکن یہ مملوکوں کے کھانوں میں بھی مشہور تھا (زبدہ' صفحہ 125' سطر 14) اور زمانہ حال کی شامی قسم طعام (رشتہ' رشتہ یا رشتیہ) کی لینڈبرگ کی کتاب et Dictons Proverbs صفحہ 78 میں تشریح کی گئی ہے۔ نیز دیکھو ابن بطوطہ' سفرنامہ جلد 2' صفحات 365 و 366' جہاں رشتہ کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"Une espece de vermicelle, que l'onfait cuire et que l'on boit avec du lait caille" یعنی ایک قسم کی سویاں جن کو پکا کر ابلے ہوئے دودھ کے ساتھ کھایا جاتا ہے اور ایم۔ راڈنسن کی کتاب Recherches sur les documents arabes relatifs a la Cuisine صفحات 95 تا 165' خصوصیت سے صفحہ 138 کا نوٹ 9۔

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 64' سطر 11) بظاہر اسی موقع کا حوالہ دیتے ہوئے جس کا ذکر ابن خلدون نے کیا ہے' دسترخوان پر رکھے ہوئے کھانے کو "ابلا ہوا گوشت" کہتا ہے جو منگولوں کا روزمرہ کا کھانا ہے اور (جلد 2' صفحہ 66' سطر 7 میں) خصوصیت کے ساتھ اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ ابن خلدون ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اسے کھایا تھا۔

80- عربی ماخذوں سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ تیمور ابن خلدون کے ساتھ انتہائی دوستانہ طریق سے پیش آیا تھا۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ابن خلدون غیر معمولی شکل و صورت رکھتا تھا اور بڑا وجیہ آدمی تھا (منہل' ورق 94 ب' سطر 10۔ سلوک' ورق 28 ب۔ شذرات' جلد 7' صفحہ 77' سطر 10)' لیکن زیادہ تر اس کی طلاقت لسانی' دانشمندی اور ذہانت کی وجہ سے (ابن قاضی شہبہ' ورق 181- ابن حجر' ورق 223- ابن عرب شاہ جلد 2' صفحات 62 تا 70)۔

غالباً" یہی وہ صفات تھیں جنہوں نے اشبیلیہ کے عیسائی بادشاہ پیڈرو الملقب بہ ظالم کو بھی متاثر کیا تھا اور جن کی بنا پر وہ آمادہ ہو گیا تھا کہ ابن خلدون سے اپنے دربار میں ٹھہرنے

کی درخواست کرے' اس وعدہ کے ساتھ کہ اس کے بزرگوں کی سابقہ املاک اسے واپس دے دی جائیں گی۔ (عبر' جلد 7' صفحہ 12' سطر 11- سخاوی' جلد 4' صفحہ 145)۔

81- صدر الدین محمد ابن ابراہیم المناوی شافعی قاضی القضاۃ تھا۔ ابن خلدون سب سے پہلے اس کا ذکر اپنی "خود نوشت سوانح عمری" میں سلطان فرج کی جانب سے شام کے باغی گورنر تنعم کے پاس رجب سنہ 802ھ = مارچ سنہ 1400ء میں اپنی سفارت کے سلسلہ میں کرتا ہے۔ (مخطوطہ الف' ورق 75 ب' سطر 24- مقابلہ کرو نجوم سے' جلد 6' صفحہ 34' سطر 5)۔

عرب مورخین اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب تیمور المناوی کو شوال سنہ 803ھ = 15 مئی تا 12 جون سنہ 1401ء میں مشرق کی جانب کوچ کرتے وقت اپنے ہمراہ لئے جا رہا تھا' اس وقت وہ دریائے زاب میں غرق کئے جانے سے پہلے قیدی کی حیثیت سے بہت سی مصائب اور تکالیف جھیل چکا تھا۔ (سلوک' اوراق 27 ب' سطر 15' 32 الف' سطر 27- نجوم جلد 6' صفحہ 153' سطر 8- سخاوی' جلد 6' صفحہ 249' سطر 24)۔ وہ اس وقت گرفتار ہوا تھا جبکہ مغول ان لوگوں کے تعاقب میں تھے جو دمشق سے مصر کو فرار ہو گئے تھے (دیکھو بالا' نوٹ 23)۔ یہ واقعہ 21 جمادی الاولیٰ سنہ 803ھ = 10 جنوری سنہ 1401ء کا ہے' اور اگر اس مقام پر ابن خلدون 24 جمادی الاولیٰ سنہ 803ھ = 10 جنوری سنہ 1401ء کو تیمور سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کر رہا ہے تو پھر وہ اذیت جس میں المناوی مبتلا کیا گیا تھا' لازماً" ان دونوں تاریخوں کے درمیان شروع ہو گئی ہوگی۔

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 72) تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ المناوی کے ساتھ کیا پیش آیا: اس لئے کہ جب قاضی تیمور کے حضور میں لایا گیا تو وہ اس کے ساتھیوں سے کسی قدر آگے بڑھ کر بغیر اجازت حاصل کئے بیٹھ گیا جس پر تیمور نے حکم دیا کہ اسے "کتے کی طرح" زمین پر گھسیٹا جائے۔ چنانچہ اس کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے' اسے گالیاں دی گئیں اور پیٹا گیا۔

جس باب (فصل) میں ابن عرب شاہ نے یہ حال درج کیا ہے وہ اس کے بعد کا ہے جس میں وہ ابن خلدون کی ملاقات کا ذکر کرتا ہے' لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ واقعہ ایک ایسے دن کا ہے جب کہ "وہ (یعنی امرائے دمشق) اس کے حضور میں بیٹھے تھے اور یہ کہ المناوی کی سزا دہی کے بعد اس نے انہیں خلعت دے کر ہنسی خوشی واپس کر دیا تھا۔" یہ

واقعہ ابن خلدون کی ملاقات سے پیشتر بظاہر 23 جمادی الاولیٰ = 9 جنوری (دیکھو نوٹ 38) کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے المناوی کی تعذیب کا حال انہی سے سنا ہو گا۔

82- ابن خلدون نے یہاں پر "حدثان" کا لفظ ان پیشین گوئیوں کے لئے بطور اصطلاح استعمال کیا ہے (دیکھو مقدمہ' جلد 2' صفحات 177 تا 188) جس میں زمانہ مستقبل کے شاہی خاندانوں کی تبدیلیوں' سلطنت کے انقلابات اور بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں پر اثر انداز ہونے والے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ پراسرار روایات قیاس آرائیوں اور نجومیوں اور جادوگروں کے تخمینوں پر مبنی تھیں۔

اس قسم کی پیشین گوئیاں اور مکاشفات کتابوں میں جمع کر دیئے گئے تھے جو الملاحم (واحد ملحمہ) کہلاتی تھیں۔ چودہویں صدی میں المغرب میں پیشین گوئی اور غیب دانی کرنے کا رواج عام تھا (دیکھو ریو Hesperis میں' 1943' xxx' صفحات 213 تا 221- میکڈانلڈ' انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' بذیل مقالہ "ملاحم")۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں (جلد 2' صفحات 176 تا 201- دیکھو دساسی کی Chrestomathie Arabe' جلد 2' صفحات 298 تا 302)' اس موضوع پر ایک طویل باب لکھا ہے۔ یہاں پر فاضل ابن خلدون اس پیشین گوئی کا اطلاق جس کا علم اسے المغرب میں ہو چکا تھا' تاریخ عالم میں تیمور کے عروج پر خوشامد کی غرض سے کرتا ہے۔

83- یہ دو "عروجی" سیارے زحل اور مشتری تھے یا مشتری اور مریخ۔ دیکھو' مقدمہ' جلد 2' صفحات 183' 193- 'Proleg' جلد 2' صفحہ 217 نوٹ 1' صفحہ 219 نوٹ 3' صفحہ 227 نوٹ 3- The "Trigon" The "Airy Three" منطقتہ البروج کے تین برج جوزا' میزان اور دلو مراد ہیں۔ دیکھو تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون مرتبہ شپرنگر سے' جلد 1' صفحہ 173' سطر 9' جلد 2' صفحہ 1245 اور مفاتیح العلوم۔ ایڈیشن از Van Vloten' صفحات 225 تا 232-

84- ظاہر ہے کہ ابن خلدون کا منشا "آٹھواں" تھا نہ کہ "ساتواں"۔ دیکھو اوپر کا نوٹ نمبر 62-

85- اس فاضل ابو علی ابن بادیس کے بارے میں دیکھو مقدمہ' جلد 2' صفحہ 194- فاس کی یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے ابن خلدون نے اپنی عبر کے ایک حصہ کا قلمی نسخہ 798ھ = 1396ء میں قاہرہ سے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ دیکھو Prolegomena (مقدمہ) جلد 1' صفحہ cviii-

ای۔ لیوی پرووانسال (E. Levi-Provencal) کے مطابق (جرنل ایشیاٹیک' 1923ء صفحات 161 تا 168) محفوظ مخطوطہ کے اس حصہ میں (عبر' جلد 3 و جلد 4) مصنف کے دستخط ملتے ہیں۔ دیکھو' A. Bel, Catalogue de La Mosquee d' El-Qaro-uiyine a Fes, (جامع القرو-یین کے کتب خانہ کی فہرست مرتبہ Bel) فاس' 1918ء صفحہ 6 نوٹ 4 اور صفحات 1266 تا 1271۔

86- مخطوطہ الف میں اس لفظ پر اعراب درج نہیں ہیں' اس لئے اسے "تاژ" (جیسا کہ مخطوطہ ج میں ہے) یا "تاژ" بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

87- ابن خلدون اپنی تعریف کے ابتدائی حصہ میں اس یہودی طبیب اور منجم ابراہیم ابن زر زر کا ذکر کرتا ہے (عبر' جلد 7' صفحہ 304' سطر 13 صفحہ 412' سطر 7)۔ نیز دیکھو دسلان: تاریخ بربر Historie des Berheres جلد 4' صفحات 327 و 328)۔

جہاں تک عربی' عبرانی اور عیسائی ـــــ ہسپانوی معاصرانہ ماخذوں کا تعلق ہے ابراہیم ابن زر زر ایک معروف شخص ہے۔ اس کے نام کے ہجے مختلف طریقوں سے کئے گئے ہیں (زر زار' زر زل' زرور' سرسر)۔ جب وہ 756ھ = 1355ء میں فاس میں ابو عنان کے دربار میں ملازم تھا (عبر' جلد 7' صفحہ 304 بعد)' ابن زر زر کی ابن خلدون سے شناسائی ہوئی۔ بعد کو ابن زر زر غرناطہ کے سلطان محمد خامس الملقب بہ ابن الاحمر کے دربار میں درباری طبیب اور منجم کی حیثیت سے ملازم ہو گیا۔ ابن رضوان حاجب کی دردناک موت کے بعد وہ غرناطہ سے چلا گیا اور قشتالہ کے عیسائی بادشاہ الفانسو کے بیٹے پیڈرو الملقب بہ ظالم کے سلسلہ ملازمت میں منسلک ہو گیا۔

بوجہ اس عظیم الشان شہرت کے جو طبیب اور منجم کی حیثیت سے ابن زر زر کی آمد سے پہلے پیڈرو تک پہنچ چکی تھی' یہودی علماء کے متعلق اس کی رائے اچھی ہو گئی اور اس نے اس کا پرتپاک استقبال کیا اور اپنے مشیروں اور طبیبوں میں اسے ممتاز جگہ دی۔ جب 765ھ = 1364ء میں ابن خلدون کو غرناطہ کے سلطان محمد خامس کی طرف سے اشبیلیہ میں ظالم پیڈرو کے دربار میں سفارتی مشن لے جانے کی خدمت سپرد ہوئی تاکہ دونوں فرمانرواؤں کے مابین دوستی اور صلح کا عہدنامہ مرتب کیا جائے تو اس وقت ابن زر زر ہی نے ابن خلدون کا تعارف پیڈرو سے کرایا تھا اور اس کی شخصیت کی بے حد تعریف کی تھی۔ ظالم پیڈرو سے ابن خلدون کی اس ملاقات کے لئے جو ابن خلدون کی ابتدائی زندگی کا ایک نمایاں

واقعہ ہے' دیکھو عبر' جلد 7' صفحات 410 تا 412' اور مخطوطات الف' ب اور ج میں متقابل متن۔ اس یہودی طبیب کے بارے میں عربی ماخذوں میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو ابن الخطیب کی کتاب "الاحاطہ فی اخبار غرناطہ" قاہرہ' 1319' جلد 1 صفحہ 241۔ اندلس جلد 1' 1933' صفحات 105 و 124۔ سخاوی' جلد 6' صفحہ 145۔ نیز دیکھو آر۔ برنشوگ 'La Berberie Orientale sous les Hafsides جلد 2' صفحات 371 و 377۔

عبرانی ماخذوں کے لئے دیکھو Gedalya ben Yahya, 'Shalsheleth hak - Kabbala لیڈیشن 'Zolkiew' سنہ 1803ء صفحہ 83 ب۔ جیوئش انسائیکلوپیڈیا' جلد 12' صفحہ 638۔ خلافت مشرقیہ میں درباری یہودیوں کی حیثیت کے بارے میں دیکھو ڈبلیو۔ جے۔ فشل' Royal Asiatic Society Mougraph xxii۔

88- شیخ ابو عبداللہ محمد ابن ابراہیم الابلی المغرب میں ابن خلدون کا ایک استاد تھا اور اس کے روحانی ارتقا میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ابن خلدون اسے "المغرب کا سب سے بڑا فاضل اور علوم عقلی کا سب سے بڑا استاد" تسلیم کرتا ہے' اور اپنے مقدمہ اور تعریف میں متعدد مقامات پر اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے (مقدمہ' جلد 2' صفحات 173' 300' 351- عبر' جلد 3 385' اور دوسرے حصے۔ وسلان: تاریخ بربر (Historie des Berberes) جلد 3' صفحہ 385 بعد' 412' جلد 4' صفحہ 223)۔ اس کی زندگی کے حالات کے متعلق الدرر الکامنہ' جلد 3' صفحہ 288' نمبر 766 بھی دیکھو۔

89- ابن خلدون نے مقدمہ کی جلد 2' صفحات 142 تا 177 میں ایک خاص باب میں فاطمی مہدی موعود (المہدی المنتظر) کی آمد کے بارے میں جملہ روایات اور خیالات جو مل سکے پیش کر دیئے ہیں۔

90- ابن خلدون اس کو المغرب کا آٹھویں صدی کا سب سے بڑا صوفی قرار دیتا ہے (مقدمہ' جلد 2' صفحات 171 و 172)۔ ابن خلدون نے ابو یعقوب سے درس نہیں لیا تھا لیکن اپنے پوتے ابو ذکریا یحیٰ کے ذریعہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ البابوی نے جو اس کے زمانہ کا ایک صوفی تھا' ایک ایسے شخص کے ظہور کی پیشین گوئی کی تھی جو اصولی مذہب کی تجدید کرے گا۔ اس کے متعلق خیال تھا کہ وہ بنی فاطمہ میں سے ہو گا۔

91- یہ بیان کرنے سے کہ وہ تیس چالیس سال سے تیمور سے ملاقات کرنے کا متمنی تھا اور یہ کہ حضرت آدمؑ سے لے کر اس دور تک دنیا میں اس جیسا فرمانروا نہیں آیا' ابن

خلدون کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک پشت سے تیمور کی سرگرمیوں کا مطالعہ کرتا رہا تھا اور اس کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ دراصل ابن خلدون نے عبر' جلد 5 میں اور اپنی تعریف میں تیمور کے نسب' اس کے عروج اور ایشیا میں اس کی مہموں اور فتوحات کا جو حال لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے تیمور کے بارے میں جملہ تاریخی واقعات اس فاتح عالم سے ذاتی طور پر ملاقات کرنے سے بہت پہلے جمع کر لئے تھے۔ اس کی تصدیق ابن قاضی شبہ کی رپورٹ سے ہو جاتی ہے جو اس نے تیمور سے ابن خلدون کی پہلی ملاقات کے بارے میں لکھی ہے جس کے مطابق ابن خلدون نے بیان کیا تھا کہ "میں نے آپ کے سوانح حیات (ترجمتک) بھی قلمبند کئے ہیں اور میں انہیں آپ کو پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں تاکہ آپ غلطیوں کی اصلاح کر دیں۔" تیمور نے اسے اجازت دی اور جب اس نے اپنا نسب نامہ سنا تو اس نے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اس پر ابن خلدون نے جواب دیا کہ اس نے "انہیں ان قابل اعتماد تاجروں سے سن کر لکھا ہے جو اس کے ملک میں آئے تھے۔" (ابن قاضی شبہ' ورق 181)۔

92- جماعت کی وفاداری' استحکام یا عصبیہ سے شہنشاہ سے وفاداری اور پھر اس خاندان سے وفاداری جس کی بنیاد اس نے ڈالی مراد ہے۔ خاندان کا قیام وفاداری پر موقوف ہوتا ہے اور ان لوگوں کی تعداد پر جو اس کی خاطر جنگ کرنے پر رضامند ہوں۔ (دیکھو مقدمہ' جلد ا' صفحہ 313' اور مقدمہ میں بہت سے دوسرے حوالہ جات)۔ یہ سارا تصور جو ابن خلدون کے عمرانی نظام کی اساس اور بنیاد ہے' ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ دیکھو کے۔ ایاد' اے۔ بمباسی' جی۔ بحول' فرانز گیبر۔لیلی' ٹی۔ خیمیری' اور ای۔ روزن تھل کے مقالے۔ (دیکھو بذیل' کتابیات)۔

93- "عرب" اور "ترک" کی اصطلاحات سیاسی معنوں میں استعمال ہوئی ہیں اور صرف مبہم طریقہ سے ان کا اطلاق انسانی نسلوں پر ہوا ہے۔ ابن خلدوں نے سلجوقیوں کے بیان میں دنیا کی یہی تقسیم کی تھی یعنی اس دنیا کی جو بطور معمول عرب مورخوں کے پیش نظر رہی ہے (دیکھو عبر' جلد 5' صفحہ 3)۔ وہ بہت سی نسلوں کا شمار ترکوں کی شاخوں کی حیثیت سے کرتا ہے (نیز دیکھو تعریف' مخطوطہ الف' ورق 76 الف)۔

94- مشرق کی قدیم روایتی تاریخ میں اہل فارس' شمار دنیا کی بہت قدیم اور طاقتور اقوام میں ہوتا ہے۔ ایران (جسے عربی میں عراق کہتے ہیں) میں ان کی ابتدائی طاقت کے مرکز میں

بعد کو خراسان کا اور نبط کی سلطنت کا اضافہ ہو گیا تھا (نبطیوں کو بابل کا ہم معنی بتایا گیا ہے۔ عبر' جلد 2' صفحہ 154' سطر 19)۔

یوشع کے زمانے میں جس کا ذکر توریت میں آیا ہے یا اس سے کچھ پہلے (عبر' جلد 2' صفحہ 157' سطر 14)' منوشہر (دیکھو بعد) ایران کے تخت پر بیٹھا۔ ترکوں کے بادشاہ افراسیاب نے اس کا مقابلہ کیا (عبر جلد 2' صفحہ 156' سطر 26- دیکھو طبری جلد 1' صفحہ 432' سطر 1- جہاں اس کے پڑدادا کا نام ترک دیا گیا ہے)۔ افراسیاب نے منوشہر کی وفات کے بعد ایرانی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا (عبر جلد 2' صفحہ 157' سطر 2)۔

یہ ہے وہ روایتی تاریخ جسے ابن خلدون اپنے فوری مقاصد کے لئے تیمور سے اپنی ملاقات میں بیان کرنا اختیار کرتا ہے تاکہ ترکوں کی عظمت کو بڑھا کر دکھائے۔ اپنے مقدمہ میں بظاہر وہ افراسیاب کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتا۔ وہاں وہ روایتی داستانوں کو تاریخی واقعات کی صورت میں پیش نہیں کرتا۔

درحقیقت روایتی تاریخ میں بھی افراسیاب کی کامیابی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ منوشہر کے جانشین زمرنے اسے شکست دے دی تھی (دیکھو نوٹ 103) اور افراسیاب کو ایران سے باہر دھکیل دیا تھا۔ (عبر' جلد 2' صفحہ 157' سطر 6- دیکھو طبری جلد 1' صفحہ 531' روایت اور ناموں کی تفصیلات اور اختلافات کے بارے میں)۔ شاہ نامہ فردوسی میں جس میں افراسیاب اور ایرانی شہنشاہوں کی جنگوں کا تفصیلی بیان ہے' کیخسرو نے افراسیاب کا سر قلم کر دیا تھا (دیکھو طبری' جلد 1' صفحہ 600' سطر 11' صفحہ 616 سطر 16 جہاں افراسیاب کے نام کے ہجے فراسیاب کئے گئے ہیں)۔

95- خسرو (کسریٰ) المعروف بہ انوشیروان' نوشیروان' یا خسرو اول ایران کے ساسانی بادشاہوں کی نسل میں 21واں بادشاہ تھا اور تاریخ میں اسے عظیم ترین ایرانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے 48 سال تک (سنہ 531 تا سنہ 589ء) ایسی سلطنت پر حکومت کی جو یورپ سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں دیکھو مقدمہ' جلد 2' صفحہ 189' اور دوسرے مقامات۔

96- تیمور سے ملاقات کا حال تحریر کرتے وقت ابن خلدون کو صحت بیان سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی مثالیں زبانی ترتیب کے بغیر پیش کرتا ہے۔ مگر اس کی اصطلاح "روم" (جس کا ترجمہ "یونانی" کیا گیا ہے) کا استعمال اور یونانیوں اور رومیوں کے مابین فرق نہ کر

سکتا عربوں کے اس تصور کے عین مطابق ہے کہ رومی یونانیوں کا ایک حصہ ہیں۔ اپنی تاریخی تصنیفات میں ابن خلدون یونانیوں کو یونیا کے رہنے والے (جسے بائیبل میں یاوان کہا گیا ہے) اور رومیوں کو لاطینی لکھتا ہے۔ (دیکھو مقدمہ' جلد 3' صفحہ 90' سطر 5 بعد)۔ اسکندر "یونان" کا رہنے والا تھا (مقدمہ' جلد 3' صفحہ 89' سطر 7۔ عبر جلد 2' صفحات 186' 189 و 196)۔ "قیاصرہ" لاطینی تھے (عبر' جلد 2' صفحات 196' سطر 27' 197' سطر 2)۔ اور مقامات پر بھی وہ "یونان" اور "روم" کا ذکر کرتا ہے (عبر' جلد 2' صفحہ 66' سطر 8)۔

اگرچہ ابن خلدون جغرافیہ میں عام طور سے "روم" کا لفظ خصوصیت کے ساتھ ایشیائے کوچک کے لئے استعمال کرتا ہے اور اپنی تاریخ میں "بزنطین" کے لئے' تاہم وہ یہ بھی کہتا ہے کہ۔ "روم" لاطینیوں کے دارالسلطنت کا نام ہے' لیکن جب رومیوں نے یونانیوں کو بھی اپنی وسیع سلطنت میں شامل کر لیا تو اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دے دیا (عبر' جلد 2' صفحہ 196' سطر 6 و 27' صفحہ 197' سطر 16)۔

قیصر سے عربی تاریخوں میں بالعموم بزنطینی شہنشاہ مراد ہیں' لیکن ابن خلدون یہاں پر یا تو جولیس سیزر (جسے وہ قیاصرہ کے سلسلہ کا پہلا قیصر کہتا ہے) یا اکٹے وی اس سیزر (جسے وہ قیصر اوکتاویان اور لوغسطس قیصر ہر دو کہتا ہے) کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ وہ دونوں کے حالات زندگی اور فتوحات کا بیان کرتا ہے (عبر' جلد 2' صفحات 199 و 200)۔

دنیائے قدیم اور یورپ کے متعلق ابن خلدون کی معلومات بہت محدود تھیں۔ یہ سچ ہے کہ وہ سقراط' افلاطون اور ارسطو کا ذکر کرتا ہے اور موخرالذکر کو تمام فلسفیوں میں سب سے بڑا اور مشہور مفکر قرار دیتا ہے (مقدمہ' جلد 2' صفحہ 69' جلد 3' صفحہ 90)' لیکن اسے لاطینی یا یونانی نہیں آتی تھی اور ان کی تصانیف سے اسے براہ راست کوئی واقفیت نہ تھی۔ وہ اپنی عبر کی دوسری جلد میں یونانیوں' رومیوں' قوطیوں' اسرائیلیوں اور دوسری اقوام کی تاریخ کا خاکہ دیتا ہے لیکن غیر عربی اقوام کا جو حال اس نے دیا ہے سعید ابن البطریق (Eutychius) وفات 939ء) جرجس المکین ابن العمید (وفات 1273ء)' ابن سعید الغرناطی المغربی (وفات 1274ء)' اور بالخصوص پانچویں صدی عیسوی کے ایک مورخ پولوس (Paulus Orosius) ہروشیوش یا ہروشیش کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور بعض اوقات لفظ بلفظ نقل ہے۔ ابن خلدون موخرالذکر کو "روم کا مورخ" (عبر' جلد 2' صفحہ 10' سطر 24' صفحہ 12' سطر 26' صفحہ 71' سطر 5 اور جا بجا) کہتا ہے اور ہروشیوش کی کتاب Historiae

adversus paganos کے عربی ترجمہ سے بہت سا مواد لفظاً" لفظاً" نقل کر دیتا ہے۔ اس نادر مخطوطہ کے عربی اجزاء کو جورج لیوی دیلا ویدا نے کولمبیا یونیورسٹی' نیویارک کی لائبریری میں دریافت کیا ہے (دیکھو JAOS' 1943' صفحات 187 تا 191)۔ نیز او۔ اے۔ میکاڈو کی کتاب Cuardenos de historia de Espana جلد 1' 1944' صفحہ 143' بعد) اور جورج لیوی دیلا ویدا کا فکر انگیز تحقیقی مقالہ La tradubione araza delle storie di Orosio (Miscellanea G. Galbiati,) جلد 3' 1951' صفحات 185 تا 203' Fontes Ambrosiani xxvii میلان۔

بائبل کے زمانہ کے بعد کی تاریخ یہود کے لئے ابن خلدون نے یوسف ابن کریون کی تصنیف سے استفادہ کیا جسے وہ "مقدس ہیکل کی دوسری تعمیر کا مورخ" کہتا ہے اور جسے وہ غلطی سے Flavius Josephus قرار دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ اسے "جوسی پون" (عبز جلد 2' صفحہ 42' سطر 23' صفحہ 116' سطر 8 اور جا بجا) کی تاریخ نما تصنیف کا علم نہ تھا۔ ابن خلدون اور جوسی پون کے بارے میں مزید تفصیلات راقم الحروف کی شائع ہونے والی کتاب میں دی جائیں گی۔

97- "یہ بادشاہ" سے بدیہی طور پر تیمور مراد ہے اور ابن خلدون نے ترجمان کو مخاطب کرکے یہ الفاظ کہے ہیں۔

98- دیکھو اوپر کا نوٹ 82 اور مابعد کے نوٹ۔

99- اگرچہ ابن خلدون اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ بخت نصر فی الحقیقت ایران کے صوبوں میں سے صرف ایک صوبہ کا گورنر تھا اور سلطنت کی مغربی سرحدوں (مقدمہ جلد 1' صفحہ 10) کا حکمران (مرزبان)' تاہم اس نے اسے "بادشاہ" کا لقب دیا ہے (مقدمہ' جلد 1' صفحہ 417 اور دوسرے مقامات پر بھی عبز' جلد 2' صفحہ 225)۔

100- تیمور فی الحقیقت "بادشاہ" یا "فرمانروا" نہ تھا۔ برائے نام شہنشاہ' بادشاہ یا صاحب التخت محمود خان تھا جو 590ھ سیور غتمش خان کے بعد تخت نشین ہوا۔ موخرالذکر چغتائی کی نسل میں تھا اور سمرقند کا فرمانروا تھا۔ چونکہ تاتاری دستور کے مطابق شاہی خاندان کا صرف ایک فرد حکومت کر سکتا تھا اس لئے تیمور نے محمود کو سلطان بنا دیا اگرچہ حکومت کا نظم و نسق وہ خود چلاتا تھا (دیکھو اوپر کا نوٹ 1' اور ذیل کا نوٹ 163)۔

101- لڑکے کے باپ کا نام سیورغتمش تھا نہ کہ ساطلمش۔ نیز تعریف کی ابتداء میں بھی ابن خلدون نے باپ کا نام ساطلمش لکھا ہے (مخطوطہ الف' ورق 78 ب' سطر 7- مخطوطہ ب' ورق 89 ب)' لیکن مخطوطہ الف کے حاشیہ میں لفظ سیورغتمش درج ہے اور اس پر پوری طرح اعراب بھی لگا دیئے گئے ہیں تاکہ صحیح تلفظ ادا ہو سکے۔ مخطوطہ ج (ورق 139' سطر 21) میں سیورغتمش کو طلمش لکھا ہے جس میں پہلے نام پر پوری طرح اعراب لگائے گئے ہیں اور بدیہی طور پر یہ اسی ماخذ سے ماخوذ ہے جیسے مخطوطہ الف کا حاشیہ اور طلمش اصلی لفظ ساطلمش کا باقی حصہ ہے۔ موجودہ عبارت میں یہ موخرالذکر نام بغیر تصحیح کے رہنے دیا گیا ہے۔

مابعد کی عبارت (مخطوطہ الف' ورق 82 ب' سطر 15- مخطوطہ ج' ورق 148' سطر 22) میں ابن خلدون نے لڑکے کی ماں کا نام (نہ کہ اس کے باپ کا نام) صرغتمش دیا ہے (مخطوطہ الف میں اس پر اعراب نہیں دیئے گئے ہیں)۔ مخطوطہ ب (93 الف' سطر 17) میں صرغتمش ہے۔ مخطوطہ ج (148' سطر 32) میں بھی لڑکے کا نام محمود بتایا گیا ہے۔ عبر (جلد 5' 532' سطر 11) میں لڑکے کا نام "طغتمش یا محمود" دیا گیا ہے جس کی ماں سے تیمور نے اس کے باپ کی وفات کے بعد نکاح کر لیا تھا۔ پیش نظر عبارت میں نہ تو بیٹے کا نام مذکور ہے نہ ماں کا۔

ابن عرب شاہ (جلد 1' صفحہ 62' سطر 10) میں سیورغتمش کو غلطی سے سیورغا تمش لکھ دیا گیا ہے: تیمور نے سلطان حسین کو (سنہ 771ھ = سنہ 1370ء) میں قتل کرنے کے بعد اسے تخت پر بٹھا دیا تھا اور شام پر حملہ کرنے میں تیمور نے مطالبہ کیا تھا کہ "محمود خاں یا سیورغتمش خاں (کذا) اور خود اس کا نام جمعہ کی نماز کے خطبہ میں پڑھا جائے اور اسی طرح یہ کہ ان کے ناموں کے سکے ڈھالے جائیں (نیز دیکھو بارتولڈ' "الغ بیگ" صفحات 33' 34 اور اوپر کا نوٹ 21)- ابن تغری بردی بھی اسی طرح کہتا ہے کہ محمود خود صرغتمش کے نام سے مشہور تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 84' سطر 11- صفحہ 158' سطر 17)-

102- آخری "باقیہ" سے شاہان بابل کے طویل سلسلہ نسب کا آخری بادشاہ مراد ہے' اور "پہلے" سے افسانوی زمانہ کے یا اسکندر سے پہلے کے ایرانی مراد ہیں۔ (عبر' جلد 2' صفحہ 161' سطر 3)-

"نبطیون" (النبط) اہل بابل کا عربی لقب ہے جو نبیط کے واسطہ سے بائیبل کے سام

کی اور ایک روایت کے مطابق نمرود کی اولاد میں تھے (دیکھو عبر' جلد 2' صفحہ 69' سطر 19' طبری' جلد 1' صفحہ 219' سطر 5- صفحہ 324' سطر 3)- نمرود کی اولاد میں آسوری (نینوا' موصل یا الجزائر' عراق عرب کے لوگ) بھی ہیں اور بعض اوقات انہیں بھی مبہم طریقہ سے نبطیون کہا گیا ہے-

بخت نصر (جسے طبری نے پہلی جلد صفحہ 671' سطر 13 میں نبو خد نصر کا معرب کہا ہے) مروجہ عربی روایت کے مطابق بابلی تھا (دیکھو عبر' جلد 2' صفحہ 69' سطر 28) یا کم سے کم وہ موصل کے بادشاہ سنحریب کا ایک پوتا تھا اور اسی نے بابل فتح کیا تھا (عبر' جلد 2' صفحہ 71' سطر 12- طبری جلد 1' صفحہ 662' سطر 9)- بہرصورت وہ ایک نبطی تھا اور ایرانیوں نے جب بعد کو اسے شکست دی' تو اسے بابل میں گورنر بنا کر چھوڑ دیا تھا (عبر جلد 2' صفحہ 71' سطر 15- طبری' جلد 1' صفحہ 324' سطر 9)-

ایک بالکل مختلف روایت میں بخت نصر کو جس نے بابل تباہ کیا تھا' ایرانی بتایا گیا ہے- اس کا ایرانی نام بختنرشہ تھا اور وہ لہراسپ اور اس کے جانشینوں کی طرف سے ایران کے تمام مغربی صوبوں کا حاکم تھا (طبری' جلد 1' صفحات 640' سطر 6- 645' سطر 14' 651' سطر 12- عبر' جلد 2' صفحہ 160' سطر 16 جہاں بخت نصر کے ایرانی نام کو بخت نرسی لکھا گیا ہے)- جب وہ بابل سے بیت المقدس گیا تو وہاں دوسرا بخت نصر یعنی نبوزردن جو حاکم موصل سنحریب کا بیٹا تھا' اس کے ساتھ شامل ہو گیا- (طبری' جلد 1' صفحہ 650' سطر 16- عبر جلد 2' صفحہ 160' سطر 18)-

103- ترجمہ کا وہ حصہ جو خطوط و حدائی میں ہے' مخطوطہ الف میں متن کے حاشیہ میں درج ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یا تو خود مصنف نے اسے بعد میں بڑھا دیا یا کاتب نے- منوشہر قدیم ایرانی بادشاہ افریدون کا پوتا تھا اور روایت کے مطابق حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھا (طبری' جلد 1' صفحہ 429' سطر 13- دیکھو نوٹ 94)- تاریخ حمزہ الاصفہانی' بمبئی' 1932' صفحہ 20 پر یہ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ کا ظہور منوشہر کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال میں ہوا اور وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے' اور یہ کہ وہ منوشہر ہی کی حکومت کا زمانہ تھا جبکہ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو فلسطین میں لائے-

منوشہر کی اولاد میں ایک شخص کیقباذ گزرا ہے جو اس سے پانچویں پشت میں تھا (عبر' جلد 2' صفحہ 159' سطر 5- طبری' جلد 1' صفحہ 533' سطر 9)- اس کی شادی ترکوں کے ایک رئیس

کی لڑکی سے ہوئی جس کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک کیقاؤس تھا (عبر' جلد 2' صفحہ 159' سطر 6)۔ ایک دوسری روایت کے مطابق کیقاؤس کا ایک بیٹا سیاوخش تھا (طبری' جلد 1' صفحہ 598' سطر 2) جو ترکوں کے بادشاہ فراسیاب کے یہاں پہنچا۔ موخرالذکر نے اپنی بیٹی اس کے عقد نکاح میں دے دی (طبری' جلد 1' صفحہ 600' سطور 3 تا 11) جس سے اس کی وفات کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا (طبری' جلد 1' صفحہ 600' سطر 11- نیز مقابلہ کرو جلد 1' صفحہ 595' سطر 11 سے)۔

امکان یہ ہے کہ تیمور اپنی والدہ کے واسطہ سے جس کا نام تکینہ خاتون بیان کیا جاتا ہے' منوشہر سے اپنا رشتہ ملانے کے لئے ان روایات کی جانب اشارہ کرتا ہے (بارتولڈ' "الغ بیگ"' صفحہ 19)۔

104- یہ کہنا مشکل ہے کہ ابن خلدون نے منوشہر سے جو ایرانی تھا' رشتہ داری پر زور کیوں دیا سوائے اس کے کہ خود تیمور نے اس کا دعوٰی کیا تھا۔

105- متن کے الفاظ (یعکر علینا) کے لفظی معنی ہیں: "طبری کی رائے ہم پر لوٹ پڑے گی" جس کا مطلب "ہم پر" یا "ہمارے خلاف ہے"' اگرچہ کسی لڑائی یا مقابلہ کا ذکر کرتے وقت آخری معنے ہی لئے جا سکتے ہیں۔ یہاں سیاق عبارت سے بظاہر یہ معنی نکلتے ہیں کہ "بحث میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ" یا شاید "ہمارا فیصلہ کرو"۔ دیکھو تاریخ بلاذری کی فرہنگ مرتبہ ڈی خویہ' صفحہ 73)۔

106- مورخ محمد ابن جعفر الطبری (وفات سنہ 923ء) کے بارے میں ابن خلدون کی یہ رائے ہے کہ "وہ چند اچھے مورخین میں سے ہے اور اس کی نظر میں اس کا شمار ان مورخین میں ہوتا ہے جو "ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں"۔ (مقدمہ جلد 1' صفحات 3' 25' 44 اور دیگر متعدد مقامات)۔ ابن خلدون طبری کی تاریخی تصانیف پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے اور اپنی عجمی اقوام کی تاریخ کے لئے اس سے مواد حاصل کرتا ہے (دیکھو عبر' جلد 2) اور خود اپنے عمرانی فلسفیانہ خیالات کی تشریح کے لئے بھی اس سے استفادہ کرتا ہے۔

107- "ہم پر طبری کا قول ماننا واجب نہیں ہے۔" اس عبارت کا لفظی ترجمہ ہے: "طبری سے ہم پر کیا ہے؟" یعنی ہم اس کے کس قدر مرہون منت ہیں یا ہم اس سے کتنے مرعوب ہیں؟"

108- ابن خلدون کے جواب کی عبارت یہاں پر پھر مبہم ہو جاتی ہے اس لئے کہ "ناظر

علی" کا عام طور پر مفہوم ہے "مخالفانہ بحث کرنا" لیکن چونکہ تیمور نے طبری کو بطور سند ماننے سے انکار کر دیا تھا اس لئے اس پر بحث ممکن نہ تھی جب کہ ابن خلدون نے بھی اسے مسترد کر دیا تھا۔ مگر مجوزہ بحث کا دوبارہ ذکر نہیں ملتا اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ آیا ابن خلدون طبری کی پیش کردہ مختلف روایات میں سے فی الحقیقت کسی روایت کا انتخاب کرنا چاہتا تھا' کم سے کم ایک ایسی روایت کا جس سے اتنا ظاہر ہو کہ اس کی رائے درست ہے اور تیمور غلطی پر ہے۔

109- ابن خلدون نے شہر سے قاضیوں کے نکلنے اور دروازہ کے کھلنے کا جو ذکر کیا ہے' وہ تتمہ ہے ان حالات کا جو 24 جمادی الاولیٰ سنہ 803ھ = 10 جنوری 1401ء کے دن پیر کی صبح کو شہر کے چھوٹے دروازے پر قاضیوں کو چھوڑنے کے بعد پیش آئے (دیکھو نوٹ 46)۔

العینی جس کا بیان ان دنوں کے واقعات کے بارے میں بہت ہی مختصر ہے اور جس میں ابن مفلح کا کوئی ذکر نہیں ملتا' کہتا ہے کہ پیر کے دن جمادی کی 24 تاریخ کو (اس سے بلاشبہ اس کی مراد جمادی الاولیٰ ہے) تیمور نے شہر پر قبضہ کر لیا (ملک) اور انہوں نے دروازے کھول دیئے۔ اس نے ہر دروازہ پر ایک محافظ (شحنہ) بٹھا دیا اور عام معافی کا اعلان کر دیا (اوراق 41 الف' 31 تا 41 ب' سطر 2)۔ قاضیوں کی تیمور سے ملاقات جیسا کہ آگے چل کر مذکور ہے (نوٹ 115) اسی دن بعد کو شہر کی فصیل کے قریب ہوئی نہ کہ تبتہ یلبغا میں۔

110- "زعموا" (انہون نے یوں خیال کیا) کہ جملہ معترضہ کے طور پر استعمال کئے جانے کے بارے میں دیکھو طبری کی فرہنگ' صفحہ cclxxviii۔

111- میں نے "بزل" پڑھا ہے' لیکن مخطوطہ الف میں جو لفظ درج ہے' اسے "بدل" یا "بذل" بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

112- تیمور کی زندگی کے جتنے ماخذ ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ وہ ران میں تیر لگنے کے زخم سے لنگڑا ہو گیا تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 74' سطر 16- دیکھو آگے کا نوٹ 238)۔ کلاویجو (صفحہ 212) کے بیان کے مطابق اس کی دائیں ٹانگ اس وقت زخمی ہوئی تھی جب کہ اس نے سیستان پر چڑھائی کی تھی جس کی وجہ سے وہ ساری عمر لنگڑاتا رہا۔ مزید برآں اس کا سیدھا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی چھنگلی اور اس کے برابر کی انگلی جاتی رہی تھی۔ فارسی میں لنگڑے کے لئے "لنگ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے تیمور کو تیمور لنگ کہتے ہیں جو یورپ کی زبانوں میں ٹیمرلین (Tamerlane) ہو گیا ہے

(بارٹولڈ، "الغ بیگ"، صفحہ 24)۔

113- "باجے" لغوی طور پر "مزامیر" ہیں اور "ان سے" "لہم" (کذا جمع مذکر) میں غالباً ان کے بجانے والوں کی طرف اشارہ ہے۔

114- "تربت منجک" سے غالباً فرج ابن منجک کا مقبرہ مراد ہے جس کا ذکر تلاس نے اپنی کتاب Les Mosquees de Damas' صفحہ 144' سطر 27 میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ باب الجابیہ کے باہر واقع ہے جو شہر کی مغربی فصیل میں ہے۔ نیز دیکھو آر۔ ہار ٹمین کی کتاب Das Tuhinger Fragment der Chronik das Ibn Tulun صفحہ 154' سطر 10' جہاں باب النصر کے سلسلہ میں فرج ابن منجک کے مقبرہ کا ذکر آیا ہے' اور یہ باب النصر بھی باب الجابیہ سے ذرا آگے مغربی فصیل میں واقع ہے۔

"دمشق کی طرف" تیمور کے گھوڑے پر سوار ہو کر جانے سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے جس کا اظہار اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تیمور کے لشکر کا بڑا حصہ قبتہ یلبغا میں خیمہ زن تھا یا رہ چکا تھا جو شہر کی فصیلوں کے جنوبی حصہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے (دیکھو نوٹ 35)

115- قاضیوں کی اس ملاقات کے مقصد کا ذکر ابن خلدون اوپر کر چکا ہے: وہ مقصد یہ تھا کہ رسمی طور پر اظہار اطاعت (طاعۃ) کیا جائے' یہ بظاہر اس لئے ضروری تھا کہ اس عام معافی کو جس پر تیمور نے ایک "رقعہ" (دیکھو نوٹ 38) میں اظہار رضامندی کر دیا تھا' موثر بنایا جائے۔ بدیہی طور پر اطاعت کی کارروائی کی تکمیل کے بعد ہی شاہ ملک کو (جسے یہاں تیمور کا "نائب" کہا گیا ہے' شاید اس وجہ سے کہ اسے دمشق پر حکومت کرنے کے لئے نامزد کیا گیا تھا' دیکھو بالا' نوٹ 49) حکم دیا گیا تھا کہ وہ ملاقاتیوں کو اعزازی خلعت عطا کرے۔ چونکہ ایسے خلعت عہدیداروں کے تقرر کا لازمہ ہوتے تھے' اس لئے ابن خلدون کے مختصر جملہ کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 74' سطر 13) کہتا ہے: "اس نے ان مشاہیر میں سے ہر ایک کو خلعت پہنایا اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ اپنے مامور اشخاص کی حیثیت سے مقرر کیا اور پھر انہیں ہنسی خوشی رخصت کر دیا۔" العینی (ورق 41 ب' سطر 23) بیان کرتا ہے کہ تیمور نے شہر میں عہدہ دار مقرر کئے اور ان عہدہ داروں میں وہ خصوصیت کے ساتھ حنفی قاضی ابن کشک کا بہ حیثیت قاضی القضاۃ اور حنبلی النابلسی کا نام لیتا ہے اور کسی شافعی یا مالکی قاضی کے تقرر کا ذکر نہیں کرتا۔

116- اس امر کا لحاظ رہنا چاہئے کہ قلعہ کی فتح کے منصوبوں پر یہ بحث اس دن ہوئی جب کہ ابن خلدون پہلی مرتبہ تیمور کی خدمت میں بتاریخ 24 جمادی الاولیٰ سنہ 803ھ = 10 جنوری 1401ء گیا تھا (دیکھو نوٹ 46)- چند دن بعد ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دیکھو ذیل کا نوٹ 122-

117- "اپنے گھر" سے لغوی طور پر "اپنا مکان" مراد ہے۔ کسی لفظ سے اس امر کا اظہار نہیں ہوتا کہ آیا ابن خلدون مدرسہ عادلیہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

118- بربروں اور عام طور پر المغرب کی تاریخ پر اس قدر شرح و بسط کے ساتھ لکھنے کی وجہ سے ابن خلدون اس موضوع سے اس قدر واقف ہو گیا تھا کہ اسے تیمور کی درخواست پر المغرب کے حالات قلمبند کرنے کے لئے "چند دن سے" زیادہ درکار نہ تھے۔ اس رسالہ کو جو اب ناپید ہے ابن خلدون کی ایک جداگانہ تصنیف سمجھنا چاہئے اور اس کا شمار اس کی زندگی کے آخری دور کی تصانیف میں کرنا چاہئے۔

119- "سیکریٹری" اصل میں "موقع" ہے یعنی وہ شخص جو سرکاری دستاویزات لکھتا ہے یا ان کی کتابت کی نگرانی کرتا ہے۔ زملکانی نے اس رپورٹ کا جو متوازی بیان دیا ہے (دیکھو نوٹ 77) اس میں "ورخنہ" کی بجائے "ورخنہ" درج ہے۔

120- یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا کبھی ترجمہ ہوا تھا یا نہیں۔ بہرحال اصل مسودہ یا ترجمہ کی کوئی نقل موجود نہیں ہے۔ "اللسان المغلی" سے ہمیں غالباً مشرقی ترکی یا چغتائی ترکی مراد لینا چاہئے، یعنی وہ زبان جو سارے وسطی ایشیا میں بولی جاتی تھی اور جسے مغول عام طور پر اویغور تحریروں میں استعمال کرتے تھے۔ دیکھو کلاویجو (صفحات 201 و 356) جس نے اپنی سیاحت کے دوران میں وسطی ایشیا میں زبانوں کی علاقائی تقسیم کا بڑی احتیاط سے مشاہدہ کیا تھا۔ تحریری زبان کی حیثیت سے منگولی زبان کے وسیع استعمال کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ قاہرہ کے مملوک دفتر وزارت میں مغلی دستاویزوں اور خط و کتابت کے ترجمہ کے لئے ایک خاص شعبہ تھا۔ (ابن الفرات' جلد 9' صفحہ 453' سطور 21 تا 23- Quatremere' سلوک' جلد 2' حصہ دوم' صفحات 313 و 314- صبح' جلد 7' صفحہ 294' سطر 10) لفظ مغل میں حرف "نون" کے حذف کے بارے میں دیکھو بارتولڈ کی Vorlesungen' صفحات 214 و 215-

لیکن یہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ تیمور کس حد تک مغولی زبان سے واقف تھا'

"دیکھو کلاویجو' صفحہ 356)- ابن عرب شاہ کہتا ہے (جلد 2' صفحہ 800): "تیمور عربی سے نابلد تھا' لیکن فارسی' ترکی اور مغولی زبانوں کو وہ کسی حد تک سمجھتا تھا' مگر اس سے زیادہ نہیں۔" (نیز دیکھو منہل' ورق 152 الف' سطر 14)-

بظاہر ممکن ہے کہ خود تیمور نے فارسی کو ترجیح دی ہو۔ نہ صرف یہ کہ وہ گفتگو کرتے وقت "خوب" "خوب" جیسے فارسی الفاظ استعمال کرتا تھا (ابن عرب شاہ' جلد 1' صفحہ 630' سطر 6)' بلکہ اس نے اپنے اصول عمل کے طور پر/فارسی کا قول "راستی رستی" (یعنی سچائی میں سلامتی ہے) پسند کر رکھا تھا۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 281' سطر 20- ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 782' سطر 6 بارتولڈ لیکچرز Vorlesungen صفحہ 232' اس کا یوں ترجمہ کرتا ہے:

(Gerechtigkeit ist staerke) یعنی راستبازی ہی میں طاقت و توانائی ہے۔

ابن قاضی شہبہ (ورق 181) کے بیان کے مطابق ابن خلدون نے المغرب کا جو حال تحریر کیا تھا' اسے فارسی میں تیمور کو سنایا گیا تھا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے (نوٹ 31)۔ کہ تیمور سے گفت و شنید کے لئے ابن مفلح اس لئے انتخاب کیا گیا تھا کہ وہ فارسی اور ترکی میں گفتگو کر سکتا تھا اور کسی ترجمان کا محتاج نہ تھا (ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 331' سطر 22)-

121- "النقب" غالباً "آلات النقب" کے بجائے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ عبر' جلد 5' صفحہ 493' سطر 22 میں ہے۔ عربی لغت کی کتابوں اور تاریخی تصانیف کے مطابق ہتھیاروں اور آلات جنگ کے زیادہ فنی بیان کے لئے دیکھو K. Huuri کی تالیف

Zur Geschichte des Mittelalter lichen Geschutzwesens aus Geschiitzwesens das Islamische باب Orientalischen Quellen صفحات 127 تا 192-

122- ابن خلدون نے قلعہ دمشق کے محاصرہ کا جو حال لکھا ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ ان واقعات کا بیان ہے جنہیں دوسرے مورخین نے شرح و بسط سے تحریر کیا ہے۔ اس سے بھی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ صرف اپنی سرگرمیوں کا پس منظر دینے پر اکتفا کرتا ہے۔

قلعہ کے محاصرہ کی تیاریاں شاید 28 جمادی الاولیٰ 803ھ = 14 جنوری 1401ء کو شروع ہوئیں' یعنی مذکورہ بالا منصوبوں پر بحث کرنے کے تقریباً" چار دن بعد (نوٹ 116)- ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 76' سطر 15) کہتا ہے کہ تیمور نے "ابتدا میں" اس کے محاصرہ کے لئے عملی

کارروائی نہیں کی' اور شرف الدین (جلد 3، صفحہ 335) بیان کرتا ہے کہ قلعہ کے اندر سے جو گولے پھینکے جاتے تھے' ان کی وجہ سے تیمور کی فوجیں آگے بڑھنے سے رک گئی تھیں جس کی وجہ سے زیادہ تیاریاں ضروری ہو گئی تھیں (جلد 3، صفحہ 336)۔ ان تیاریوں میں قلعہ کی دیواروں کے بالمقابل تین چبوتروں کی تعمیر شامل تھی دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2، صفحہ 96، سطر 4۔ نجوم' جلد 6، صفحہ 65، سطر 10)۔ اور 20 منجنیقوں کی تنصیب بھی جو ابن خلدون کے بیان کے مطابق "چند دنوں میں" پایہ تکمیل کو پہنچی تھی۔ اس کے بعد جو محاصرہ کئی دن تک جاری رہا' اس کی تفصیلات شرف الدین نے (جلد 3، صفحات 336 تا 338۔ نیز نجوم' جلد 6، صفحہ 65، صفحات 11 تا 15) دی ہیں۔

ابن عرب شاہ کے بیان کے مطابق (جلد 2، صفحہ 96 سطر 6) حملہ ابتدا میں شمال اور مغربی جانب سے کیا گیا تھا۔ اس طرح العینی (ورق 41 ب' سطر 5) نے الصالحیہ اور عقیبہ اور حکرالسماق میں آلات محاصرہ میں سے بعض کے مقام تنصیب کی نشاندہی کی ہے۔ العینی بھی کہتا ہے کہ ان میں سے ایک تربت النوریہ (جامع اموی کے جنوب) میں نصب کیا گیا تھا۔ اور خصوصیت کے ساتھ ایک خود مسجد میں بھی (ورق 41 ب' سطر 4)۔

بدیہی طور پر یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ شاہ ملک دمشق میں تیمور کے نائب کی حیثیت سے ابن ایاس کے بیان کے مطابق (ورق 332، سطور 25 تا 28) مسجد میں اپنے ساتھیوں سمیت قیام پذیر ہو گیا تھا اور اس کے دروازے عوام الناس پر بند کر دیئے تھے۔ مقریزی (سلوک' ورق 26 ب' سطر 25) رقمطراز ہے کہ تیمور کے شہر میں داخل ہونے کے بعد جامع اموی میں صرف دو مرتبہ نمازیں ادا ہوئیں تھیں (دیکھو نجوم' جلد 6، صفحہ 64، سطر 22)۔ وہ کہتا ہے کہ "پہلی مرتبہ جمعہ کا دن تھا اور تاریخ 9 جماوی الاخرہ تھی جب سلطان محمود اور اس کے ولی عہد کا نام جو تیمور کا بیٹا تھا (دیکھو نجوم جلد 6، صفحہ 65، سطر 1) خطبہ میں پڑھا گیا۔" لیکن 9 جماوی الاخرہ کو منگل کا دن تھا نہ کہ جمعہ کا اور اغلب یہ ہے کہ اس کی مراد جمعہ 19 جماوی الاخرہ = 4 فروری سے تھی۔ (شرف الدین' جلد 3، صفحہ 334، میں اس واقعہ کو جمعہ کے دن سے منسوب کرتا ہے جبکہ تاوان کی رقم ادا کی جا چکی تھی۔ دیکھو نیچے کا نوٹ)۔

اس صورت میں مسجد کے دروازہ کے بند کئے جانے کا واقعہ 29 جماوی = 11 فروری کو ہوا ہو گا۔ مسجد میں منجنیق کی تنصیب اس کے بعد واقع ہوئی ہو گی' اور اسی طرح شہر کے اس حصہ کی تباہی بھی جو مسجد اور قلعہ کے درمیان واقع تھا' یعنی اس کی جنوبی اور مغربی جانب

(سلوک، ورق 27 الف، سطر 3)- (زیر بحث عبارت میں) ابن خلدون یہ بھی کہتا ہے کہ قلعہ کی عمارت ہر پہلو پر (یا شاید "ہر پہلو سے") تباہ کر دی گئی تھیں۔

محاصرہ کرنے والے کی زبردست قوت کے مقابلہ میں قلعہ کی بہادرانہ مدافعت پر ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 96، سطر صفحہ 98، سطر 3- دیکھو نجوم، جلد 6، صفحہ 65، سطور 6 تا 15) نے بہت زور دیا ہے کہ حالانکہ اس کے برخلاف ابن خلدون کا بیان پھیکا سا معلوم ہوتا ہے۔ شرف الدین نے بھی (جلد 3، صفحات 336 تا 338) دفاع کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب سفرمینا کے سپاہیوں نے طارمہ یعنی قلعہ کے سب سے اونچے برج میں سرنگیں لگا دیں اور اس کے بالائی حصہ کو نذر آتش کر دیا یہاں تک کہ وہ گر گیا تو محصورین نے اس رخنہ کی مرمت کر دی عین اس وقت فصیل کا دوسرا حصہ گرا جس سے کچھ حملہ آور ہلاک ہو گئے اور باقیوں کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا (جلد 3، صفحہ 338)- مدافعت اس لئے بھی قابل لحاظ تھی کہ آزمودہ کار جنگجو بہت کم تھے، نجوم (جلد 6، صفحہ 65 سطر 13) کے بیان کے مطابق ان کی تعداد 40 سے بھی کم تھی۔ ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 96، سطر 9) لیڈروں میں نائب کے علاوہ صرف دو چھوٹے افسروں کا ذکر کرتا ہے جو اسلحہ خانہ کے محافظ (زرد کاش) تھے۔ ابن تغری بردی اپنی منہل (ورق 149 الف، سطر 10) میں لکھتا ہے کہ جو لوگ قلعہ میں تھے ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ قلعہ کا دفاع کرنے والے سب کے سب نوجوان تھے اور یہ کہ ان میں سے اکثر ایسے تھے جو فن حرب سے بالکل نابلد تھے۔

آخر کار جب مدافعت کے سارے سازوسامان برباد ہو گئے اور یہ محسوس ہوا کہ مزید کمک کی کہیں سے توقع نہیں ہے تو یزہ دار (حاکم قلعہ) نے عام معافی کے وعدہ پر ہتھیار ڈال دیئے (نجوم، جلد 6، صفحہ 65، سطر 15) لیکن وہ خود موت کے گھاٹ اتار دیا گیا (شرف الدین، جلد 3، صفحہ 338)-

حوالگی کی تاریخ (جس کا تعلق ابن خلدون کے مصر جانے کی تاریخ روانگی سے ہے) صرف العینی نے دی ہے (ورق 41 ب، سطر 12) یعنی جمعہ، 21 رجب 803ھ = 7 مارچ 1401ء، لیکن 21 رجب کو پیر کا دن تھا اور غالباً" اس سے مراد 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء جمعہ کا دن تھا 11 رجب = 25 فروری کا تقریباً" صحیح ہونا شرف الدین (جلد 3، صفحہ 340) کے ذیل کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے: قلعہ کی حوالگی کے بعد تیمور قصر الابلق سے .تخاص کے مکان پر گیا (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 80، سطر 7 جو یہ بھی کہتا ہے

کہ تیمور نے اس وقت الابلق کو تباہ کر دینے کا حکم دے دیا تھا) اور اس مکان کی شان و شوکت کا ازواج مطہرات کے مقبروں سے مقابلہ کرنے کے بعد اس نے اپنے بعض امرا کو حکم دے دیا کہ وہ ان مقبروں پر سنگ مرمر کے گنبد تعمیر کریں (دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 98' سطر 11)۔ امیروں نے 25 دنوں کے اندر اندر گنبدوں کی تعمیر مکمل کر دی (شرف الدین' جلد 3' صفحہ 341)۔ اور چونکہ امرا تیمور کے ساتھ 3 شعبان 803ھ = 19 مارچ 1401ء کو دمشق سے جا چکے تھے (شرف الدین' جلد 3' صفحات 347' 348- نجوم' جلد 6' صفحہ 81' سطر 5- منہل' ورق 139 الف' سطر 13)۔ اس لئے قلعہ کی حوالگی 3 شعبان سے تقریباً" پچیس روز پیشتر یعنی 8 رجب = 22 فروری کو (بجائے 25 فروری کے جیسا کہ اوپر مذکور ہے) عمل میں آئی ہو گی۔ بہرحال 21 رجب = 7 مارچ سے چند دن پہلے۔

منہل (ورق 149 الف' سطر 12) کے بیان کے مطابق قلعہ کی مدافعت چالیس دن تک جاری رہی اور ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 98' سطر 6) کے مطابق تینتالیس دن تک۔ اگر 11 رجب سے پیچھے کی طرف شمار کیا جائے تو اس سے ابتدائے محاصرہ کی تاریخ 28 جمادی الاولیٰ 803ھ = 14 جنوری 1401ء نکل آئے گی' یعنی اس تاریخ سے صرف چار دن بعد جب ابن خلدون کے قول کے مطابق (دیکھو نوٹ 116) قلعہ کے محاصرہ کے منصوبوں پر پہلے پہل تیمور نے اپنے انجینئروں سے مشورہ کیا تھا۔

مگر محاصرہ کی مدت بھی 21 دن دی گئی ہے (سلوک' ورق 27 الف' سطر 4- نجوم' جلد 6' صفحہ 65' سطر 9- ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطر 1)- العینی (ورق 41 ب' سطر 11) ایک ماہ کی مدت بتاتا ہے۔ پھر اگر جیسا کہ اغلب ہے حوالگی 11 رجب = 25 جنوری کو عمل میں آئی تھی تو 29 دن سے 11 جمادی = 27 جنوری مراد ہو گی' یہ وہ تاریخ ہے جب شاید دو ہفتوں کی تیاری کے بعد حملہ کا موثر اور سرگرم مرحلہ شروع ہوا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابھی اور بعد میں یعنی 26 جمادی 803ھ = 11 فروری 1401ء کے بعد جنوبی اور مشرقی حصہ پر حملہ کا آغاز ہوا تھا۔

123- ان چند الفاظ میں کہ "اس نے عقوبت دے کر مال و متاع ضبط کیا" ابن خلدون نے دمشق کے باشندوں کی مصائب کی طویل اور دردناک داستان کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ وہ ان واقعات کے بارے میں خاموش ہے جو شہر میں اس کے "چند روزہ" قیام کے دوران میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔ جیسا کہ معلوم ہو گا تیمور سے اس کی دوسری ملاقات جس

کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے فی الواقع، قلعہ کی حوالگی کے دن ہوئی تھی، غالباً" 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء کو، اگرچہ وہ قلعہ کی حوالگی کے بعض تمہیدی اقداموں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ قاضیوں کی آمد کی تاریخ جب کہ وہ 24 جمادی الاولیٰ 803ھ = 10 جنوری 1401ء کو تیمور کے ساتھ تھا، اور قلعہ کی حوالگی کی تاریخ کے مابین چھ ہفتے سے زیادہ کی مدت گزر چکی تھی۔

اس مدت میں تیمور شہر سے تاوان وصول کر رہا تھا۔ اس نے پہلے پہل ابن مفلح سے 10 لاکھ دینار طلب کیے تھے (سلوک، ورق 25 ب، سطر 13۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 64، سطر 8۔ دیکھو شرف الدین، جلد 3، صفحہ 334، ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 78، سطر 2)۔ جب 10 لاکھ دینار بغیر دقت کے وصول کر لئے گئے (سلوک، ورق 26 ب، سطر 14۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 64، سطر 12۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطر 16)۔ تو تیمور نے ابن مفلح سے بزور اپنی یہ بات منوائی کہ جو رقم طے ہوئی تھی وہ ایک ہزار تومان تھی، ہر تومان 10 ہزار دینار کے مساوی تھا، یا مجموعی طور پر ایک کروڑ دینار (سلوک، ورق 26 ب، سطر 18۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 64، سطر 16۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطر 16)۔ یہ رقم افراد، مکانات اور نیز اوقاف پر بھی عائد کی گئی تھی (دیکھو آگے کا نوٹ) بازار میں عام کاروبار بند ہو گئے اور وہ صرف اس خرید و فروخت تک محدود ہو گئے جس کا مقصد عائد کردہ رقوم کا جمع کرنا تھا (سلوک، ورق 26 ب، سطور 17 تا 22۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطور 20 تا 23)۔

بعد کو جب ایک کروڑ دینار تیمور کے پاس پہنچ گئے تو اس نے دعویٰ کیا کہ حساب میں فرق پڑ جانے سے (بحسابنا) صرف 30 لاکھ دینار وصول ہوئے ہیں اور یہ کہ ابھی 70 لاکھ دینار کی کمی ہے۔ (نجوم، صفحہ 65، سطر 19۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 333، سطر 3۔ سلوک، ورق 27 الف، سطر 6 جس میں غلطی سے تیس لاکھ کی بجائے تین ہزار اور پھر 90 لاکھ دینار کی بجائے 9 ہزار درج ہیں۔ دمشق کے باشندوں سے تیمور نے جس طریقہ سے رقمیں اینٹھیں اس کے مماثل بیان کے لئے دیکھو بی۔ ڈی۔ خیاتیلی کی تالیف Tamerlani Vita صفحہ 137)۔

ان سب باتوں کے بارے میں العینی (ورق 41 ب، سطر 17) محض اتنا کہتا ہے کہ "تیمور نے دمشق کو اس کے باشندوں کے ہاتھ تین مرتبہ فروخت کیا، ہر مرتبہ سونے اور چاندی کی کثیر مقدار کے بدلہ میں۔"

ایک کروڑ دینار کی وصولی اور ادائیگی کے سلسلہ میں عربی مورخین صرف ابن مفلح کا ذکر

کرتے ہیں۔ شرف الدین (جلد 3، صفحہ 384) کہتا ہے کہ شاہ ملک اور تیمور کے بعض دوسرے امیروں نے (شمالی فصیل میں جامع اموی کے عین شمالی جانب) باب الفرادیس کے باہر وصولی کا ایک دفتر قائم کر دیا تھا۔ ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 98، سطر 6) اور منہل (ورق 148 ب، سطر 15) صدر محصل کی حیثیت سے الہ داد کا نام لیتے ہیں جو چھوٹے دروازے کے باہر ابن مشکور کے مکان میں مقیم تھا، اور دوسرے محصل جامع اموی اور چھوٹے دروازے کے مابین طلائی محل (دارالذہب) میں مقیم تھے (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 92، سطور 10 و 11- ابن عرب شاہ، صفحہ 80، سطر 2- منہل، ورق 148، سطر 18 اور Talass کی کتاب Damas 'Les mosquees de صفحہ 88)

رقم وصول کرنے میں ابن مفلح اور اس کے عمال نے جسمانی ایذا رسانی اور تشدد کا استعمال کیا تھا اور بہت سے اشخاص کے تلوؤں پر ڈنڈے مارے گئے تھے۔ (سلوک، ورق 26 ب، سطر 20- نجوم، جلد 6، صفحہ 64، سطر 20)- بظاہر یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہا، شاید 18 جمادی 803ھ = 3 فروری 1401ء تک۔

جب ایک کروڑ دینار ادا کئے جا چکے یا اس سے کچھ عرصہ پہلے تو شہر کی حوالگی کا باضابطہ اعلان جامع اموی میں جمعہ کی نماز کے وقت رسمی خان یعنی شہنشاہ محمود اور ولی عہد یعنی تیمور کے بیٹے کا نام لے کر کیا گیا (سلوک، ورق 26 ب، سطر 26- نجوم، جلد 6، صفحہ 65، سطر 1- شرف الدین، جلد 3، صفحہ 335 میں کہتا ہے کہ اعلان میں خود تیمور کا نام لیا گیا تھا)۔ صرف سلوک (ورق 26 ب، سطر 25) میں اس واقعہ کی تاریخ دی گئی ہے یعنی جمعہ، 9 جمادی 803ھ لیکن 9 جمادی 803ھ = 4 فروری 1401ء منگل کا دن تھا، اور انتہائی اغلب غلطی اس میں یہ ہے کہ "دس" کا لفظ حذف ہو گیا ہے اور اس کی بجائے دراصل 19 جمادی 803ھ = 4 فروری 1401ء پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد شاہ ملک اپنے ساتھیوں سمیت شہر میں داخل ہوا (ابن ایاس کہتا ہے "اپنی مستورات کے ساتھ") اور جامع اموی میں قیام کیا جہاں وہ شراب پیتے رہے، ڈھول بجاتے رہے اور پاسوں سے جوا کھیلتے رہے۔ مسجد کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور نماز جمعہ بھی بند ہو گئی تھی (سلوک، ورق 26 ب، سطور 27 تا 30- نجوم، جلد 6، صفحہ 65، سطر 4، مع تفصیلات کے۔ ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 332، سطور 25 تا 28)۔

غالباً یہ اس کے بعد تھا کہ مسجد اور قلعہ کا درمیانی حصہ تباہ و برباد ہوا جس کا ذکر (سلوک، ورق 27 الف، سطر 4) میں کیا گیا ہے، اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ممکن

ہو گیا ہو گا۔

جو روپیہ اب تک جمع ہوا تھا' وہ تاوان تھا جو صرف دمشق کے باشندوں پر عائد کیا گیا تھا (دیکھو لفظ خاتہ پر نوٹ 38)۔ تیمور کے حساب کے مطابق مطلوبہ رقم میں ابھی 70 لاکھ دینار واجب الادا تھے۔ تیمور نے اس کے بعد دیگرے ذیل کی رقوم کا مطالبہ کیا:

(الف) روپیہ' سامان اور اسلحہ جسے سلطان' امراء اور مصری افواج چلتے وقت دمشق میں چھوڑ گئیں۔ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس شخص کے پاس ایسا سامان بطور امانت رکھا ہو' اسے چاہئے کہ فی الفور اس کے حوالہ کر دے (سلوک' ورق 27 الف' سطر 8۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 3۔ ابن ایاس' صفحہ 333' سطر 8)۔

(ب) تاجروں اور دوسرے ممتاز شہریوں کا روپیہ جو دمشق سے فرار ہو گئے تھے (سلوک' ورق' 37 الف' سطر 11 میں دمشق "سے" کی بجائے دمشق "کو" لکھا ہوا ہے۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 2۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطر 9)۔ ان مواقع پر روپے کی فراہمی میں شہر کے باشندوں نے اپنی مصیبت سے مجبور ہو کر ایک دوسرے کے خلاف مخبری کی۔ (سلوک' ورق 27 الف' سطور 10' 13۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 03 دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 92' سطر 12)۔

(ج) شہر کے تمام جانور۔ گھوڑے' خچر' گدھے اور اونٹ۔ (سلوک' ورق 27 الف' سطر 14۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطر 10' جہاں حوالہ کردہ جانوروں کی تعداد 12 ہزار بتائی گئی ہے)۔

(د) ہر قسم کے ہتھیار اور اسلحہ جو شہر میں ہوں (نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 4۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطر 13۔ دیکھو سلوک' صفحہ 27 الف' سطر 14 جہاں چند الفاظ جن میں اسلحہ کے مطالبہ کا ذکر ہے' درج ہونے سے رہ گئے ہیں)۔

اس کے بعد تیمور نے باقی ماندہ 70 لاکھ دینار کا مطالبہ کیا جو اس کے حساب کے مطابق واجب الادا تھے۔ جب ابن مفلح نے جواب دیا کہ اب شہر میں قطعاً" کوئی روپیہ پیسہ باقی نہیں رہا تو تیمور نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو بیڑیاں پہنا دیں یہاں تک کہ وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ وہ اس کے لئے تمام علاقوں' محلوں اور مکانوں کی فہرستیں تیار کر کے دے دیں گے (سلوک' ورق' 27 الف' سطور 16' 17۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطور 15 تا 17' نیز صفحات 13 و 14 جہاں کوئی بھی متن بالکل واضح نہیں ہے۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 7'

میں "مکانوں" کا ذکر نہیں ہے۔ ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 78' سطر 14)۔

یہ فہرستیں بعد کو تیمور کے امراء میں تقسیم کر دی گئیں جو اپنے ملازموں کے ساتھ اپنے مقررہ علاقوں یا بازاروں میں گئے اور وہاں کے رہنے والوں سے روپے کا مطالبہ کیا۔

اس کے بعد وحشیانہ عقوبت' بے حرمتی' غارتگری اور مردوں' عورتوں اور بچوں کے قتل کا دور دورہ شروع ہوا جو 19 دن یعنی منگل 29 رجب 803ھ = 15 مارچ 1401ء تک جاری رہا۔ (سلوک' اوراق 27 الف' سطر 19' 27 ب' سطر 2۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 66' سطر 9' صفحہ 67' سطر 11۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 333' سطر 22' صفحہ 334' سطر 4۔ ان تمام ماخذوں میں اس منگل کو 21 رجب کی تاریخ دی گئی ہے۔ ان عقوبتوں کے بارے میں جو انفرادی طور پر مختلف قاضیوں پر روا رکھی گئیں دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 142' سطر 4۔ صفحہ 146' سطر 4)۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 344) ان مظالم کو تیمور کے امراء سے منسوب نہیں کرتا بلکہ افواج کو ان کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے (دیکھو ذیل میں)۔ اگرچہ ابن خلدون شہر میں مقیم تھا' بظاہر وہ ان مصائب سے محفوظ رہا۔

124- مخطوطات الف اور ج کے متن میں "اناسیما" اس کے آدمی" لکھا ہے جس کی بجائے یہاں "اثاثہا" (اس کا سازوسامان) پڑھا گیا ہے۔ جب تیمور کے امراء نے اطلاع دی کہ انہوں نے ہر ممکن چیز اپنے قبضہ میں کر لی ہے تو اس وقت ان کے متبعین کو اجازت دی گئی کہ وہ بدھ کے دن رجب 803ھ کے آخری دن = 14 مارچ 1401ء کو شہر میں داخل ہو جائیں (سلوک ورق 27 ب سطر 3۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 67' سطر 14۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 334' سطر 5) میں اس کی تاریخ 28 رجب اور منگل کا دن بتاتا ہے اگرچہ منگل کو 29ویں تاریخ تھی۔ شرف الدین' جلد 3' صفحہ 344' یکم شعبان بتاتا ہے۔ ابن آرام شاہ جلد 2' صفحہ 124' سطر 8 کوئی تاریخ نہیں دیتا لیکن صفحہ 128' سطر 6 میں بیان کرتا ہے کہ عام لوٹ مار تین دن تک ہوتی رہی۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 343 و 344) کہتا ہے کہ سپاہی بغیر اجازت کے داخل ہو گئے تھے' لیکن انہوں نے تیمور کی ایک تقریر سے مشتعل ہو کر ایسا کیا جس میں اس نے اہل شام پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے حضرت علی کے خلاف ظالمانہ جنگ میں بنوامیہ کا ساتھ دیا تھا۔

جب سپاہیوں نے سارے سازوسامان اور برتنوں پر جو شہر میں باقی رہ گئے تھے' قبضہ کر لیا تو انہوں نے مردوں' عورتوں اور بچوں کو سوائے ان کے جو پانچ سال سے کم عمر کے تھے

اور سوائے کمزور بوڑھوں کے' پابجولاں شہر سے باہر نکال دیا (سلوک' ورق 27 ب' سطر 6۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 67' سطر 16)۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 344' سطر 7) تیمور کے قیدیوں میں المناوی (دیکھو نوٹ 81) اور شامی شہروں کے نائبین کے نام لیتا ہے (دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 126' سطر 2' صفحات 142 تا 148)۔ شرف الدین کہتا ہے (جلد 3' صفحہ 347) کہ تیمور نے جملہ قیدیوں کو رہائی دے دی تھی اور انہیں شہر پہنچا دیا تھا' حقیقت یہ ہے کہ بہت سے قیدی تیمور کے دمشق سے کوچ کرنے کے دوران میں بچ کر نکل گئے تھے (سلوک' ورق 2 ب' سطر 12 بعد ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 335' سطر 19 بعد)۔ اور بعد کو جب اطلمش آزاد کیا گیا اور تیمور کے پاس بھیجا گیا تو باقی ماندہ سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تھے اور قاہرہ بھیج دیئے گئے تھے (ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 336 سطر 15)۔

125۔ جو آگ مکانوں میں لگائی گئی تھی' اس کے بارے میں دیکھو سلوک' ورق 27 ب سطر 26۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 67' سطر 18 جس میں "اور مسجدوں کو بھی" کا اضافہ موجود ہے۔ ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 132' سطر 7 بعد۔ ابن ایاس (جلد 1' صفحہ 334' سطر 17) بیان کرتا ہے کہ تیمور نے شہر کو نذر آتش کرنے کا حکم جمعرات کے دن یکم شعبان 803ھ = 17 مارچ 1401ء کو دیا تھا۔ شرف الدین (جلد 3' صفحہ 346) پر لکھتا ہے کہ آگ اتفاقیہ طور پر لگی تھی اور وہ اس لئے پھیل گئی تھی کہ مکانوں کی دوسری اور تیسری منزلیں وارنش لگی ہوئی لکڑی کی تھیں۔

126۔ آگ جامع اموی تک پہنچ گئی' چھت گر گئی' اس کے دروازے جل گئے' اسکا سنگ مرمر پاش پاش ہو گیا اور صرف دیواریں کھڑی رہ گئیں (سلوک' ورق 27 ب' سطر 9 نجوم' جلد 6' صفحہ 68' سطر 2)۔ ابن عرب شاہ بیان کرتا ہے (جلد 2' صفحہ 132' سطر 5) کہ خراسان کے رافضیوں نے یہ آگ لگائی تھی۔ مسجد کے جلنے کے بارے میں دیکھو کلاویجو' صفحات 173' 290۔ شلٹ برگر' کتاب مذکور صفحات 22' 23' 128۔ Memoire sur Tamerlan صفحہ 455۔

شرف الدین (جلد 3' صفحہ 346) اور نظام الدین شامی کی کسی قدر مختلف تفصیلات کے مطابق (مرتبہ Tauer' صفحہ 230 میں) تیمور نے شاہ ملک کو بھیجا تاکہ وہ مسجد کو بچا لے' لیکن اس کے سپاہیوں کی جملہ کوششوں کے باوجود مشرقی مینار (اگرچہ وہ پتھر کا بنا ہوا تھا) بالکل تباہ و برباد ہو گیا حالانکہ "منارۃ العروس" جو لکڑی کا بنا ہوا تھا' معجزانہ طریقہ پر بچ گیا (بدیہی

طور پر یہ مینار وہی ہے جسے "مینار مسیح" بھی کہتے تھے)۔ گنبد سیسہ سے منڈھا ہوا تھا، مگر وہ بچایا نہ جا سکا (دیکھو ابن خلدون کا حوالہ جو اس کی جانب کیا گیا ہے) اور شرف الدین اسے "ان لوگوں پر خدائی قہر" سے تعبیر کرتا ہے۔

127- ابن خلدون نے 3 شعبان = 19 مارچ کو تیمور کی روانگی سے قبل کے ہفتہ میں شہر اور مسجد کی تباہی کا بچشم خود معائنہ نہیں کیا تھا۔ وہ غالباً" 25 فروری 1401ء کے بعد ہی دمشق چھوڑ کر چلا گیا تھا جو اس سے ظاہر ہے کہ وہ یکم شعبان 803ھ = 17 مارچ 1401ء تک ایک تکلیف دہ سفر کے بعد جس میں کم سے کم دو ہفتے صرف ہوئے اور شاید اس سے بھی زیادہ، قاہرہ واپس پہنچ گیا تھا (دیکھو نوٹ 169 تاریخوں کی بحث کے بارے میں)۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس وقت بھی جبکہ وہ فصیلوں کے اندر تھا، اس نے شہر کے اندر کے واقعات کس حد تک دیکھے تھے۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اس دوران میں اس نے المغرب کے بارے میں اپنا تحریری مقالہ مکمل کر لیا تھا اور اسے تیمور کے پاس لے گیا تھا۔

128- یہ واقعہ بظاہر 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء کا ہے۔

129- دیکھو نوٹ 143۔

130- چونکہ تیمور نے اسے "طلب کیا تھا" (استدعانی) بعینہ جس طرح سے اس نے قاضیوں کو طلب کیا تھا، لہٰذا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، جیسا پیشتر خیال ظاہر کیا جا چکا ہے، کہ ابن خلدون ان کی طرح شہر ہی میں سکونت پذیر تھا وہ حقیقتاً" تیمور کے ساتھ نہیں تھا جو بظاہر اس وقت قصرالابلق میں مقیم تھا۔ (دیکھو نوٹ 35)۔

131- "مستند" سے فیصلہ کی وہ قانونی اساس مراد ہے جو ان شرائط کے مطابق ہو جو اسلامی شریعت کے بموجب عائد کی جاتی ہیں۔

132- لفظی معنی ہیں: "اس نے مجھ سے بالشافہ گفتگو کی۔"

133- خلافت اور امامت کے قیام اور ارتقاء پر اور ان کے متعلق شیعوں کی مختلف روایات کے بارے میں ابن خلدون کے خیالات اس کے مقدمہ کے مختلف ابواب میں درج ہیں۔ دیکھو خصوصیت کے ساتھ مقدمہ، جلد 1، صفحات 342 تا 377۔

134- "وصیت" سے یہاں وہ خصوصی نامزدگی مراد ہے جو رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں انہیں اپنا جانشین بننے کے بارے میں کی تھی اور اس میں علیؓ کی اولاد کا یہ حق بھی مضمر ہے کہ وہ حضرت علی کے بعد منصب خلافت پر متمکن ہوتے رہیں۔ (دیکھو گولٹ

یر کے لیکچرز 'Vorlesungen' جلد 1' صفحہ 209 بعد۔)

135- لفظی معنی ہیں "بہت سی آرا جو شمار سے الگ کر دی گئی ہیں (شذ)" (دیکھو ڈوزی' جلد 1' صفحہ 738- لفظ شذ)

136- اہل سنت وصیت (خصوصی نامزدگی) کے لزوم کو مسترد کرتے ہوئے آزادانہ انتخاب (اختیار) کو قبول کرتے ہیں یا ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی خصوصی "فریضہ" نہیں ہے۔ تاہم قضیہ زیر بحث میں ابن خلدون اس سے پہلے اور کسی قدر غیر منطقی طور پر ایک اور فریضہ کا ذکر کرتا ہے اور وہ ہے "اجتہاد" یعنی "اختیار انتخاب کے عمل در آمد میں احتیاط" ابن خلدون اپنے مقدمہ میں اجتہاد کے اصول کو اس طرح بیان نہیں کرتا' مگر ایک امام یا خلیفہ کی ضرورت کو ثابت کرنے کے بعد وہ (مقدمہ جلد 1' صفحہ 349' سطر 1) اس منصب پر فائز رہنے کے لئے چار شرطیں (شروط) پیش کرتا ہے: علم' عدل' صلاحیت اور قابلیت (کفایتہ) اور جسمانی اور دماغی صحت۔

137- الحنفیہ کے خانوادہ سے حضرت علیؓ کی وہ اولاد مراد ہے جو ان کی بیوی خولہ سے تھی جو بنو حنفیہ کے قبیلہ سے تھیں۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' مقالہ "محمد بن الحنفیہ"۔

138- ابو مسلم عبدالرحمٰن ابن مسلم ایرانی نسل کا سپہ سالار تھا۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

139- السفاح عباسی خاندان کا پہلا خلیفہ تھا۔ اس نے 132ھ سے 136ھ = 750ء سے 754ء تک حکومت کی۔ اس کے بھائی المنصور نے جیسا کہ بعد میں مذکور ہے' 136ھ سے 158ھ = 754ء سے 775ء تک حکومت کی۔ آخری عباسی خلیفہ المستعصم نے 640ھ = 1242ء سے 1258ء تک حکومت کی۔

140- لفظی ترجمہ ہے' "اور ان کا انتخاب اس کے قبول کرنے پر پڑا۔" یہ ایک مخلوط فقرہ ہے جس میں دو جملے ملا دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ "ان کی نظر انتخاب اس پر پڑی" اور دوسرا یہ کہ "انہوں نے اسے قبول کر لیا۔" (اس میں "انتخاب" کے لئے اختیار کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔)

141- ابن خلدون نے بظاہر زیادہ فنی اور مروج اصطلاح اجماع پر زور دینے کے لئے "اصفاق" کا لفظ بڑھا دیا ہے۔ اصفاق کے معنی ہیں "بیعت کی توثیق" اور اس کے بعد "اقرار

اطاعت" اور "حلف وفاداری۔"

142- نامزد کیا' یہاں "عہد" ہے جو عملاً "اوصی" کا مترادف ہے۔ لیکن اس کا کوئی خصوصی اطلاق حضرت علیؓ کے خاندان پر نہیں ہوتا۔

143- عباسیوں کی جو خلافت دوبارہ قائم ہوئی وہ جائز خاندان کی حیثیت سے قاہرہ میں اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ عثمانیوں نے 1517ء میں مصر فتح نہ کر لیا اگرچہ وہاں خلیفہ کے اختیارات بہت محدود تھے۔ دیکھو ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ' The Caliphate آکسفرڈ' 1924ء۔

144- دیکھو اوپر کا نوٹ 47۔

145- یہ دوست کون تھا اس کا اظہار نہیں کیا گیا ہے۔

146- فی الحقیقت ابن خلدون کو اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر جبکہ وہ 1364ء میں اشبیلیہ کے عیسائی حکمران پیڈرو المعروف بہ ظالم کے یہاں سفیر تھا' یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ایک فرمانروا سے تعارف کے لئے تحائف لازمی چیز ہیں' خواہ وہ حاکم مشرق کا ہو خواہ مغرب کا۔ مشرق میں اس رسم کے بارے میں دیکھو کلاویجو: "اب اس ملک کی یہ رسم ہے کہ جب لوگ بادشاہ کے حضور باریاب ہوتے ہیں تو انہیں کوئی تحفہ اس کے حضور میں پیش کرنا چاہئے" (صفحہ 158)' اور "یہ امر قابل لحاظ ہے کہ تیمور کے قاصد کو اس طرح سے پیش کردہ تحفہ کی قیمت سے اس احترام کا اندازہ ہو جاتا ہے جو دینے والے کے دل میں تیمور کا ہے" (دیکھو 203)۔

147- نسخہ قرآن یہاں "مصحف" ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں "لکھے ہوئے اوراق کا مجموعہ" لیکن اس سے خصوصیت کے ساتھ قرآن یا اس کا کوئی پارہ مراد لیا جاتا ہے "مصحف" کے بعد متن میں الفاظ "فی جزء مجلد" ہیں۔ یا ممکن ہے کہ چونکہ یہ متن بااعراب نہیں ہے' آخری لفظ "مخذق" ہو۔ لیکن ان میں سے کوئی قرات بھی "جزء" "پارہ" "فصل" یا "جلد" کے لئے موزوں اسم صفت نہیں۔

148- قصیدۃ البردہ آنحضرتؐ کی مدح میں ایک مشہور نظم ہے اس کا بربری الاصل مصنف شرف الدین ابو عبداللہ محمد ابن سعید الابوصیری (یا البصیری) تھا۔ (608ھ تا 695ھ = 1213ء تا 1296ء)۔ اس کی مکمل سوانح حیات اور اس کی کتابوں کی تفصیلات کے بارے میں دیکھو بروکلمن' GAL' جلد 1' صفحات 264 تا 266 ضمیمہ 1 صفحات 467 تا 472 اور

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

ابن الخطیب کے بیان کے مطابق (نفح الطیب' بولاق ایڈیشن' جلد 4' صفحہ 419) خود ابن خلدون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے قصیدۂ بردہ کی شرح لکھی تھی' مگر ابن خلدون اپنی "خود نوشت سوانح عمری" میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔

-149 اس خاص مٹھائی (حلوہ) کے لئے دیکھو ڈوزی' جلد 1' صفحہ 318' اسی لفظ کے تحت اور اس میں جو حوالہ درج ہے اس کے لئے دیکھو مقری' جلد 1' صفحہ 694' سطر 16- نیز دیکھو مقدمہ' جلد 1' صفحہ 25- Prolegomena' جلد 1' صفحہ 34' نوٹ 3-

-150 قصرالابلق (دھاری دار محل) کے بارے میں جو تیمور کی قیام گاہ تھا دیکھو بالا' نوٹ 35-

تیمور سے ابن خلدون کی اس ملاقات کی صحیح تاریخ' اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ 24 جمادی الاولیٰ 803ھ = 10 جنوری 1401ء کو اس کی پہلی ملاقات کے کتنے عرصہ بعد ہوئی' غیر یقینی ہے۔ پہلی ملاقات کے بعد ہی دوسری ملاقات کا ہونا' یعنی جب اسے اس رواج کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی' ممکن ہے۔ اس کے برعکس اس کی اس ملاقات کا حال قلعہ کی حوالگی کے بیان کے بعد بتایا گیا ہے اور زیادہ خصوصیت سے عنوان "امیر تیمور سے ملاقات کے بعد قاہرہ کو واپسی" کے فوراً" بعد ہی اگر ملاقات واقعی دمشق میں اس کے قیام کے ابتدائی ایام میں ہوئی تھی تو پھر اس کی واپسی کے سلسلہ میں اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ آگے چل کر اس امان نامہ کا حوالہ ہے جو اسے دیا گیا تھا (دیکھو نوٹ 166)۔

-151 جس استقبال کا حال یہاں دیا گیا ہے وہ بہت سی تفصیلات میں کلاویجو کے دیئے ہوئے بیان کے مطابق ہے (صفحات 222 تا 226)۔

-152 احترام کے اظہار کے لئے قرآن یا کسی دوسری مقدس کتاب کا سر پر رکھنا ایشیائی بادشاہوں کا ایک عام دستور ہے۔ منجملہ دوسرے بادشاہوں کے مغل اعظم اکبر (وفات 1605) کے بارے میں بھی اسی دستور کا مذکور ہے جب اسے عہد عتیق اور عہد جدید' پلانٹن کی طبع کردہ رائل پالی گلاٹ بائیبل کا ایک نسخہ 1567ء میں پیش کیا گیا تھا: دیکھو انٹونیو مانسریٹ کی Commentarius' صفحہ 37- وی اے۔ اسمتھ' مغل اعظم اکبر صفحہ 175- ایران کے شاہ عباس اول (وفات 1629) نے بھی ایسا ہی کیا تھا جب اسے زبور اور اناجیل کا نسخہ دیا گیا تھا۔

دیکھو A Chronicle of the Carmelites in Persia اور The papal mission of the xvii & xviii-th centuries مطبوعہ لندن' 1939' جلد 1' صفحہ 241-

153- مقریزی (خطط' جلد 2 صفحہ 220' سطر 36) اس رسم کو چنگیز خان سے منسوب کرتا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے حکم صادر کیا تھا کہ کسی شخص کو دوسرے کے ہاتھ سے کھانے کی کوئی چیز قبول نہ کرنی چاہئے تو قتیکہ پیش کرنے والا پہلے خود اس میں سے نہ کھائے خواہ قبول کرنے والا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو (دیکھو De Sacy' Chrestomathie Arabe 1826' جلد 2' صفحہ 164)-

154- لفظی معنی ہیں: "میں نے اس گفتگو کے متعلق غوروخوض کا دربارہ اس کے جو کچھ میرے دل میں (بمانفدی) میرے اپنے معاملہ (شان) میں اور وہاں کے (یعنی شہر کے) اپنے بعض دوستوں کے معاملہ میں تھا۔"

155- لفظی معنی ہیں: "میں دو اجنبینوں (کے ساتھ) اجنبی ہوں۔"

156- المغرب اس کا وطن اور مولد ہونے کے بارے میں دیکھو اوپر کا نوٹ 74-

157- کلمہ "جیلی" (میری نسل) عجیب ہے۔ خود ابن خلدون کا جہاں تک تعلق ہے اس سے مراد بظاہر مغربی ہے۔ لیکن قاہرہ مغربی شہر نہیں تھا' اور اس نے ابھی مغرب اور قاہرہ کا تضاد بتایا ہے۔ "جیلی" کی بجائے غالباً" یہاں "عیلی" پڑھنا چاہئے جس کے لئے آگے چل کر متن میں تائید مل جاتی ہے (دیکھو نوٹ 176) تیمور ابن خلدون سے کہتا ہے' "اپنے خاندان اور لوگوں کے پاس جاؤ" (عیالک) اور "عیل" "عیال" کی ایک دوسری صورت ہے جسے بعض اوقات عیال کا واحد قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 796) کہتا ہے کہ تیمور نے ابن خلدون سے اتفاق رائے کیا کہ اسے قاہرہ چلے جانا چاہئے اور اپنے خاندان (یا بیوی) اور بچوں (اہلہ الاودہ) کو لے کر اس کے پاس واپس آ جانا چاہئے (مگر دیکھو نوٹ 175)-

ابن خلدون اس سے پہلے بیان کر چکا ہے کہ 785ھ = 1383ء میں "اس کی بیوی اور بچہ (یا بچے) سمندر میں غرق ہو چکے تھے جب وہ تونس سے اسکندریہ جا رہا تھا" (عبر جلد 7' صفحہ 455' سطر 6)- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے قاہرہ میں دوسری شادی کر لی تھی جیسا کہ فی الحقیقت دوسروں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے (دیکھو سخاوی' جلد 4' صفحہ 146 سطر 27)-

158- ابن خلدون نے یہ الفاظ بدیہی طور پر لطیف خوشامد کے طور پر کہے تھے جن کا مقصد تیمور سے وہ جواب حاصل کرنا تھا جو فی الواقع اس نے دیا۔

159- "اردو" ترکی میں "کیمپ" یا "شاہی کیمپ" کو کہتے ہیں۔ زیادہ وسیع مفہوم "قیام گاہ" یا "دارالسلطنت" ہے۔ دیکھو ایف۔ تور' Archiv Orientali جلد 6' صفحہ 19' اشاریہ۔ بارٹولڈ' Vorlesungen صفحات 149' 180- کلاویہو' 'Embajada a Tamorlan' میڈرڈ' 1943' صفحہ cxxiii- چونکہ تیمور اس وقت قصرالابلق میں تھا' لہٰذا "کیمپ" "اردو" کا لفظ یہاں غالباً" اپنے وسیع ترین معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی جہاں کہیں بھی تیمور قیام پذیر رہا ہو' برعکس ابن خلدون کی رہائش گاہ کے جو اندرون شہر میں تھی۔

160- "تکمیل کرنا" یہاں "امضاء" (کسی حکم یا فیصلہ کو) "عملی جامہ پہنانا" "جائز قرار دینا" اور "دستخط کرنا" ہے۔ اس وقت بظاہر شاہ ملک کو ابن خلدون کے لئے اجازت نامہ تیار کرنا تھا تاکہ وہ جب چاہے شہر سے تیمور کے پاس جا سکے۔ اس امر کا کسی چیز سے اظہار نہیں ہوتا کہ وہ شہر سے مستقل طور پر منتقل ہو گیا تھا۔

161- لفظی معنی ہیں: "اور میری ایک اور (آخری) درخواست بھی ہے۔"

162- عمال حکومت کی فہرست میں مخطوطہ کا لفظ "الفرا" (جنگلی گدھے) یا "الفراء" (سمور فروش) کا لفظ قطعاً" غلط معلوم ہوتا ہے۔ "قراء" (قرآن پڑھنے یا پڑھانے والے) ہی بظاہر صحیح لفظ ہے۔ قرآن پڑھنے والے (یا پڑھانے والے) فاطمی دربار کے ارکان میں شمار کئے جاتے تھے (صبح' جلد 3' صفحہ 488' سطر 18) اور تیمور کے دربار میں بھی (ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 870' سطر 6)' لیکن ان ارکان کی حیثیت مذہبی تھی نہ کہ دفتری یا انتظامی۔

163- یہاں پھر ابن خلدون "ملک" یعنی بادشاہ کا خطاب تیمور کے لئے استعمال کرتا ہے' دیکھو نوٹ 1 و 100-

164- اگر "یغفل" (نظر انداز کرنا' غفلت برتنا) پڑھا جائے۔ چونکہ اس لفظ پر نقطے نہیں ہیں اس لئے اسے "یعقل" (قید و بند میں ڈالنا) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

165- ابن خلدون لطیف انداز میں اشارہ کرتا ہے کہ تیمور کو ماہرین نظم و نسق کی ضرورت ہے اگرچہ اس کا حقیقی مقصد اپنے دوستوں کی رہائی حاصل کرنا تھا۔ یہ مشہور بات ہے کہ تیمور دمشق اور دوسرے شہروں سے اپنے ساتھ ہنر مند مزدور' اہل قلم اور ماہر دستکار سمرقند لے گیا تھا۔ العینی (ورق 42 ب' سطر 25) کہتا ہے کہ "وہ ہر قسم کے ماہر کاریگر" لے

گیا۔ کلاویسو کے بیان کے مطابق (صفحات 134' 287 و 288) تیمور تمام پارچہ بافوں' کمان سازوں' شیشہ گروں' چینی کے ظروف بنانے والوں وغیرہ کو دمشق سے لے گیا تھا۔ (دیکھو شرف الدین' جلد 3' صفحہ 340 تا 347)۔

166- "امان نامہ" بالعموم "معافی نامہ" ہوتا ہے' جس سے بغاوت یا کسی دوسرے جرم کے لئے سرکاری معافی' جلاوطنی سے کسی عامل کی واپسی' نیز کسی ملکی تاجر یا غیر ملکی حاکم کے لئے پروانہ راہداری بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ابن خلدون نے اس "امان" کی طرف متعدد بار اشارہ کیا ہے۔ یہاں بظاہر اس خط کا حوالہ ہے جو مقریزی کے بیان کے مطابق تیمور نے ابن خلدون کو دیا تھا اور جسے وہ اپنی واپسی پر قاہرہ لایا تھا (سلوک' ورق 28 ب' سطر 19)۔ جو لوگ ابن خلدون کے ساتھ آئے تھے اور جنہیں "اس کی سفارش پر" رہائی دے دی گئی تھی' ان میں قاضی صدرالدین احمد القیصری بھی تھا جو دمشق میں دیوان العساکر کا ناظر رہ چکا تھا۔ (سلوک' ورق' 28 ب' سطر 21 بعد۔ نجوم' جلد 6' صفحہ 816' سطر 15- سخاوی' جلد 2' صفحات 223 و 224)۔

167- تیمور کی مہر پر سلوک (ورق' 28 ب' سطر 18) اور دوسرے ماخذوں کے مطابق اس کے دستخط "امیر تیمور گورگان" ثبت تھے۔ دیکھو نوٹ 1۔

168- دیکھو بالا' نوٹ 117' "بتی" پر۔

169- چونکہ تیمور 3 شعبان 803ھ = 19 مارچ 1401ء کو دمشق سے چلا گیا تھا (دیکھو سلوک' ورق 27 ب' سطر 7- ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 134' سطر 4- نجوم جلد 6' صفحہ 68' سطر 1 کے مطابق 80 دن کے قیام کے بعد اور Memoire sur Tamerlan' صفحہ 455 کے مطابق 90 دن کے قیام کے بعد) اور ابن خلدون دمشق سے غالباً" 3 ہفتے کے سفر کے بعد قاہرہ تقریباً" اسی وقت پہنچا تھا (دیکھو نوٹ 193) اس لئے ظاہر ہے کہ ابن خلدون کسی ایسی تاریخ کا حوالہ دے رہا ہے جو 13 رجب 803ھ = 27 فروری 1401ء کے بعد کی نہ تھی اور نہ قلعہ کی حوالگی کی تاریخ سے قبل کی تھی (جب کہ ابن خلدون ابھی تک دمشق میں تھا) جس کے لئے 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء کی تاریخ اوپر دی گئی ہے۔

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 112) کہتا ہے کہ قلعہ کی حوالگی کے بعد تیمور نے روانہ ہونے کی خواہش کی تھی (رام) (دیکھو نوٹ 194)۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس وقت اس کا ایسا نہ کرنا ممکن ہے کسی شدید بیماری کا نتیجہ ہو جس میں وہ سقوط قلعہ کے بعد مبتلا ہو گیا تھا (دیکھو

شرف الدین' جلد 3- صفحہ 342)-

170- متن کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے' "بعد اس کے کہ ہم مروجہ امور ختم کر چکے" (المعتاد)-

171- خچر (بغلہ) قاضیوں کی سواری کا جانور ہے۔ مقریزی (خطط' جلد 1' صفحہ 403) بیان کرتا ہے کہ مصر میں قاضی کے خچر کا رنگ خاکستری ہوتا تھا اور یہ کہ حکومت کے کسی دوسرے افسر کو اس رنگ کا خچر استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ خچر مع خلعت قاضی کو اس کے تقرر پر دیا جاتا تھا۔ قاضی القضاۃ کا خچر بہت قیمتی ہوتا تھا اور اس بارے میں وہ بہترین گھوڑوں کے برابر ہوتا تھا۔ چونکہ کسی قاضی القضاۃ کو پیدل چلنے کی اجازت نہ تھی لہذا ان کے ملازمین ان کے لئے ہمیشہ ایک خچر تیار رکھتے تھے۔ (صبح' جلد 6' صفحہ 42' سطر 11)-

تیمور کے بارے میں مشہور ہے کہ اسے خچر بہت پسند ہے۔ دیکھو 'Memoire sur Tamerlan صفحات 463 و 464: A toutes a utres de grans mules d' Espaigne ilaime moult sus (یعنی جانوروں میں سے اسے اندلس کے بلند قامت خچر بہت پسند تھے)۔

172- لفظی معنی ہیں' "میں اس سے آپ کی خدمت کروں گا" (آخدمک بہا)۔ اس جملہ کے لئے دیکھو ڈوزی' جلد 1' صفحہ 354-

173- جملہ "کفاہ عن" (یا من) کے معنی ہیں "کسی کو کوئی تحفہ اس کے تحفہ کے بدلے میں دینا۔" (ڈوزی' اس کلمہ کے تحت جلد 2' صفحہ 478- باب تفصیل)' اور "بالا حسان" سے لفظاً "مہربانی یا نیکی کے طور پر کچھ کرنا" مراد ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ براہ راست روپے کی ادائیگی کے ذریعہ سے ہو۔ فی الحقیقت یہ فرق غالباً" محض لفظی ہے۔ جیسا بعد کو معلوم ہوگا تیمور نے ابن خلدون کو خچر کی قیمت کے طور پر ایک رقم بھیج دی تھی (دیکھو نوٹ 196)-

174- لفظی معنی ہیں' "خچر اس کے پاس لے جایا گیا۔"

175- ابن خلدون کے اس مبہم جواب میں جو اس کے عام مصلحت پرستانہ طرز عمل اور شمالی افریقہ کے فرماں رواؤں کی ملازمت کے دوران میں اس کی وفاداری کی مسلسل تبدیلیوں کے عین مطابق ہے' یہ مضمر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیمور کے عمل میں شامل ہو جاتا بشرطیکہ موخرالذکر اس پر اصرار کرتا۔ الفاظ "ورنہ مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں ہے" سے غالباً" یہ

مراد ہو سکتی ہے کہ وہ تیمور کے ساتھ ہر جگہ جانے پر تیار تھا جب کبھی یا جہاں کہیں فاتح جانا پسند کرتا۔ لیکن اس نے تیمور کے لئے جو خوشامدانہ الفاظ استعمال کئے' انہیں ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دینی چاہئے۔ یہ امر مشکوک ہے کہ وہ اس عمر میں مزید سیاحت کا شوقین ہو گا' وہ تو قاہرہ سے دمشق تک جانے کا بھی زیادہ خواہش مند نہ تھا۔

بہرحال اس کے الفاظ کے ابہام کے پیش نظر بعض عربی مصنفوں نے تیمور کے ساتھ ملاقات کے اس حصہ اور دوسرے حصوں کی ناروا تشریحیں پیش کی ہیں۔ مثلاً" ابن قاضی شبہ لکھتا ہے (ورق 181) کہ تیمور نے ابن خلدون سے کہا: "میرے ساتھ میرے ملک میں چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" یہ بظاہر ان الفاظ کی محض تاویل ہے جو خود ابن خلدون نے تحریر کئے ہیں' "شہر سے اردو میں منتقل ہو جاؤ اور میرے ساتھ رہو۔" (دیکھو بالا' نوٹ 159) اور جب وہی مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ ابن خلدون نے جواب میں کہا: "قاہرہ میں ایک ایسی ہستی ہے جو مجھ سے محبت کرتی ہے اور جس سے میں محبت کرتا ہوں" تو بظاہر وہ محض ابن خلدون کے اپنے دیئے ہوئے جواب کی تاویل پیش کر رہا ہے کہ "قاہرہ میں میرے لوگ' میری نسل کے لوگ ہیں" (دیکھو نوٹ 157)۔

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 790' سطر 6' صفحہ 796' سطر 6۔ کلکتہ ایڈیشن' صفحات 439 تا 443) اور بعد کو حاجی خلیفہ (جلد 2' نمبر 2085 صفحہ 101) اپنے بیانات میں بعض کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ابن خلدون نے قاہرہ میں پیچھے چھوڑ دی تھیں اور وہ اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ ابن خلدون نے تیمور سے یہ چکمہ دے کر آزادی حاصل کی تھی کہ وہ ان کتابوں کو حاصل کرنے اور انہیں تیمور کے پاس واپس لانے کا خواہش مند ہے۔ مگر بظاہر ابن خلدون کے بیان میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی جس کے مطابق تیمور نے ازخود ابن خلدون کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا کہ وہ اس (تیمور) کے ساتھ رہے اور اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے کنبے کے پاس واپس چلا جائے بغیر یہ ظاہر کئے کہ وہ بعد کو ابن خلدون کی واپسی کا منتظر رہے گا' کتابوں کے ساتھ یا بغیر کتابوں کے۔

ابن عرب شاہ نے تیمور سے ملاقات کا جو حال ابتدا میں لکھا ہے (جلد 2' صفحات 62 تا 70۔ کلکتہ ایڈیشن صفحات 211 تا 214) وہ بھی غالباً" خود ابن خلدون کے اپنے بیان کی وسیع اور آزاد تاویل ہے۔ مزید برآں چونکہ یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ آیا ابن عرب شاہ کے سامنے ابن خلدون کا تحریری بیان موجود تھا' اس لئے ممکن ہے کہ ملاقات کے بارے میں اس نے

اپنی اطلاع سنی سنائی باتوں سے حاصل کی ہو اور پھر اس خلاصہ کی تشریح اپنے مخصوص مرصع انداز میں کر دی ہو جس میں تیمور کے لئے خوشامد کے ضرورت سے زیادہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

-176 اس کے کنبے کے متعلق دیکھو بالا نوٹ 157-

-177 یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکی کہ یہ بیٹا میران شاہ تھا یا شاہ رخ۔

-178 ابن خلدون نے موسم بہار کی چرائی کا جو ذکر کیا ہے' اس سے دمشق سے اس کی تاریخ روانگی کا تعلق ہے۔ "موسم بہار کی چرائی" عربی میں "مرباع" ہے جو اسم مکان ہے نہ کہ مصدر۔ اس فقرہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تیمور کا بیٹا چراگاہ قائم کرنے کے لئے گیا تھا۔ حسب معمول مویشی چرائی کے لئے بھیجے جاتے تھے جونہی کہ موسم سرما کی بارشیں کلی گھاس پیدا کر دیتی تھیں' غالباً" یکم جنوری کے لگ بھگ۔ اس سے پیشتر کہ تیمور حملہ سے روانہ ہو تیمور کے امرا درحقیقت "سرائی مستقر" قائم کرنا چاہتے تھے' یعنی 11 جمادی الاولیٰ 803ھ = 28 دسمبر 1401ء سے پہلے (دیکھو شرف الدین' جلد 3' صفحہ 308- ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 14' سطر 12)- مگر تیمور نے منظوری نہ دی اور یہ قلعہ دمشق کا محاصرہ شروع ہونے کے بعد اور حملہ شروع ہونے سے قبل ہی تھا کہ اس نے اپنے دو بیٹوں میراں شاہ اور شاہ رخ کو بھیجا تاکہ وہ سرائی مستقر قائم کریں "اس غرض سے کہ گھوڑے کنعان کی طرف والی سرزمین کی گھاس چر سکیں۔" (شرف الدین جلد 3' صفحہ 337)- یہ واقعہ غالباً" 2 جمادی الاخرہ 803ھ = 17 جنوری 1401ء سے بہت قبل کا نہیں ہے۔

قلعہ کی حوالگی کے بعد (تقریباً" 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء کو) جب تیمور بیمار ہوا تو "شاہی نسل کے شہزادے" (یعنی میراں شاہ اور شاہ رخ) "کنعان سے" دمشق واپس بلا لئے گئے (شرف الدین' جلد 3' صفحہ 342)- یہ ممکن ہے کہ تیمور کی سریع صحت یابی کے بعد میراں شاہ اور شاہ رخ یا ان میں سے کوئی ایک سرائی مستقر کو واپس چلا گیا ہو اور یہ کہ ابن خلدون کا حوالہ اسی کی واپسی کی جانب ہے۔

179. لفظی معنی ہیں: "سلطان اپنے بیٹے کو آپ کے بارے میں ایک فریضہ تفویض کر رہا ہے۔"

-180 لفظی معنی ہیں: "سمت میں صاف نہیں تھی۔"

-181 "مملک" کے لئے دیکھو' بذیل "عمل" صفحہ 2730' درمیانی کالم۔

182- متن کے الفاظ ہیں: "صفد اقرب السواحل الیا" جس کے لفظی معنی ہیں "صفد جو ہم سے قریب ترین سمندری ساحل (یا بندرگاہ) ہے۔" (دیکھو ڈوزی بذیل "سحل")۔ ابن خلدون یہاں پر اور آگے چل کر بھی (دیکھو نوٹ 190) بظاہر صفد کو ساحل پر دکھاتا ہے اگرچہ وہ فی الحقیقت 60 میل اندرون ملک میں واقع ہے۔ یا تو ابن خلدون نے بے پروائی میں یہ لکھ دیا ہے یا متن کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو اس نے اصل میں لکھے تھے۔ غالباً" اس کا مطلب یہ تھا کہ ان دو بڑی شاہراہوں میں جو دمشق سے جانب جنوب جاتی ہیں اس نے اس شاہراہ کو ترجیح دی جو اسے ساحل سے قریب لے آئے (دیکھو اوپر کا نوٹ 24 جہاں سڑکوں سے بحث کی گئی ہے)۔ لیکن یہ امر واضح نہیں ہے کہ آیا اس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ وہ صفد تک اس پوری سڑک پر سفر کرے اور پھر وہاں سے ساحل کی جانب روانہ ہو جائے یا صفد والی سڑک پر سفر کا آغاز کرکے کسی فرعی سڑک پر ہو لے جو براہ راست ساحل کو جاتی ہو۔ وہ غالباً" یہ کہنا چاہتا تھا کہ صفد کو جانے والی سڑک پر ساحل کا فاصلہ کم تھا بمقابلہ اس سڑک کے جو براستہ شعب جاتی ہے۔

183- ابن عرب شاہ (جلد 2، صفحہ 100) لکھتا ہے کہ علاء الدین الدواداری جو صفد کا حاجب تھا، دستور کے مطابق وہاں کے حاکم التون بغا العثمانی (جو اس سے پہلے حلب میں شاہی سپہ سالاروں کے ساتھ مل گیا تھا۔ دیکھو نجوم، جلد 2، صفحہ 49، سطر 6) کی غیر حاضری میں شہر کے گورنر کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ الدواداری نے تیمور کی خدمت میں مختلف تحائف پیش کرکے اس سے صفد کے باشندوں کے لئے امان نامہ حاصل کر لیا تھا، اور اس نے تیمور کے نام بار بار پیغامات بھیجے اور اس نے العثمانی اور غزہ کے وائسرائے عمر ابن الطحان ہر دو کی رہائی حاصل کر لی (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 110، سطر 9)۔

184- دیکھو بذیل نوٹ 210-

185- متن کے الفاظ بظاہر یہ ہیں: "اور سڑک اس قاصد سے اختلاف کا موضوع بن گئی" جو بامحاورہ نہیں ہے اس لئے کہ حرف جار مع یعنی "ساتھ" (مع) کا استعمال اختلاف ظاہر کرنے والے افعال کے بعد خلاف معمول ہے۔ مزید برآں یہ مشکل سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اگر ابن خلدون صفد جانے کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ اس علاقہ کے رہنے والے کسی شخص سے حجت کرتا کہ وہ کونسی سڑک سے جائے۔ غالباً" الفاظ "سڑک مختلف تھی" غلط جگہ پر لکھے گئے ہیں اور فقرہ اصل میں یوں تھا: "اور میں اس قاصد کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ پھر

ہماری سڑکیں مختلف ہو گئیں اور ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔"

186- قبائلی (عشیر) بظاہر دروزی تھے یا ان میں دروزی تھے دیکھو دروزی جلد 2، صفحہ 130 عنوان دروزی۔ اور (Quatremere Suluk) میں مملوکوں کے بارے میں جو حوالہ درج ہے۔ ابن تغری بردی (نجوم، جلد 7، صفحہ 94، سطر 2) اور تاریخ ابن طولون Ibn Tulun Chronik des (صفحہ 154، سطر 16) عشیر کو "روافض" قرار دیتے ہیں۔ جبل حرمون کے مغرب میں جو وادی تیم ہے، عرصہ دراز سے دروز کا صدر مقام رہ چکی ہے۔ العینی (ورق 40 ب، سطر 24، 41 الف، سطر 4) صفد مجون اور تعون کی پہاڑیوں میں (صفد سے غزہ جانے والی سڑک پر) عشیر کے غیرانسانی سلوک کا حال بیان کرتا ہے۔ بقول اس کے انہوں نے جو سلوک مفرور مملوکوں سے کیا، جو فرج کے فرار کے دو ماہ بعد تک قاہرہ آتے رہے تھے، وہ اس سے بھی بدتر تھا جو تیمور کے عساکر نے ان سے کیا تھا (دیکھو نیز سلوک، ورق 27 ب، سطر 12- نجوم، جلد 6، صفحہ 61، سطر 3)۔

187- "عرایا" (اس جمع کے لئے دیکھو ڈوزی، جلد 2، صفحہ 123، بذیل عرایا) عرایا کے لفظی معنی ہیں "ننگا" لیکن اکثر اوقات اس کا مفہوم ہوتا ہے "صرف زیر جامہ پہنے ہوئے" (لباس- دیکھو ابن ایاس، جلد 1، صفحہ 335، سطر 21 : عربوں اور قبائلیوں نے فرار ہونے والوں سے سب کپڑے اتروا لئے تھے سوائے جانگھیوں کے)۔

188- صبیبہ کا قلعہ دمشق کے جنوب مغرب میں تقریباً 38 میل اور صفد کے شمال مشرق میں تقریباً 20 میل کے فاصلہ پر تھا۔ زبدہ (صفحہ 46، سطر 22) "صیبہ کے شہر کا جو بانیاس کے نام سے مشہور ہے" ذکر کرتا ہے۔ وہ سڑک جسے لوگ دمشق اور صفد کے درمیان آمدورفت کے لئے بالعموم استعمال کرتے تھے بانیاس کے مشرق سے گزرتی تھی۔ شاہراہ کی شاخوں کے لئے دیکھو، مثلاً نجوم (جلد 6، صفحہ 120 سطر 16) "شیخ"، یشبک اور قرایوسف دمشق سے چلے گئے اور الخربہ (غالباً الخربیہ جو صفد جانے والی بڑی شاہراہ پر ہے) پہنچے۔ پھر وہ الگ ہو گئے (افترقوا) اور یشبک اور قرایوسف صفد چلے گئے اور شیخ قلعہ صبیبہ چلا گیا (جو خربیہ سے تقریباً 12 میل کے فاصلے پر ہے)۔

189- اگر یہ درست بھی ہو کہ ابن خلدون ابتدا میں صفد جانا نہ چاہتا تا مگر متن (اور ابن عرب شاہ، جلد 2، صفحہ 796، سطر 9) کے مطابق اب اس نے وہاں جانا مناسب خیال کیا۔

190- ابن خلدون کا مطلب پھر یہ معلوم ہوتا ہے (دیکھو نوٹ 182) کہ صفد ساحل پر

واقع تھا' یا یہ بات ہے کہ جہاز کے "گزرنے" کا ذکر کرنے سے پہلے اس نے محض بے توجہی میں (یا متن سے بعض الفاظ گر جانے کے باعث) اس امر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ صفد سے ساحل کو گیا۔ جس بندرگاہ سے وہ فی الحقیقت روانہ ہوا اس کا نام شبہ میں غیر متعین رہ گیا ہے۔ اس کا امکان بہت کم ہے کہ وہ بندرگاہ صیدا تھی اس لئے کہ صیدا دمشق کے تقریباً" مغرب میں واقع ہونے کے باعث بہت دور جانب شمال ہے۔ اسی طرح صور بھی بعید از قیاس ہے۔ غالباً" وہ مقام عکا تھا جو صفد کے لئے بندرگاہ سمجھا جاتا تھا (زبدہ' صفحہ 44' سطر 7)۔

191- عثمانی سلطان بایزید (ابویزید) ابن عثمان نے فرج کو "ظالم تیمور" کے خلاف اتحاد کی پیشکش کی تھی "تاکہ اسلام اور مسلمان آئندہ اس سے کوئی تکلیف نہ اٹھائیں" (نجوم' جلد 6' صفحہ 45' سطر 14) بایزید کے ایلچی قاہرہ میں بظاہر آخر شوال 802ھ = 23 جون 1400ء میں پہنچے تھے (نجوم' جلد 6' صفحہ 45' سطر 12) اور ایک جواب بھیجا گیا تھا جس میں اس پیشکش کو مسترد کر دیا گیا تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 145' سطر 19' صفحہ 46' سطر 11) ابن خلدون نے جو حوالہ یہاں دیا ہے وہ غالباً" فرج کے قاصدوں کی قاہرہ میں واپسی سے متعلق ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابن خلدون کے پہنچنے سے کچھ عرصہ پہلے شعبان 803ھ = مارچ 1401ء سے پیشتر قاہرہ پہنچ گئے تھے (دیکھو نوٹ 193)۔ چنانچہ قاہرہ سے بروصہ کے سفر اور واپسی میں تقریباً" چھ ماہ لگ گئے ہوں گے۔

192- تیمور کے خوف سے جو لوگ فرار ہوئے تھے ان میں سے بہت سے براہ سمندر مصر واپس آئے تھے' لیکن انہوں نے دمیاط تک اپنا بحری سفر جاری رکھا اور وہاں سے قاہرہ پہنچے (ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 335' سطر 22)۔ ابن خلدون یہ نہیں بتاتا کہ خود اس نے ایسا کیوں نہیں کیا بلکہ صحرا کی سڑک سے جو جزیرہ نمائے سینا سے گزرتی ہے' عام مگر دشوار گزار راستے کو ترجیح دی۔

193- سلوک کے مطابق (ورق 28 ب' سطر 19) ابن خلدون کے پہنچنے کا دن جمعرات کم شعبان 803ھ = 17 مارچ 1401ء تھا۔ اس کے واپسی سفر کی مدت کے بارے میں دیکھو اوپر کا نوٹ 169۔

194- یہ سفیر بظاہر بسق الشیخی ایک "امیر اخور" تھا۔ 21 جمادی 803ھ = 6 فروری 1401ء کو قاہرہ میں تیمور کا ایک خط پہنچا تھا جس میں اطلمش (اس کے بارے میں دیکھو بعد کا نوٹ) کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا اور وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر موخرالذکر کو بھیج دیا گیا تو تیمور اس کے قیدیوں کو رہا کر دے گا' بشمولیت قاضی صدر الدین المناوی کے۔ اطلمش کو اس کے قید

خانہ سے رہائی دے دی گئی اور اسے امیر سودون طاز کے مکان پر رکھا گیا۔ بعد ازاں بیسق کو ایک خط دے کر بھیجا گیا جس میں تیمور کو اطلاع دی گئی تھی کہ فرج اس کی تعمیل کے لئے تیار ہے (سلوک' ورق 28 الف' سطور 19 تا 26- نجوم' جلد 6' صفحہ 70' سطور 15 تا 22)-
بیسق 6 فروری کے بعد (دیکھو بذیل) کسی وقت قاہرہ سے روانہ ہوا تھا۔

ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 114) یہ بھی لکھتا ہے کہ دمشق سے فرج کے فرار کے بعد بیسق تیمور کی خدمت میں ایک خط لے کر آیا جس میں اس فرار کی وجہ بتائی گئی تھی اور تیمور کے خلاف دھمکیاں درج تھیں (جلد 2' صفحہ 116' سطور 1 سے 10)- جب تیمور خط پڑھ چکا تو اس نے بیسق سے کہا (جیسا کہ اس نے قاہرہ واپس آنے پر بتایا) : "اپنے قلعہ کو قلعشکم) جاؤ-" بیسق نے اسے کھنڈر کی حالت میں پایا (کتاب مذکور صفحہ 122' سطور 3-4)
بیسق کی اغلب تاریخ ملاقات کے لئے دیکھو نوٹ 195-

تیمور کی خدمت میں بیسق کی سفارت کا حوالہ مابعد کے ایک مراسلہ (مورخہ جمادی الاولیٰ 805ھ = 27 نومبر تا 26 دسمبر' 1402ء) میں بھی درج ہے جسے فرج نے تیمور کے نام بھیجا تھا اور جسے قلقشندی نے نقل کیا تھا (صبح' جلد 7' صفحات 320 تا 324)- اس میں بیان کیا گیا ہے کہ فرج کے دمشق چھوڑنے کے بعد بیسق (اور دوسرے اشخاص) تیمور کا ایک مراسلہ لائے تھے جس میں وعدہ کیا تھا کہ اگر اطلمش اس کے پاس بھیج دیا جائے گا تو پھر وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے گا۔ فرج نے اطلمش کو بھیجنے کی تیاریاں کر لی تھیں (صبح' جلد 7' صفحہ 321' سطور 8 تا 14)' اس وقت اطلمش کو نہ بھیجنے کی وجہ (دیکھو صفحہ 321' سطر 7) یہ تھی کہ اس دوران میں دمشق میں تیمور کے مظالم اور اس کی تباہ کاریوں کی اطلاع آ گئی تھی جس کی وجہ سے طے شدہ معاہدہ کالعدم قرار دے دیا گیا (کتاب مذکور' صفحہ 321' سطور 15 تا 18)- اطلمش تیمور کے پاس بہت عرصہ بعد تک نہیں بھیجا گیا تھا۔ اس مراسلہ کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیسق ہی فرج کے پاس تیمور کا مراسلہ لے کر گیا تھا (جیسا کہ اوپر مذکور ہے) اور فرج کے جواب کو بھی جس کا ذکر مقریزی اور ابن تغری بردی نے کیا ہے۔

جب تیمور نے اطلمش (صبح' جلد 7' صفحہ 321 سطر 13) کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا' اس وقت اس نے کہا تھا کہ وہ قرا' سلمیہ' حمص یا حماہ میں اس کی آمد کا انتظار کرے گا۔ یہ مقامات اس سڑک پر واقع ہیں جو دمشق سے جانب شمال مشرق لبنان کی پہاڑیوں کے بالمقابل مشرق میں حلب تک جاتی ہے۔ تیمور بدیہی طور پر اس وقت جانب شمال روانہ ہونے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور جب وہ بالآخر رخصت ہوا تو اس نے اسی سڑک کو اختیار کیا (شرف الدین' جلد 3'

صفحات 247 و 248) اس لئے کہ قبیبات چھوڑنے پر اس نے غوطہ میں پڑاؤ ڈالا اور (نجوم جلد 6، صفحہ 72، سطر 5) پھر القطیفہ گیا جو دمشق کے شمال مشرق میں اس سڑک سے 25 میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔

چونکہ تیمور کا مراسلہ جس میں اطلمش کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تھا، فی الحقیقت 6 فروری کو قاہرہ پہنچا تھا (دیکھو اوپر کا نوٹ) اور اطلمش (اگر اسے رہائی مل جاتی) دس دن یا دو ہفتوں کے اندر مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام پر پہنچ سکتا تھا، اس لئے یہ ظاہر ہے کہ تیمور کو توقع تھی کہ وہ 16 سے 20 فروری تک اس سڑک پر ہو گا۔ اوپر کہا گیا ہے (نوٹ 9 ا) کہ تیمور بظاہر قلعہ کی تسخیر کے وقت تقریباً" 25 فروری کو اپنی روانگی کا منصوبہ تیار کر رہا تھا اگرچہ عملاً" وہ 19 یا 20 مارچ تک وہاں سے روانہ ہو سکا۔

-195 فعل "اعقب" مبہم ہے اس لئے کہ عام طور پر اس کے معنی ہیں "پیچھے پیچھے آنا"۔ (یعنی فورا")، لیکن بیسق قلعہ کے سقوط کے بعد ابن خلدون کے وہاں پہنچنے کے بہت عرصہ بعد پہنچا تھا۔ غالباً" یہاں اس لفظ کے معنی ہیں "بعد میں آنا" یعنی یہ کہ بیسق دمشق میں اس وقت پہنچا تھا جب ابن خلدون وہاں سے جا چکا تھا (دیکھو ایسے معانی کے لئے لین سے بذیل لفظ مذکور کالم 2097، باب افعال و غیرہ)۔

یہ تشریح کلیتہ" قابل قبول ہے۔ بیسق دمشق میں صرف تھوڑا عرصہ ہی رہا، اس لئے کہ تیمور نے اس کے پہنچتے ہی اور قبل اس کے کہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ قلعہ تسخیر ہو چکا ہے، اسے شرف باریابی بخشا تھا، اور تیمور نے اسے فورا" قاہرہ لوٹ جانے کا حکم دیا تھا (دیکھو نوٹ 194)۔ چونکہ وہ سرکاری قاصد تھا اس لئے اس کے سفر واپسی میں دس دن سے زیادہ نہ لگے ہوں گے۔ دمشق میں اس کی آمد اور قاہرہ میں اس کی آمد کا درمیانی وقفہ اتنا طویل نہ ہو گا جتنا ابن خلدون کے دمشق سے قاہرہ تک کے کٹھن سفر کا، اور چونکہ بیسق قاہرہ میں ابن خلدون کی آمد کے بعد پہنچا تھا اس لئے وہ دمشق میں ابن خلدون کی روانگی کے بعد پہنچا ہو گا۔ مزید برآں ابن خلدون کے بیان سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ تیمور کے ساتھ تھا اسے تیمور کے دربار میں بیسق کی سفارت کا کچھ علم نہیں تھا۔ بلاشبہ یہ امر حیرت انگیز ہوتا اگر تیمور ابن خلدون کے لئے بیسق کو روپیہ دے دیتا ایسی حالت میں کہ ابن خلدون ابھی دمشق ہی میں تھا۔

-196 اگر متن درست ہے تو اس صورت میں حروف جارہ کے بارے میں ابن خلدون کا استعمال خلاف معمول معلوم ہوتا ہے یعنی "عزم" کے ساتھ کسی شخص کے لئے (علیٰ) کی

بجائے) "الیٰ" کا استعمال اور کسی چیز کے لئے ("ب" یا حالت مفعولی کی بجائے) "من" کا دوسرا "من" شاید توضیحی ہے: "اس کا قرض" یعنی "یہ آپ کا روپیہ۔"

197- اگرچہ "حکومت کا سربراہ" (صاحب الدولتہ) بظاہر سلطان فرج' جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے' کی طرف راجع ہے تاہم یہ اس اصطلاح کا بطور استعمال ہے۔ ایک اور جگہ جہاں "صاحب" کا لفظ "دولتہ" کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے' وہاں ابن خلدون ابو محمد ابن تافراکین کو سلطان ابو اسحاق تونسی کی "حکومت کا سربراہ" (صاحب الدولتہ) قرار دیتا ہے اس لئے کہ ابو محمد نے عملاً" سلطان کے اختیارات سنبھال لئے تھے (المستبد علیہ' عبر' جلد 7' صفحہ 398 سطر 9) (لمستبد علی الدولتہ' اس کتاب میں صفحہ 398' سطر 29- دیکھو Proleg' جلد 1' صفحہ xxx' "toutpuis ant" اور اسی طرح عبو ابن قاسم ابو محمد عبداللہ کو' جو مرینی سلطان ابوالحسن علی کی حکومت کا سب سے بڑا حاکم تھا (دیکھو السلاوی' کتاب الاستقصاء' صفحہ 190)' ابن خلدون نے "صاحب الدولتہ" (عبر' جلد 7' صفحہ 265' سطر 9) کہا ہے۔ (نیز دیکھو عبر' جلد 7' صفحہ 24' نیز بعد کے صفحات)۔

سلطان فرج کے بارے میں "صاحب الدولہ" کا استعمال حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جہاں تک القاب کا تعلق ہے مملوکی مصر میں "دولتہ" کے معنی حکومت کا مالیاتی شعبہ ہو گئے تھے اور "صاحب" وزیر کا خطاب تھا جو اب محض ایک افسر مالیات تھا جس کے اختیارات مالی امور میں بھی بہت محدود تھے (دیکھو زبدہ' صفحہ 93- مقدمہ' جلد 2' صفحات 9 تا 17)

لہٰذا یہ اغلب ہے کہ یہاں "صاحب الدولتہ" سے ۔شبک الشعبانی مراد ہے جو دمشق کی طرف ابن خلدون کی روانگی کا ذمہ دار تھا (دیکھو اوپر نوٹ 7) اور فرج کی قاہرہ میں واپسی کے بعد مصر کی حکومت پر پورا اختیار دے دیا گیا تھا (مشیر الدولتہ و مدبر امورہا۔ نجوم جلد 6' صفحہ 70' سطر 4 میں مذکور ہے کہ اس ذمہ داری میں وہ نوروز الحافظی کا شریک تھا۔ ۔شبک کے اقتدار کے لئے دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 86' سطور 7 و 11) یہ واقعہ جمادی 803ھ کے دوسرے ہفتہ کا تھا = جنوری 1401ء کے آخری ہفتہ کا۔ ۔شبک شوال یعنی وسط مئی تک صاحب اقتدار رہا اور ابن خلدون کو مارچ کے اختتام سے کچھ ہی پہلے مذکورہ بالا روپیہ مل گیا تھا (دیکھو نوٹ 195)۔

198- جو مکتوب المغرب بھیجا گیا تھا وہ فی الحقیقت آئندہ اسلامی سال یعنی 804ھ میں لکھا گیا تھا (دیکھو نوٹ 204) غالباً" اس کے شروع یعنی اگست 1401ء میں آخری واقعہ جس کا ذکر ابن خلدون نے اپنے مکتوب میں کیا ہے (دیکھو بعد کا نوٹ) وہ دمشق میں ابن خلدون کی

سرگرمیاں ہیں جس کے بعد وہ اضافہ کرتا ہے' "وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ گیا اور اطلاعیں موصول ہو رہی ہیں کہ وہ عازم سمرقند ہو گیا ہے۔" دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 73' سطر 1 جس میں لکھا ہے کہ ایسی اطلاعات شعبان 803ھ = 17 مارچ تا 14 اپریل 1401ء میں موصول ہوئی تھیں۔ دیکھو نیچے' نوٹ 228-

199- جو مکتوب یہاں دیا گیا ہے وہ بظاہر ابن خلدون کی کسی طویل روئیداد کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا مکتوب کا پورا متن مغربی ممالک کی کسی لائبریری میں محفوظ ہے یا نہیں اپنی تمام ادبی سرگرمیوں کے دوران میں ابن خلدون پر جوش مراسلہ نگار رہا ہے جیسا کہ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" (بالخصوص اس کے ابتدائی حصہ) سے ظاہر ہے۔ مصر میں بھی' جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا' وہ المغرب اور اندلس کے دوستوں کے ساتھ بہت طول طویل خط و کتابت رکھتا تھا۔

200- بظاہر المغرب کا یہ حاکم ابو سعید عثمان ابن ابی العباس ابن ابو سالم مرینی تھا جو 30 جمادی 800ھ = 19 مارچ 1398ء کو سولہ برس کی عمر میں بمقام فاس تخت نشین ہوا تھا (دیکھو السلاوی' کتاب الاستقصاء صفحہ 454- اس نے 823ھ = 1420ء تک حکومت کی تھی' ایضا" صفحہ 576)۔

201- مصر میں اپنے 23 سالہ مسلسل قیام میں (دیکھو اوپر' نوٹ 54) ابن خلدون کا المغرب سے جو مسلسل تعلق رہا اسے دیکھتے ہوئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قاہرہ واپس آ جانے کے بعد اس نے المغرب سے اپنے تعلقات کی اس طرح تجدید کی کہ اس نے المغرب کے حاکم کو تیمور سے اپنی ملاقات کی ایک تفصیلی روئیداد بھیجی۔

یہ قرین قیاس نہیں کہ ابن خلدون مراکش میں اپنے قیام کے دوران میں ابو سعید سے ذاتی طور پر واقف تھا۔ بہرحال اس کے مراسلہ کے دوستانہ انداز سے ("اگر آپ میری خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں۔" دیکھو نیچے کا نوٹ) یہ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ اس سے پہلے کچھ خط و کتابت رہ چکی تھی۔ لہذا یہ بہت ممکن ہے کہ اس نے اس سے پیشتر فرج کی جانب سے ابو سعید کو خط لکھا ہو۔ فرج کے نام ابو سعید کا ایک خط جس پر وسط شعبان 804ھ = مارچ 15 تا 29' 1402ء کی تاریخ درج ہے' قلقشندی نے (صبح' جلد 8' صفحات 103 تا 106) نقل کیا ہے۔ اس خط میں ابو سعید کہتا ہے (صفحہ 105' سطر 12) کہ اسے "اللہ کے دشمن" کے حملہ کی اطلاع ملی تھی اور (صفحہ 105' سطر 15) اسے مصری سلطنت کی سرحد پر پہنچنے کی توقع ہے تاکہ فرج کی "غفلت" سے فائدہ اٹھائے' لیکن یہ کہ تیمور ناکام ہو کر چلا گیا تھا اور

اس طرح فرج کی امداد کی لئے افواج اور بیڑا بھیجنے کی ابو سعید کی مجوزہ تجویز کو غیر ضروری بتا دیا (صفحہ 105' سطور 19 و 20)۔ یہ ممکن ہے کہ تیمور کے بارے میں ابو سعید کی اطلاع کا ماخذ وہی خط ہو جو ابن خلدون نے اسے بھیجا تھا۔ ابو سعید نے فرج کی "غفلت" کی جانب جو اشارہ کیا ہے وہ ممکن ہے کہ ابن خلدون کے اس بیان کو غلط طریقہ سے پڑھنے کا نتیجہ ہو (دیکھو تعریف کا متن' مخطوطہ الف' ورق 82 الف' سطر 25) کہ فرج مصر "واپس چلا گیا ہے" (قفل)۔

فرج نے ابو سعید کے خط کا جو جواب دیا ہے اسے بھی قلقشندی نے جو اس کا کاتب تھا' محفوظ کر لیا ہے۔ (صبح' جلد 7' صفحات 407 تا 411) اس میں بڑی تفصیل سے ابو سعید کو وہ واقعات بتائے گئے ہیں جن کا تعلق تیمور کے خلاف اس کی مہم' تیمور کی جانب سے صلح کی پیشکش' بغاوت کی خبر اور قاہرہ کو اس کی واپسی جو "خوف کی وجہ سے" عمل میں نہیں آئی تھی' دمشق کی حوالگی کے لئے نامہ و پیام اور تیمور کی تباہ کاریوں اور جرموں سے ہے' اور یہ کہ یہ سب کچھ اس کی بدانتظامی' کمزوری یا غفلت (عضبر) کا نتیجہ نہیں تھا۔ یہ جواب بدیہی طور پر جمادی الاولیٰ 805ھ = نومبر 27 تا دسمبر 26' 1402ء کے بعد ہی بھیجا گیا تھا۔ اس لئے کہ خط میں (صبح' جلد 7' صفحہ 411' سطر 12) فرج لکھتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے تیمور کو صلح نامہ کی ایک نقل بھیجی تھی جو اس کے پاس تھی اور جس پر اس وقت تیمور نے دستخط کر دیئے تھے۔ (تمغت بتمعنه قائم) اور فرج کو واپس کر دی تھی' لیکن فرج کی طرف سے ایک خط میں جو خود تیمور کو بھیجا گیا تھا اور جس پر جمادی الاولیٰ 805ھ کی تاریخ درج ہے (صبح' جلد 7' صفحہ 320' سطر 5) فرج رقمطراز ہے (صفحہ 324' سطر 1) کہ وہ اب تیمور کو صلح نامہ کی دو نقول بھیج رہا ہے' ایک وہ جس پر اس کے اپنے دستخط ہیں' اور جو تیمور کے لئے ہے' دوسری وہ جو تیمور کے دستخط کے لئے ہے (دیکھو صبح' جلد 7' صفحہ 329' سطر 5) اور اسے واپس کی جائے گی۔

202- لوگ ذاتی خط و کتابت میں اپنے زمانے کے تاریخی واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ ابن خلدون کا بھی یہی دستور تھا۔ اس کی مثال وہ خط ہے جو اس نے اپنے غرناطہ کے دوست ابن الخطیب کو لکھا تھا۔ (عبر' جلد 7' صفحہ 428' سطر 21) اور ابن الخطیب نے بھی اس کے نام اسی نوعیت کا خط ارسال کیا تھا۔ (عبر' جلد 7' صفحہ 426' سطر 5)۔

203- "حال المملوک" (لفظی معنی "غلام کی حالت") اس لئے کہ کسی حاکم کو مخاطب کرتے وقت راقم اپنے لئے "المملوک" کا لفظ استعمال کرتا تھا۔ دیکھو Bjorkman' صفحات

35 و 122- مراکشی، تاریخ الموحدین مرتبہ ڈوزی، صفحہ 252، سطر 14- یہی جملہ ان اوراق میں ملتا ہے جو جنیزہ، قاہرہ میں دریافت ہوئے تھے، صفحہ 24، نوٹ 4، اگرچہ مکتوب الیہ حاکم نہیں ہے۔

204- "سال ماقبل" ("العام الفارط" بجائے عام طور پر استعمال ہونے والے جملہ "العام الماضی" کے) شاید مغربی محاورہ ہے (دیکھو Bercher Lexique, arabe-francais) صفحہ 211، "یوم الاحد الفارط" "گذشتہ اتوار" dimanche dernier)۔

205- اصطلاح "ملک" (بادشاہ) کا دوبارہ استعمال غور طلب ہے۔

206- فرج فی الحقیقت 6 سے 21 جمادی الاولیٰ 803ھ تک تقریباً دو ہفتے دمشق میں قیام پذیر رہا تھا (دیکھو اوپر نوٹ 22)۔

207- دیکھو اوپر، نوٹ 40 اور 48-

208- تیمور نے فی الواقع دمشق کے باشندوں کو عام معافی دے دی تھی یا عام معافی دینے کا وعدہ کر لیا تھا پیشتر اس کے کہ ابن خلدون اس کے پاس جائے (دیکھو نوٹ 38)، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ابن خلدون نے بظاہر یہ مشورہ دیا تھا کہ عام معافی کی درخواست کی جائے۔ بعد ازاں اس نے ابن خلدون کو ان عمال کے لئے معافی دے دی تھی جو دمشق میں رہ گئے تھے (دیکھو نوٹ 166)۔

209- مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون 35 دن تک صبحوں (لغت کی کتابوں میں جمع "ابکر" نہیں ملتی) اور شاموں کو (دیکھو اے۔ فشر، Tagund Nachtim Arabischen صفحات 741 تا 758) تیمور کے ساتھ مسلسل رہا تھا۔ وہ 24 جمادی الاولیٰ 803ھ = 10 جنوری 1401ء کو (دیکھو نوٹ 46) تیمور سے ملنے کے لئے گیا، وہاں سے وہ اس وقت چلا جب قلعہ کی حوالگی عمل میں آچکی تھی جو ہماری رائے میں، جیسا اوپر مذکور ہو چکا، 11 رجب = 25 فروری کو ہوئی۔ یہ کم سے کم اس کی پہلی ملاقات سے 46 دن بعد (دیکھو نوٹ 128) کا واقعہ ہے۔ ابن خلدون دراصل صرف 5 یا 6 مواقع کا تفصیلی ذکر کرتا ہے جبکہ وہ "تیمور کے پاس" گیا اور ان میں سے بعض موقعوں کے بارے وہ لکھتا ہے کہ وہ واپس گھر آگیا۔ لیکن تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ابن خلدون نے اپنی گفتگو کی ہر تفصیل نہیں لکھی (دیکھو نوٹ 239)۔

ممکن ہے کہ ابن خلدون کا یہ منشا ہو کہ وہ تیمور کی مجالس مشاورت میں موجود رہتا تھا یا یہ کہ وہ 35 مواقع پر اس کے پاس (غالباً قصرالابلق میں) گیا، بعض دفعہ صبح کو بعض دفعہ شام

کو۔ برخلاف اس کے اگر اس کے بیان کے لفظی معنی لئے جائیں تو اس صورت میں اس کی آخری ملاقات 14 فروری (10 جنوری کو اس کی پہلی ملاقات سے 35 دن کے بعد) کو ہوئی ہو گی۔ قلعہ کی حوالگی (جیسا کہ اوپر نوٹ 122 میں 11 رجب 803ھ = 25 فروری 1401ء استنباط کی گئی ہے' 14 فروری کے لگ بھگ عمل میں آئی ہو گی۔ (العینی اور بھی 10 دن بعد کی تاریخ دیتا ہے یعنی 7ویں مارچ)۔

-210 ابن خلدون نے تیمور کے ساتھ اپنی آخری ملاقات کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس سے اور دیگر کوائف سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم سے اس کی رخصت دوستانہ اور رضاکارانہ تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے جیسا کہ بعض یورپین فضلاء نے کہا ہے کہ تیمور نے ابن خلدون کو "رہا" یا "آزاد" کر دیا تھا' گویا کہ وہ کوئی قیدی تھا۔ (دیکھو صفحہ 23' نوٹ 9 اور یہ شرح' نوٹ 175)۔

-211 یہ قاصد بیسق تھا (دیکھو اوپر' نوٹ 194)۔

-212 اس سے غالباً یہ مراد ہے کہ ابن خلدون دمشق کی صورت حالات کی ساری مشکلات سے عہدہ برآ ہو گیا تھا نہ کہ صرف رقم کی ادائیگی کی مشکل سے۔

-213 "تاتاریوں" چنگیز خان کے عروج' اس کی سلطنت کی تقسیم' پھر ہلاکو کی جانشینی اور تیمور کے ظہور کے بعد کا حال جو مغربی سلطان کو لکھ کر بھیجا گیا تھا' اس کے پہلے بیان کی کم و بیش اختصار کردہ صورت ہے اور اس سے قدرے مختلف (عبر' جلد 5' صفحات 506' 563' 515 بعد اور تعریف' مخطوطہ الف' ورق 78 بعد)۔

-214 جیسا کہ پیشتر بتاکید ذکر کیا گیا' (تعارف' صفحہ 14 اور نوٹ 48) اس کی سابقہ سوانح حیات چنگیز خان کا عنوان معنی خیز ہے' یعنی "التعریف بجنگیز خان" (عبر' جلد 5' صفحہ 525' سطر 14 بعد' تعریف' مخطوطہ الف' ورق 78 بعد)۔

-215 "ان میں سب سے بڑا" کے لئے لفظ "کبیرہم" استعمال کیا گیا ہے۔ ابن خلدون نے لفظ "کبیر" کا جس طرح استعمال کیا ہے' وہ مبہم ہے اس لئے کہ "کبیر" سے نہ صرف عمر میں بڑا مراد ہے بلکہ اثر و رسوخ میں بھی۔ چنانچہ وہ چوتھے بھائی اوغدائی کو بھی "کبیرہم" کہتا ہے (دیکھو نوٹ 219)۔

عبر میں (جلد 5' صفحہ 527' سطر 4) اپنے ماخذوں کا حوالہ دیتے ہوئے وہ "دوشی" کو بیٹوں میں "کبیر" کہتا ہے' یعنی سب سے بڑا (یا پہلا) جیسا کہ وہ تھا (دیکھو' صبح' جلد 4' صفحہ 308' سطر 15- جوجی' یعنی دوشی بیٹوں میں "اکبر" ہے)۔ دوشی کی موت کے بعد (جو چنگیز خان کی

حین حیات میں ہوئی) چغتائی سب سے بڑا ہو گیا' لیکن اثر و رسوخ کے نقطہ نظر سے بھی وہ سب سے بڑا تھا (دیکھو بارتولڈ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' جلد 1' صفحہ 812' مقالہ "چغتائی خان"۔ اور اوپر' نوٹ 50)۔

216- یہ نام بلاساغون کی بجائے ہے۔ اس جگہ کے نام کی اصل اور مفہوم کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور بارتولڈ' Vorlesungen' صفحات 81 بعد۔ دمشقی مرتبہ میرن' صفحہ 20' سطر 19' میں بلادالصاغون لکھا ہے' لیکن صفحہ 221' سطر 9 میں صحیح طور پر بلاساغون درج ہے۔ ابن خلدون کی عبر میں یہی نام کئی بار صاغون' ساغون اور ساغون کی صورت میں آیا ہے۔ (دیکھو عبر' جلد 4' صفحہ 389' سطر 2 صفحہ 392' سطر 4' 7' سطر 22- تعریف مخطوطہ الف ورق 77 ب' سطر 14)۔

217- "الشاش" سے جدید تاشقند مراد ہے۔ شاش اور دوسرے جغرافی ناموں کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں متعلقہ مقالات (جو بیشتر بارتولڈ کے لکھے ہوئے ہیں۔ نیز وی۔ منورسکی' حدودالعالم (اشاریہ الف) اور مقدمہ' جلد 1' صفحہ 127 بعد۔

218- چنگیز خان کے بیٹوں کو جو علاقے ملے' ان کے ناموں کے باہمی اختلافات کے لئے دیکھو عبر' جلد 5 صفحہ 527- چنگیز خان کے بیٹوں میں اس کے علاقوں کی تقسیم (جیسا کہ اس کا خاکہ یہاں دیا گیا ہے) جملہ تفصیلات میں ابن خلدون کے اس پہلے بیان کے مطابق نہیں ہے جو عبر' جلد 5' صفحہ 506 بعد میں اور تعریف' مخطوطہ الف' اوراق 78 الف' سطر 5 تا 78 ب' سطر 8 میں درج ہے۔

چنگیز خان اور اس کے جانشینوں کا جو حال اس نے دیا ہے وہ ان تحریری ماخذوں پر مبنی ہے' جن میں سے بعض کا ذکر ابن خلدون نے عبر میں کیا ہے۔ ان ماخذوں میں ابن الاثیر (وفات 1234ء) ابوالفداء (وفات 1331ء)' اور سب سے اہم شہاب الدین ابن فضل اللہ العمری (وفات 1348ء) شامل ہیں۔ عبر' جلد 5' صفحات 525 تا 536 میں متعدد مقامات پر۔

219- یہاں "کبیر" کے معنی 'سردار' اور 'رئیس' کے ہیں۔ دیکھو نوٹ 215-

220- ہلاگو اور اس کی اولاد کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو عبر' جلد 5' صفحات 542 تا 551- تعریف' مخطوطہ الف' ورق 78 الف بعد۔ مقدمہ میں ہلاگو کو "تاتاریوں اور منگولوں کا بادشاہ" کہا گیا ہے۔ (جلد 2' صفحہ 117' سطر 13- صفحہ 192' سطر 2)۔

221- مختلف حاکموں کی اپنی اپنی نژاد سے قطع نظر ابن خلدون مصر کے مملوکوں کو مجموعی طور پر "ترک" کہتا ہے (دیکھو مقدمہ' جلد 1' صفحات 297' 305' 325)۔ جہاں تک ان کی

زبان کا تعلق تھا وہ بیشتر ترکی بولتے تھے۔

222- اس کا اشارہ ایران کے ا۔لخانی بادشاہوں میں آخری بادشاہ ابو سعید کی موت کی طرف ہے جو 736ھ = 1335ء میں ہوئی۔

223- شیخ حسن بغداد میں جلائر خاندان کا بانی تھا اور حسن "الکبیر" (فارسی میں "بزرگ") کے نام سے مشہور تھا۔

"نوین" یا "نویون" منگولی لقب ہے جس کا اطلاق خان کے ماتحت بااثر اور بااختیار افسروں پر کیا جاتا تھا۔ یہ ترکی لقب "بگ" کے مترادف ہے (سلوک Quatremere' جلد 1' صفحہ 422' جلد 2' صفحہ 388- بارٹولڈ' الغ بیگ' صفحہ 16 اور لیکچرز Vorlesungen' صفحہ 198- عبر' جلد 5' صفحہ 552 اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' مقالہ "حسن بزرگ")۔

224- تیمور کا باپ تونغان نہیں بلکہ ترغائی کہلاتا تھا جیسا کہ ابن عرب شاہ' شرف الدین اور دوسرے مورخوں نے لکھا ہے۔ نیز دیکھو وہ تصحیح جو تعریف کے مخطوطہ الف کے ورق 78 ب سطر 8 کے حاشیہ میں درج ہے اور جو "ترغائی" ہے۔ یہ بات کہ یہ ابن خلدون کی اپنی رائے ہے' اس نوٹ سے ظاہر ہوتی ہے جو عبر کے برطانوی میوزیم والے مخطوطہ میں درج ہے (جلد 4' مرتبہ رائٹ' پلیٹ LXXXIV' جہاں ابن خلدون (تقریباً 804ھ میں) تیمور کو بلاتامل "طرغائی" کا بیٹا قرار دیتا ہے (یہاں پر یہ نام "ط" سے لکھا گیا ہے)۔ مگر مخطوطہ الف' ورق 82' سطر 15 میں "طوغان" کے املا میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

225- صرغتمش کے نام میں اغلب غلطی ہونے کے بارے میں دیکھو اوپر نوٹ 101-

226- ابن خلدون تیمور کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ایک مختصر سا خاکہ عبر' جلد 5' صفحہ 506' سطر 25' صفحہ 532' سطر 9 بعد' صفحہ 540 اور دوسرے مقامات پر دے چکا تھا۔ جب اس نے اپنا پہلا بیان لکھا تھا جو غالباً 797ھ = 1395ء سے بعد کا نہیں ہے' اس وقت وہ تیمور کے شجرۂ نسب سے اچھی طرح واقف نہ تھا جیسا کہ وہ خود صاف صاف کہتا ہے' "میں نہیں جانتا کہ اس کا شجرۂ نسب بنو چغتائی سے کس طرح سے جا ملتا ہے" (عبر' جلد 5' صفحہ 506' سطر 26- صفحہ 532' سطر 10)۔

دمشق میں تیمور سے ملاقات کرنے کے بعد اس نے بالواسطہ اور بلاواسطہ اس کی زندگی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں اور اس طرح وہ تیمور کی داستان زندگی کو اپنے زمانے تک لے آیا۔

227- قرآن مجید' سورہ 12- آیت 21- (واللہ غالب علیٰ امرہ)

228- نجوم (جلد 6، صفحہ 73، سطر 1) کے مطابق ایسی اطلاعات شعبان 803ھ = مارچ 17 ، 14 اپریل 1401ء میں قاہرہ پہنچی تھیں (دیکھو سلوک، ورق 28 ب)۔ چونکہ تیمور 3 شعبان 803ھ = 19 مارچ 1401ء کو (نجوم جلد 6، صفحہ 67، سطر 22۔ منہل، ورق 149 الف۔ العینی، ورق 42 ب، سطر 25) بظاہر وطن جانے کے ارادہ سے دمشق سے روانہ ہو گیا تھا، اس لئے یہ اطلاعات قاہرہ میں نسبتاً جلد پہنچ گئیں۔

تیمور اس وقت فی الواقع اپنے وطن کو روانہ نہیں ہوا تھا، بلکہ اس نے "یہ گمان پیدا کر دیا تھا" کہ وہ ایسا کر رہا ہے (نجوم، جلد 6، صفحہ 81 سطر 8۔ دیکھو نوٹ 198) تاکہ اس کے دشمنوں کی توجہ پھر جائے۔ اس نے اپنی فوج کو بھی اراوتاً" دھوکے میں رکھا اور دوبارہ حلب، الرہا اور ماردین سے ہوتا ہوا یکایک بغداد پر حملہ آور ہو گیا (9 جولائی 1401ء)، اور بعد ازاں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوا اور انقرہ کی مشہور جنگ میں عثمانی افواج کو شکست دی۔ (دیکھو تعارف صفحہ 24 اور نوٹ 20)۔

229- ابن الفرات (جلد 9، صفحہ 370، سطر 19) بیان کرتا ہے کہ "تیمور کی ساری فوج کی نفری طاقت 240,000 تھی جس میں 30,000 لڑاکا تھے۔" ابن عرب شاہ (جلد 1، صفحہ 616، سطر 4) یہ نفری تخمیناً" 800,000 بتاتا ہے۔ نیز دیکھو جی رولاف Der Islam, "Asiatische and Europaische Kriegs fuhrung" ہیمبرگ، 1940ء XXVI، صفحات 100 تا 115۔

230- یہ فقرہ واضح نہیں ہے۔ "آیۃ عجب" جملہ "عجب من العجب" کی دوسری صورت معلوم ہوتی ہے جو موجودہ جملہ کی طرح اشخاص کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اس کے معنی ہیں "وہ حیرت کی علامت (یا دلیل یا مثال) ہیں۔" عبر جلد 7، صفحہ 114، سطر 16 میں بھی "آیت عجب" کے الفاظ آئے ہیں، لیکن واقعات کے سلسلہ میں نہ کہ اشخاص کے لئے۔ دیکھو "آیۃ" کے مغربی استعمال کے لئے ایل۔ برچ - Francais Lexique Arabe، صفحہ 14 کان آیۃ فی کذا etre un-modelede یہ عجیب بات ہے کہ فان کریمر Beitrage zur arabischen Laxiko graphie صفحہ 13 پر "آیت" یا "ایت" لکھتا ہے اور اس کے بعد "ل" کا استعمال کرتا ہے: یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے! ایک اور مقام پر ابن خلدون لفظ آیۃ "معجزہ" کے مفہوم میں استعمال کرتا ہے۔ بہرحال پیش نظر جملہ کے معنی "مدح" کے ہیں اور جامع اموی کے جلائے جانے کے واقعہ کو جس طرح اس نے بیان کیا ہے، اس کے متضاد ہے۔ یہاں پر اس کا اخلاقی تنقید سے اجتناب کرنا تیمور کی کردار

نگاری کے جو بعد میں آئی ہے، کم و بیش، مطابق ہے۔

231- اس حصہ کے متن میں "ان کی نوعمری" کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے (فتا ہم) وہ بھی کئی طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔

232- جملہ "اور عرب کے بدوؤں کے طور طریقوں کے مطابق" اور اس کے قبل کے الفاظ "حیرت انگیز مثال" کے ساتھ کوئی واضح ربط نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ اپنے مقدمہ میں ابن خلدون عربوں کو فطرتاً" رہزن اور مستقل بستیوں کے لوٹنے والے بتاتا ہیا بشرطیکہ ایسا کرنے بغیر جنگ کے ممکن ہو (مقدمہ جلد 1، صفحہ 269، سطر 17)۔ وہ ان سے "جملہ اقسام کے مظالم" یا کوئی جدت منسوب نہیں کرتا جیسا کہ وہ ان باتوں کو تاتاریوں سے منسوب کرتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ کہتا تو درست ہوتا کہ وہ مستقل آبادیوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں بدوؤں سے بھی سبقت لے جاتے ہیں، اور اس کا امکان بہت کم ہے کہ یہاں "علیٰ" کو اس معنی میں استعمال کیا گیا ہو کہ وہ بدوؤں کے رسم و رواج سے بڑھے ہوئے تھے۔ البتہ اگر اس جملہ کا کسی اور شخص نے اضافہ کر دیا ہو تو اس کے یہ معنی نکل سکتے ہیں۔

233- لفظی معنی ہیں "بادشاہوں اور اپنے فراعنہ میں سے ایک ممتاز ترین۔" لفظ "فرعون" اور مقامات پر غرور، تکبر، جبر و تعدی اور ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ (دیکھو لین۔ لفظ فرعون)۔

234- تیمور نے حلب کے فضلاء کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے میں ایک شیعی یعنی علوی عقیدہ رکھنے والے شخص کی حیثیت سے دلائل پیش کئے تھے (دیکھو نوٹ 58)۔ لیکن وہ شیعہ نہیں تھا۔ تیمور شرع اسلام کا سختی سے پابند تھا اور ماژندران اور خراسان میں اس نے کٹر سنی طریقوں کو رائج کیا تھا۔ دیکھو بارٹولڈ، الغ بیگ صفحہ 32۔

235- ماخذوں میں تیمور کی ژرف نگاہی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ خصوصیت سے ابن عرب شاہ میں (مثلاً جلد 2، صفحہ 784، سطر 5 بعد) نیز منہل (ورقا 152 الف، سطر 18 بعد جسے اوپر درج کیا گیا ہے، نوٹ 58) اور نجوم (جلد 6، صفحہ 281، سطر 20) جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "تیمور نے زبردست بصیرت کا ثبوت دیا"۔

236- تیمور کے بارے میں جملہ ماخذ اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسے علمی مسائل اور بحث و مباحثہ سے خاص لگاؤ تھا، بالخصوص تاریخی موضوعات سے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ وہ ہر وقت فضلا سے گھرا رہتا تھا جن سے وہ تاریخ اور مذہب کے عالمانہ مسائل پر بحث کرتا تھا۔

237- چونکہ تیمور کی تاریخ پیدائش عام طور پر 25 شعبان 736ھ = 8 اپریل 1336ء مانی جاتی ہے لہٰذا جب 803ھ = 1401ء میں ابن خلدون کی اس سے ملاقات ہوئی تو وہ تقریباً" 65 یا 66 برس کا ہو گا۔ یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ ابن خلدون نے تیمور کی عمر کا جو حوالہ دیا ہے وہ ایک خط میں ہے جو اس نے 803ھ = 1401ء میں لکھا تھا (دیکھو نوٹ 198)۔

تیمور کا انتقال 19 شعبان 806ھ = 8 فروری 1405ء کو ہوا (نجوم' جلد 6' صفحہ 279' سطر 16- منہل' ورق 154 الف' سطر 19)۔ مگر نجوم (جلد 6' صفحہ 281' سطر 18) اور ابن عرب شاہ (جلد 2' صفحہ 782' سطر 2) کے بیان کے مطابق وہ اسی برس کی عمر کو پہنچ گیا تھا۔

238- دیکھو اوپر' نوٹ 112' تیمور کی جسمانی شکل و شباہت کے بارے میں دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحا 780 تا 782- کلاویسو' صفحہ 220- Memoire' صفحہ 463' اور ابن تغری بردی کا حسب ذیل بیان جو بظاہر ابن عرب شاہ (نجوم' جلد 6' صفحہ 281' سطر 14 بعد) پر مبنی ہے: "وہ (تیمور) اونچے قد کا تھا' اس کی پیشانی کشادہ تھی اور سر بڑا تھا' اور وہ بہت مضبوط تھا۔ اس کی رنگت سرخی مائل سفید تھی۔ اس کے شانے چوڑے تھے' انگلیاں موٹی تھیں اور داڑھی لمبی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ فالج زدہ تھا اور دائیں ٹانگ میں لنگ تھا۔ اس کی آنکھیں چمکدار تھیں اور آواز گرجدار تھی اور اسے موت کا ڈر بالکل نہیں تھا۔ وہ 80 برس کی عمر کو پہنچ گیا تھا اور اس کے قویٰ اور حواس بالکل درست تھے۔"

239- اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ابن خلدون نے تیمور سے مزید باتیں بھی کی تھیں جو اس کی تعریف میں درج نہیں کی گئی ہیں۔ اس سے اس مفروضہ کی تائید بھی ہو جاتی ہے کہ اس نے تیمور سے براہ راست اس کی زندگی اور سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں۔ (نیز دیکھو ابن عرب شاہ' جلد 2' صفحہ 794' سطر 15 صفحہ 796' سطر 3- کلکتہ ایڈیشن' صفحہ 443' سطر 1 بعد جہاں یہ کہا گیا ہے کہ تیمور نے اپنے ملک کے واقعات ابن خلدون سے بیان کئے۔)

240- یہ بات کہ اس وقت ابن خلدون کی موت کی افواہیں دور دور پھیل گئی تھیں اس سے ثابت ہے کہ تعریف' مخطوطہ الف' کے آخری ورق (ورق 83 الف) پر مغربی خط تحریر میں کسی کاتب یا مالک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نوٹ موجود ہے جو حسب ذیل ہے: "تعریف اللہ کی ہے۔ مصنف (ابن خلدون) نے' خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے' قاہرہ میں 808ھ میں وفات پائی۔ یہ صحیح ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہیں' اس کی وفات دمشق میں اختلاج قلب (رجفتہ قلب) سے ہوئی جس میں وہ راستہ ہی میں مبتلا ہو گیا تھا' (اصابہ) لیکن یہ پہلا

بیان یعنی یہ کہ اس کا انتقال 808ھ میں ہوا' زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ابن خلدون کے بارے میں دوسری افواہوں پر جو ایسی ہی بے بنیاد اور غلط تھیں' حاجی خلیفہ اور دوسرے اشخاص نے یقین کر لیا تھا (دیکھو تعارف صفحہ 3 اور نوٹ)۔

241- وہ مالکی قاضی القضاۃ نورالدین الخلال کی جگہ پر فائز ہوا جس کا انتقال جمادی الاولیٰ 803ھ (دسمبر 1400ء) میں دمشق کے راستہ پر ہوا تھا (نجوم' جلد 6' صفحہ 152' سطر 1۔ العینی' ورق 45 الف' سطر 2)۔ جمال الدین عبداللہ الا قفسی' جس کا انتقال 823ھ (1400ء) میں ہوا' الا قفسی کے نام سے بھی مشہور تھا (سخاوی' جلد 5' صفحہ 71' سطر 3)۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات سلوک' ورق 29 الف' سطر 29 پر' نجوم جلد 6' صفحہ 70' سطر 8' صفحہ 470' سطر 19۔ ابن ایاس' جلد 1' صفحہ 337' سطر 17۔ سیوطی' جلد 2' صفحہ 123' سطور 20 تا 24 میں ہیں (مگر کوائف صحیح نہیں ہیں)۔

242- یہ واضح نہیں ہے کہ آیا "لوگوں کی ضروریات" سے ابن خلدون کا منشاء "عوام کی احتیاجات" ہے (یعنی یہ کہ وہ اپنے رہن سہن میں بہت سادگی پسند تھا) یا "لوگوں کی ضروریات اور خواہشات" (یعنی یہ کہ وہ دوسروں کا اثر قبول نہیں کرتا تھا)۔ اس کی سادگی اور انکساری کا ذکر سخاوی نے کیا ہے (جلد 5' صفحہ 71' سطر 8) لیکن ابن قاضی شہبہ (اسے سخاوی نے نقل کیا ہے محل مذکور صفحہ 71' سطر 13) بھی کہتا ہے کہ وہ اپنی رائے پر اس قدر سختی سے قائم رہتا تھا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس کی نظر میں بڑے سے بڑا افسر اور ایک باورچی برابر ہیں۔

243- اس کا تقرر 13 جمادی 803ھ = 28 جنوری 1401ء کو ہوا جب کہ ابن خلدون ابھی دمشق ہی میں تھا۔ وہ ایک مہینہ سے ذرا زیادہ عرصہ تک اپنے عہدہ پر فائز رہا (نجوم' جلد 6' صفحہ 70' سطر 8۔ سیوطی' جلد 2' صفحہ 123' سطر 20)۔

244- جیسا کہ اوپر مذکور ہے یہ واقعہ جمعرات 3 شعبان 803ھ = 17 مارچ 1401ء کا ہے۔ (سلوک' ورق 28 ب' سطر 18)۔

245- منہل (ورق 49 ب' سطر 13) میں بیان کیا گیا ہے کہ قاہرہ واپس آ جانے کے بعد ابن خلدون نے فی الحقیقت عہدۂ قضاء پر دوبارہ مقرر کئے جانے کی کوشش کی تھی۔

246- یہ 14 اپریل 1401ء سے پہلے کا واقعہ ہوگا' لیکن قاضی کی حیثیت سے اس کے اس تیسرے تقرر کی تاریخ العینی (ورق 45 ب' سطر 26) میں 23 رمضان' 7 مئی' شنبہ دی گئی ہے۔ سلوک میں بھی (ورق 29 الف' سطر 28) یہی تاریخ دی گئی ہے۔

247- جملہ "حسب سابق" میں وہ غالباً" اس اصول کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس نے اس کی پہلی اور دوسری قضاء کے دوران میں رہنمائی کی تھی اور جس کی وجہ سے دربار کے اعلیٰ حلقوں سے اس کی آویزش ہوئی (دیکھو اوپر' نوٹ 6- عبر' جلد 7' صفحات 453 تا 455- اور وسلان' .Proleg' جلد 1' صفحات lxxii-lxxxi)-

248- یہ تقرری 24 رجب 804ھ = 17 فروری 1402ء' کو عمل میں آئی تھی- (سخاوی' جلد 10' صفحہ 312' سطر 17)- جمال الدین البساطی (وفات 829ھ=1426ء) کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو نجوم' جلد 6' صفحہ 122' سطر 9' صفحہ 794' سطر 7- ابن ایاس جلد 1' صفحہ 342' سطر 15- سیوطی' جلد 2' صفحات 123 و 124-

249- متن میں "اپنی دولت کا ایک حصہ" اور "طرح طرح کی رعائتیں" (ووجوہ من الاغراض) ایک ہی لفظ "بذل" (اس نے انہیں رشوت دی)' کے مفعول کے طور پر استعمال ہوئے ہیں- اگر متن کی عبارت صحیح ہے تو جملہ کی یہ ترکیب بھی ابن خلدون کی غیر معمولی طرز تحریر کی ایک اور مثال ہے- البساطی کی ریشہ دوانی (سعی علیہ) کے نتیجے میں ابن خلدون کی برطرفی کا ذکر سخاوی (جلد 10' صفحہ 312' سطر 23) نے کیا ہے جو البساطی کے بارے میں مختلف اشخاص کی تنقیص آمیز رائیں نقل کرتا ہے-

250- تقریباً" 5 مارچ 1402ء-

251- ماخذوں کے مطابق 4 ذوالحجہ 804ھ = 4 جولائی 1402ء کو-

252- لٰہذا ابن خلدون چوتھی مرتبہ قاضی کے عہدہ پر 6 ربیع الاول 806ھ = 23 ستمبر 1403ء تک فائز رہا-

253- یہ پانچویں تقرری 11 فروری 1405ء کو عمل میں آئی-

254- برخاستگی مئی 1405ء میں ہوئی- قلقشندی (صبح' جلد 9' صفحہ 189' سطر 15) کے مطابق البساطی 27 ذوالقعدہ (مئی 27' 1405ء) کو عہدہ پر بحال ہوا' لیکن سیوطی (جلد 2' صفحہ 123' سطر 24) بیان کرتا ہے کہ ابن خلدون کے بعد جمال الدین الاقفسی اس کا جانشین مقرر ہوا-

اس زمانہ میں یہ بات خلاف معمول نہیں سمجھی جاتی تھی کہ ایک قاضی کو اتنی مرتبہ برخاست کیا جائے اور مقرر کیا جائے- اس دور کا ایک اور مشہور فاضل اور قاضی ابن حجر العسقلانی (وفات 1449ء) چھ مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوا تھا- (دیکھو بروکلمین تاریخ ادب عربی' جلد 2' صفحہ 67)-

255۔ مئی 1405ء = ذوالقعدہ 807ھ کے آخر میں پانچویں مرتبہ عہدۂ قضاء سے اپنی برطرفی کے ذکر کے ساتھ ابن خلدون نے اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کو ختم کر دیا۔ مگر اس کا دور ملازمت ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنی زندگی کے آخری 9 مہینوں کے حالات خود قلمبند نہیں کئے ہیں تاہم ان کے بارے میں بعض معاصر عربی ذرائع میں کچھ تفصیلات ملتی ہیں۔ دیکھو خصوصیت کے ساتھ وہ مواد جو سخاوی (جلد 4، صفحہ 146، سطر 25 بعد) نے ایک شخص جمال الدین البشبیشی (762ھ تا 820ھ) کی سند پر نقل کیا ہے۔ ہم کو ان ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ سیوطی (جلد 2، صفحہ 123) کے بیان کے مطابق ابن خلدون رمضان 808ھ یعنی آخر فروری یا ابتدائے مارچ 1406ء میں چھٹی مرتبہ قاضی القضاۃ مقرر ہوا تھا، لیکن وہ اس عہدہ پر صرف چند ہفتے تک فائز رہا (ابن حجر، ورق 223 بیان کرتا ہے کہ چھٹی بار قاضی القضاۃ کے عہدہ پر صرف 8 دن تک فائز رہا) اس لئے اس کی موت بدھ کے دن 25 رمضان 808ھ = 17 مارچ 1406ء کو جبکہ وہ ابھی اس عہدہ پر فائز تھا، واقع ہوئی۔

اسلامی تقویم کے مطابق ابن خلدون کی عمر 76 سال اور 25 دن اور عیسوی تقویم کے مطابق 74 سال تھی۔ اسے قاہرہ میں باب النصر کے باہر صوفیہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا، لیکن آج کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کی قبر کس جگہ تھی۔ (دیکھو منہل ورق 49 ب، سطر 20۔ نجوم، جلد 6، صفحہ 276، سطر 6۔ سخاوی، جلد 4، صفحہ 146، سطر 14۔ شذرات، جلد 7، صفحہ 77)۔

اہم واقعات کی تاریخ وار جدول

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
1332	27 مئی	ابن خلدون کی ولادت تونس میں۔
1336	8 اپریل	تیمور کی ولادت کش کے قریب ماوراء النہر میں۔
1364		اشبیلیہ میں پیڈرو الملقب بہ ظالم کے دربار میں ابن خلدون کی سفارت۔
1382	24 اکتوبر	تونس سے ابن خلدون کی روانگی برائے مصر۔
	26 نومبر	سلطان کی حیثیت سے برقوق کی تخت نشینی۔
	8 دسمبر	ابن خلدون کی آمد اسکندریہ میں۔
1383	6 جنوری	ابن خلدون کی آمد قاہرہ میں۔
		التون بغا الجوبانی کی وساطت سے سلطان برقوق سے اس کی پہلی ملاقات
1384		مدرسہ قمحیہ' قاہرہ' میں مدرس کی حیثیت سے ابن خلدون کا تقرر۔
		مدرسہ ظاہریہ' قاہرہ میں لکچرر کی حیثیت سے تقرر۔
	11 اگست	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا پہلی مرتبہ تقرر۔
		تونس سے مصر آتے ہوئے جہاز کی تباہی کے باعث اس کے بال بچوں کی جانوں کا اتلاف۔
1385	17 جون	عہدہ قضاء سے پہلی بار موقوفی۔
1387	ستمبر	مکہ معظمہ کو حج کے لئے اس کی روانگی۔
1388	مئی	مکہ معظمہ سے اس کی واپسی۔

1389	جنوری	مدرسہ صرغتمش میں مدرس کی حیثیت سے تقرر۔
	اپریل	قاہرہ میں بیبرسیہ خانقاہ میں تقرر۔
		برقوق کے خلاف یلبغا الناصری کی بغاوت۔
		سلطان برقوق کی معزولی۔
		بیبرسیہ خانقاہ سے ابن خلدون کی برطرفی۔
1390	فروری	برقوق کی دوبارہ تخت نشینی۔
1399	22 مئی	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا دوبارہ تقرر۔
	20 جون	سلطان برقوق کی وفات۔
		برقوق کے بعد سلطان فرج کی تخت نشینی۔
1400	مارچ	فرج کے خلاف تنم کی بغاوت۔
		فرج کی معیت میں ابن خلدون کا دمشق کا پہلا سفر۔
	مئی	ابن خلدون بیت المقدس، بیت اللحم اور حبرون کی سیاحت کرتا ہے۔
	3 ستمبر	عہدہ قضاء سے ابن خلدون کی دوسری بار برطرفی۔
	30 اکتوبر	حلب کی تسخیر تیمور کے ہاتھوں۔
	19 نومبر	فرج تیمور کے خلاف فوجی مہم کی تیاری کرتا ہے۔
		یشبک ابن خلدون سے اصرار کرتا ہے کہ دمشق کی مہم میں فرج کے ساتھ چلے۔
	2 نومبر	ابن خلدون فرج کی معیت میں دمشق کی طرف روانہ ہوتا ہے۔
1400	8 دسمبر	غزہ میں آمد۔
	14 دسمبر	ان کی غزہ سے دمشق کو روانگی۔
	20 دسمبر	تیمور بعلبک سے دمشق کو روانہ ہوتا ہے۔
	23 دسمبر	فرج کی فوج کی آمد دمشق میں۔
	24 دسمبر	ابن خلدون مدرسہ عادلیہ میں قیام کرتا ہے۔

	25 دسمبر	ہر دو مخالف فوجوں کے ہراول دستوں کی ابتدائی آویزشیں۔
	29 دسمبر	تیمور دمشق کے سامنے پہنچ جاتا ہے۔
	30 دسمبر	تیمور کا پوتا سلطان حسین فرار ہو کر شامیوں سے جا ملتا ہے۔
1401	4 جنوری	تیمور اہل دمشق کو صلح کی پیشکش کرتا ہے۔
	6 جنوری	قاہرہ میں سلطان فرج کے خلاف باغیانہ منصوبہ کی اطلاعیں۔
	7 جنوری	سلطان فرج' یشبک اور دوسرے امراء قاہرہ واپس آتے ہیں۔
		ابن خلدون دمشق میں پیچھے رہ جاتا ہے۔
		تیمور دوبارہ صلح کی پیشکش کرتا ہے۔
		ابن مفلح کی تیمور سے پہلی ملاقات اسے شرائط حوالگی دی جاتی ہیں۔
1401	8 جنوری	ابن مفلح کی تیمور سے دوسری ملاقات۔ دوسرے امراء اور تحائف کے ساتھ۔
	9 جنوری	ابن مفلح اور اس کے رفقا دمشق واپس جاتے ہیں۔
	10 جنوری	ابن خلدون کو تیمور سے ملاقات کرنے کے لئے دمشق کی فصیل سے نیچے اتارا جاتا ہے۔
		تیمور سے ابن خلدون کی پہلی ملاقات۔
	14 جنوری	قلعہ دمشق کا محاصرہ۔
	جنوری	اہل دمشق پر جرمانہ کی بھاری رقوم عائد کی گئیں۔ تشدد اور استحصال بالجبر جاری رہتا ہے۔
	4 فروری	شہر دمشق کی باضابطہ حوالگی۔
	6 فروری	تیمور فرج کے نام ایک خط میں اطلمش کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔
	20 فروری	فرج کا سفیر بیسق الشیخی دمشق جاتا ہے۔

	25 فروری	قلعہ دمشق کی حوالگی۔
		عباسی خلافت پر تیمور کے روبرو بحث و مباحثہ۔
1401	26 فروری	تیمور سے ابن خلدون کی آخری ملاقات۔
	27 فروری	ابن خلدون تیمور سے رخصت ہو کر واپس قاہرہ جاتا ہے۔
	17 مارچ	شہر دمشق اور جامع اموی کو آگ لگا دی جاتی ہے۔
		ابن خلدون قاہرہ پہنچ جاتا ہے۔
	19 مارچ	تیمور اور اس کی فوج دمشق چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔
		ابن خلدون کو تیمور کی طرف سے اس کی خچر کی قیمت مل جاتی ہے۔
	اپریل	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا تیسری مرتبہ تقرر۔
	اگست	حاکم مغرب کی خدمت میں ابن خلدون کی روائیداد۔
1402	مارچ	قاضی القضاء کی حیثیت سے اس کی تیسری مرتبہ برطرفی۔
	4 جولائی	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا چوتھی مرتبہ تقرر۔
	28 جولائی	تیمور انقرہ میں عثمانی سلطان بایزید اول کو شکست دیتا ہے۔
1403	23 ستمبر	قاضی القضاۃ کے عہدہ سے اس کی چوتھی مرتبہ برطرفی۔
1405	11 فروری	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا پانچویں دفعہ تقرر۔
	18 فروری	تیمور کی وفات۔
	27 مئی	ابن خلدون کی قاضی القضاۃ کے عہدہ سے پانچویں مرتبہ برطرفی۔
1406	فروری	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا چھٹی مرتبہ تقرر۔
	17 مارچ	قاہرہ میں ابن خلدون کی وفات۔

BIBLIOGRAPHY

Abu l-Fidā, Ismāʿīl b. ʿAlī
Mukhtasar Taʾrīkh al-Bashar. 4 vols., Cairo, 1325 A.H.
ʿAinī, Badr ad-Dīn al-
ʿIqd al-Jamān fī Taʾrīkh Ahl az-Zamān. MS Paris, no. 1544.
ʿAlī Pāshā Mubārak
Al-Khiṭaṭ al-Jadīda at-Taufīqīya, 20 parts, Būlāq, 1306 A.H.
Anon.
A Chronicle of the Carmelites in Persia and the Papal Mission of the XVIIth and XVIIIth Centuries. 2 vols., London, 1939.
Antuña, Melchior M.
Una v ión Arabe compendiada de la "Estoria de España" de Alfonso el Sabio, *in* Andalus, Revista de las Escuelas de Estúdios Arabes de Madrid y Granada, I, 1933, pp. 105-154.
Archives Marocaines, See as-Salāwī
Arnold, Th. W.
The Caliphate. Oxford, 1924.
Ayad, Kamil
Die Geschichts- und Gesellschaftslehre Ibn Ḫaldūns. Leipzig, 1930.
Babinger, F.
Die Geschichtsschreiber der Osmanen und ihre Werke. Leipzig, 1927.
Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā al-
Kitāb Futūḥ al-Buldān, ed. M. J. de Goeje. Leiden, 1866.
Barthold, W.
Turkistan at the Time of the Mongolian Invasion. E. J. W. Gibb Memorial Series, V. n.s., London, 1927.
Ulug Beg und seine Zeit (deutsch v. W. Hinz). Abhandlungen f. d. Kunde des Morgenlandes, XXI. Leipzig, 1935.
Zwölf Vorlesungen über die Geschichte der Türken Mittelasiens (deutsch v. T. Menzel). Beiband für Die Welt des Islams. Berlin, 1935.
Bel, A.
Catalogue des livres arabes de la Bibliothèque de la mosquée d'el-Qarouiyin à Fes. Fez, 1918.

Bercher, L.

Lexique Arabe-français. Tunis, 1938.

Björkman, W.

Beiträge zur Geschichte der Staatskanzlei im islamischen Ägypten. Hamburg, 1928.

Blochet, E.

Introduction à l'histoire des Mongols. London, 1910.

Bombaci, Alessio

La dottrina storiografica di Ibn Haldūn. Annali della Scuola Normale Superiore di Pisa, XV, 1946, pp. 159-185.

Bouthoul, Gaston

Ibn Khaldoun: sa philosophie sociale. Paris, 1930.

L'esprit de corps selon Ibn Khaldoun. Revue Internationale de Sociologie, Paris, 1932, pp. 217-221.

Brockelmann, C.

Geschichte der arabischen Literatur. 2 vols., Weimar-Berlin, 1898 et seq., and Supplements, 3 vols., Leiden, 1937-1942.

Browne, E. G.

Persian Literature under Tartar Dominion. Cambridge, 1920.

Brunschwig, R.

La Berbérie orientale sous les Ḥafṣides dès origines à la fin du XV^{e} siècle. 2 vols., Paris, 1940, 1947.

Bulletin des Études Arabes (Intermédiare des Arabisants), ed. H. Pérès. Alger, 1943 et seq.

Clavijo, Ruy Gonzales de

Narrative of the Spanish Embassy to the Court of Timur at Samarkand in the Year 1403-1406 (Broadway Travellers series), ed. Guy Le Strange. London, 1928.

Embajada a Tamorlan, ed. Fr. Lopez Estrada. Madrid, 1945.

de Goeje, M. J.

Indices, Glossarium. Bibliotheca Geographorum Arabicorum, IV. Leiden, 1879.

de Goeje, M. J., and Th. Houtsma, eds.

Catalogus Codicum arabicorum, I, Leiden, 1888.

Dictionary of the Technical Terms Used in the Sciences of the Musulmans, ed. A. Sprenger and W. N. Lees. Bibliotheca Indica. Calcutta, 1862.

d'Herbelot, Barthélemy
Bibliothèque Orientale. Paris, 1697.
Dimishqī, ad-
Nukhbat ad-Dahr fī 'ajā'ib al-Barr wal-Baḥr. Cosmographie de Muḥammad ad-Dimichqi, publ. par M. A. F. Mehren, Leipzig, 1923.
Dozy, R.
Supplément aux dictionnaires arabes. 2d ed., 2 vols., Paris, 1927.
Histoire des rois chrétiens de l'Espagne. Recherches sur l'histoire d'Espagne, I, 1881.
Enan, M. A.
Ibn Khaldun: His Life and Work. Lahore, 1941.
Encyclopedia of Islam, Leiden, 1908-1938.
Fagnan, E.
Additions aux dictionnaires arabes. Alger, 1923.
Extraits inédits relatifs au Maghreb. Géographie et Histoire. Alger, 1924.
Findikoğlu Ziyaeddin Fahri
Ibn Haldūn, *in* İş, Mecmuasi, Nos. 8-18. Istanbul, 1934-1940.
Fischel, Walter J.
Jews in the Economic and Political Life of Medieval Islam. Royal Asiatic Society Monographs, XXII. London, 1937.
Über die Gruppe der Kārimī—Kaufleute (tujjār al-Kārimī). Ein Beitrag zur Geschichte des Orienthandels Ägyptens unter den Mamluken. Studia Arabica, I. Analecta Orientalia, XII. Rome, 1937.
Ibn Khaldūn and Tamerlane. Actes du XXI[e] Congrès International des Orientalistes, Paris, 1949, pp. 286-287.
Ibn Khaldūn's Activities in Mamlūk Egypt (1382-1406), *in* Semitic and Oriental Studies Presented to William Popper, University of California Publications in Semitic Philology, XI. Berkeley and Los Angeles, 1951.
Fischer, A.
"Tag und Nacht" im Arabischen und die semitische Tagesberechnung. Abhandl. d. phil.-hist. Klasse d. kgl. Sächsischen Gesell. d. Wiss., XXVII, Leipzig, 1909, pp. 739-758.
Fragments from the Cairo Geniza in the Freer Collection, ed. Richard Gottheil and W. H. Worrell. Michigan, 1927.

Gabrieli, Francesco

Il concetto della 'asabiyyah nel pensiero storico di Ibn Haldūn. Atti della Reala Accademia delle Scienze di Torino, LXV, 1930, pp. 473-512.

Gabrieli, Giuseppe

Saggio di bibliografia e concordanza della storia d'Ibn Ḫaldūn. Revista degli Studi Orientali, X, Rome, 1924, pp. 169-211.

Gaudefroy-Demombynes, M.

La Syrie à l'époque des mamelouks. Paris, 1923.

Gedalyā ibn Yahyā

Shalsheleth hak-Kabbala, ed. Zolviev. 1803.

Goldziher, I.

Vorlesungen über den Islam. Heidelberg, 1910.

Golubovich, P.

Bibliotheca Bio-Bibliografica della Terra Santa e dell Oriente franciscano. V, Firenze, 1927.

Graeberg di Hemsoe, J.

Notizia intorno alla famosa opera istorica d'Ibnu Khaldun, filosofo affricano del secolo XIV. Florence, 1834, pp. 1-58.

An Account of the Great Historical Work of the African Philosopher. Trans. Royal Asiatic Society of Great Britain, III, London, 1835, pp. 387-404.

Ḥājjī Khalīfa, Muṣṭafā ibn 'Abdallāh

Kashf aẓ-Ẓunūn, Lexicon Bibliographicum et Encyclopaedicum, ed. G. Flügel. 7 vols., Leipzig, 1835-1858.

Hammer-Purgstall, J. v.

Fundgruben des Orients. V, Vienna, 1816; VI, 1818.

Journal Asiatique, I, Paris, 1822.

Ḥamza al-Iṣfahānī

Annals, tr. U. M. Daudpota. Bombay, 1932.

Hartmann, Richard

Das Tübinger Fragment der Chronik des Ibn Ṭūlūn. Schriften d. Königsberger Gelehrt. Gesellsch., Berlin, 1926.

Ḥudūd al-'Ālam

The Regions of the World: A Persian Geography, 372 A.H. - 982 A.D., trans. V. Minorsky. E. J. W. Gibb Memorial Series, n.s., XI, London, 1937.

Huuri, K.
Zur Geschichte des mittelalterlichen Geschützwesens aus orientalischen Quellen. Studia Orientalia, IX, 3. Helsingfors, 1941.
Ibn 'Arabshāh, Aḥmad ibn Muḥammad
'Ajā'ib al-Maqdūr fī Akhbār Tīmūr (Ahmedis Arabsiadae, Vitae et Rerum Gestarum Timuri, qui vulgo Tamerlanis dicitur, Historia), ed. Jacob Golius. Leiden, 1636.
French translation: I, L'Histoire du Grand Tamerlan; II, Portrait du Grand Tamerlan. Trans. Pierre Vattier. Paris, 1658.
Latin translation with Arabic text, by Samuel Henricus Manger. I, Leeuwarden, 1767; II, 1772.
English translation: Tamerlane, or Timur the Great Amir. Trans. J. H. Sanders. London, 1936.
Other editions: Calcutta, 1841; Cairo, 1868.
Kitāb Fākihat al-Khulafā' wa Mufākahat aẓ-Ẓurafā' (Fructus Imperatorum), ed. Freytag. Bonn, 1832, 1852.
Ibn al-Athīr, 'Izz ad-Dīn
Kāmil at-Tawārīkh, ed. C. J. Tornberg. Leiden, 1867-1876.
Ibn Baṭṭūṭa, Muḥammad ibn 'Abd Allāh
Tuḥfat an-Nuẓẓār fī Gharā'ib al-Amṣār wa 'Ajā'ib al-Asfār, ed. and trans. C. Defrémery and B. R. Sanguinetti: Voyages d'Ibn Batoutah. 4 vols., Paris, 1893-1914.
Ibn al-Furāt, Nāṣir ad-Dīn Muḥammad
at-Ta'rīkh, IX, pt. 1. Beirut, 1936-1938.
Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Aḥmad b. 'Alī
ad-Durar al-Kāmina fī A'yān al-Mi'a ath-thāmina. 4 vols., Hyderabad, 1348-1350 A.H.
Inbā' al-Ghumr bi-Abnā' al-'Umr. MS. Paris, no. 1603.
Ibn al-'Idhārī al-Marrākushī
Kitāb al-Bayān al-Mughrib: Histoire de l'Afrique du Nord et de l'Egypte musulmane, ed. G. S. Colin and E. Lévi-Provençal. Leiden, 1948.
Ibn al-'Imād, Abu l-Falāḥ
Shadharāt adh-Dhahab fī Akhbār man Dhahab. 8 vols., Cairo, 1350-1351 A.H.
Ibn Iyās, Muḥammad ibn Aḥmad
Badā'i' az-Zuhūr fi Waqā'i' ad-Duhūr. Vols. I-III, Būlāq, 1311-1312 A.H.

Ibn Khaldūn, Walī ad-Dīn 'Abd ar-Raḥmān

at-Ta'rīf bi Ibn Khaldūn wa Riḥlathu gharban wa-Sharqan.

MS A, see Catalogue of the Āya Ṣūfia Library, Istanbul, 1304 A.H., no. 3200. MS B, see Catalogue of the As'ad Efendi Library, Istanbul, 1262 A.H., no. 2268. MS C, see Catalogue of Arabic Books in the Khedivial Library, Cairo, 1308 A.H., V, 36.

Muqaddima - Les Prolégomènes d'Ebn Khaldoun, texte arabe, ed. E. Quatremère. Notices et Extraits, Vols. XVI, XVII, XVIII, Paris, 1858.

Turkish translation by Pīrī Zāde Efendi, completed by Aḥmad Gewdet Pāshā. 3 vols., Istanbul, 1275-1277 A.H.

Urdu translation by Aḥmad Ḥusain Allāhabād and Maulvi 'Abdurraḥmān. Lahore, 1924.

Prolegomena - Les Prolégomènes d'Ibn Khaldoun, trans. M. de Slane. Notices et Extraits, Vols. XIX, XX, XXI, Paris, 1863.

Kitāb al 'Ibar. Būlāq, ed., 7 vols., 1284 A.H., 1867-1868 A.D., 2d ed. of Vol. II, Cairo, 1355 A.H. - 1936 A.D.

Autobiographie d'Ibn Khaldoun, trans. de Slane. Journal Asiatique, 1844.

Histoire des Berbères et des Dynasties musulmanes de l'Afrique septentrionale. Texte arabe, 2 vols., ed de Slane. Algiers, 1847-1851.

Histoire des Berbères et des Dynasties musulmanes de l'Afrique septentrionale. Trans. de Slane. 4 vols., Algiers, 1852-1856. 2d ed., 3 vols., Paris, 1925-1934.

Ibn al-Khaṭīb, Lisān ad-Dīn

al-Iḥāṭa fī Akhbār Gharnāta. Cairo, 1319.

Ibn Qāḍī Shuhba, Taqī ad-Dīn

adh-Dhail 'alā Ta'rīkh al-Islām. MS. Paris, no. 1599.

Ibn Taghrī Birdī, Abu l-Maḥāsin Yūsuf

al-Manhal aṣ-Ṣāfī. MS Paris, nos. 2069-2071.

an-Nujūm az-Zāhira fī Mulūk Miṣr wal-Qāhira, ed. W. Popper. University of California Publications in Semitic Philology, Berkeley, Vols. V, VI, 1915-1936.

Ibn al-Wardī, Zain ad-Dīn

Tatimmat al-Mukhtaṣar fī akhbār al-bashar (Continuation of Abu l-Fidā). Vol. IV, Cairo, 1325 A.H.

Idrīsī, Muḥammad ibn Muḥammad al-

Nuzhat al-Mushtāq, trans. P. A. Jaubert: Description de l'Afrique et de l'Espagne par Edrisi. Paris, 1836-1840.

Issawi, Ch.

An Arab Philosophy of History: Selections from the Prolegomena of Ibn Khaldun of Tunis, 1332-1406. London, 1950

Jewish Encyclopedia. 12 vols., New York, 1905 et seq.

Jorga, N.

Notes et Extraits pour servir à l'histoire des Croisades au XIVe siècle, sér. 2, Paris, 1899, pp. 529-542.

Journal Asiatique. (Abbreviated: JA.)

Journal of the American Oriental Society. (Abbreviated: JAOS.)

Karabacek, J.

Das Arabische Papier (Eine historische-antiquarische Untersuchung). Mittheilungen aus der Sammlung der Papyrus Erzherzog Rainer, II. Vienna, 1887.

Khalīl az-Ẓāhirī

Zubdat Kashf el-Mamālik, ed. P. Ravaisse. Paris, 1894.

Khemiri, T.

Der 'Aṣabiya-Begriff in der Muqaddima des Ibn Ḫaldūn. Der Islam, XXI, 1936, pp. 163-188.

Khwārizmī, Muḥammad b. Aḥmad al-

Mafātīḥ al 'Ulūm, ed. van Vloten. Leiden, 1895. 1895.

Kōbert, R.

Gedanken zum semitischen Wort- und Satzbau. Orientalia, XV, Rome, 1946, pp. 151-154.

Kremer, A. von

Beiträge zur arabischen Lexikographie. Vienna, 1883.

Ibn Chaldun und seine Kulturgeschichte der islamischen Reiche in Sitz. d. k. Akad. d. Wiss., Wien, phil.-hist. Kl., XCIII, 1879, pp. 581-634.

Kumandant, Firka Omerhalis

Timur un Anadolu Seferi ve Ankara Savasi, Istanbul, 1934.

Kurd, 'Alī Muḥammad

Majallat al-Majma' al-'Ilmī al-'Arabī. Revue de l'Académie arabe à Damas. Damascus, 1946 et seq.

Landberg, Carlo de

Proverbes et Dictons du peuple arabe. I, Leiden, 1883.

Lane, E. W.

An Arabic-English Lexicon. London, 1863-1893.
Lane-Poole, Stanley
Catalogue of Oriental Coins in the British Museum (The Coinage of Bukhara from the Time of Timur), VII, London, 1882. Additions to the Oriental Collection, X, London, 1890.
Levi della Vida G.
The "Bronze Era" in Moslem Spain. Journal of the American Oriental Society, Vol. LXIII, 1943, pp. 183-191.
La Traduzione Araba delle Storie di Orosio. (Miscellanea G. Galbiati, III; Fontes Ambrosiani, XXVII.) Milan, 1951, pp. 185-203.
Lévi-Provençal, E.
Note sur l'exemplaire du Kitāb al-'ibar offert par Ibn Ḥaldūn à la Bibliothèque d'al-Ḳarawīyīn à Fèz. Journal Asiatique, Vol. CCIII, 1923, pp. 161-168.
Macdonald, D. B.
A Selection from the Prolegomena of Ibn Khaldūn. Leiden, 1905.
Machado, O. A.
La Historia de los Godos segun Ibn Jaldūn, *in* Cuadernos de Historia de España, I, II, Buenos Aires, 1944, pp. 139-155.
Maclagan, Edward
The Jesuits and the Great Mogul. London, 1932.
al-Maghribī, 'Abd al-Qādir
Ibn Khaldūn bil-madrasa al-'Ādiliyya bi-Dimashq, *in* Muḥammad wal-Mar'a, Damas, 1347 A.H. - 1929 A.D., pp. 38-82.
Manhal. See Ibn Ṭaghrī Birdī.
Maqqarī, Aḥmad ibu Muḥammad
Nafḥ aṭ-Ṭīb min Ghusn al-Andalus ar-Raṭib. IV, Būlāq, 1311-1312 A.H.
Maqrīzī, Taqī ad-Dīn Aḥmad al-
al-Khiṭaṭ: Al-Mawā'iz wal-I'tibār. bi-Dhikr al-Khiṭaṭ wal- Āthār. 2 vols. Būlāq, 1270 A.H.
as-Sulūk fī Ma'rifat Duwal al-Mulūk. MS Paris, 1728.
Histoire des Sultans Mamlouks de l'Egypte, trad, E. Quatremère. 2 vols., 2 parts each, Paris, 1837-1845.
Marrākushī, 'Abd al-Wāḥid, al-
Kitāb al-mu'jib fī talkhīṣ akhbār al-Maghrib (The History of the Almohades), ed. R. Dozy. 2d ed., Leiden, 1881.
Mémoire sur Tamerlan et sa cour par un Dominicain en 1403, ed.

H. Moranvillé. Bibliothèque de l'École des Chartes, LV. Paris, 1894.
Mignanelli, Bertrand L. De
Vita Tamerlani. (Publ. by Stephani Baluzi, Miscellanea, ed. J. D. Mansi, Lucca, 1864.)
Mitteilungen des Seminars für Orientalische Sprachen. (Abbreviated: MSOS.)
Monserrate, Antonio
The commentary on his journey to the Court of Akbar, trans. J. S. Hoyland. London, 1922.
Moranvillé, H. See Mémoire sur Tamerlan
Müller, A.
Der Islam im Morgen- und Abendland. 2 vols., Berlin, 1885-1887.
Nicholson, R.
A Literary History of the Arabs. London, 1923.
Niẓām ad-Dīn Shāmī
Zafarnāma: Histoire des conquêtes de Tamerlan, ed. F. Tauer. Prague, 1937.
Vorbericht über die Edition des Zafarnāma von Niẓamuddīn Šāmī. Archiv Orientalni, IV, Prague, 1932, pp. 250-256.
Continuation du Zafarnāma de Niẓāmuddīn Šāmī par Ḥāfiz i Abrū. Archiv Orientalni, VI, Prague, 1934, pp. 429-465.
Nujūm. See Ibn Taghrī Birdī
'Omarī, Ibn Faḍl Allāh al-
Masālik al-Abṣār fī Mamālik al-Amṣār. (L'Afrique, moins l'Egypte.) Trans. and annotated by Gaudefroy-Demombynes. Paris, 1927.
Orosius, Paulus. See Levi della Vida,
Paleographical Society. Facsimiles of MSS and Inscriptions. Oriental Series, ed. W. Wright, London, 1875-1883.
Pedro Perondino de Prati
Magni Tamerlanis Vita. Florence, 1553.
Plessner, M.
Beiträge zur islamischen Literaturgeschichte. Islamica, IV, Leipzig, 1931, pp. 538-542.
Orientalische Literaturzeitung, XXXVI, 1933.
Qalqashandī, Aḥmad al-
Ṣubḥ al-A'shā. 14 vols., Cairo, 1913-1919.
Quatremère, E. See Ibn Khaldūn, Muqaddima; Maqrīzī.
Renaud, H. P. J.

Divination et histoire nord-africaine aux temps d'Ibn Khaldoun. Hespéris, XXX, 1943, pp. 213-221.

Rodinson, M.

Recherches sur les documents Arabes relatifs à la Cuisine. Revue des Études Islamiques, Paris, 1949, pp. 95-165.

Roloff, G.

Die Schlacht bei Angora. Historische Zeitschrift, Munich, 1940.

Asiatische und Europäische Kriegführung. Der Islam, XXVI, 1942, pp. 101-115.

Rosenthal, E.

Ibn Khaldūns Gedanken über den Staat. Ein Beitrag zur Geschichte der mittelalterlichen Staatslehre. Munich, 1932.

Rosenthal, Franz

Die Arabische Autobiographie. Studia Arabica, I. Analecta Orientalia, XIV. Rome, 1937.

The Technique and Approach of Muslim Scholarship. Analecta Orientalia, XXIV. Rome, 1947.

Ross, D. E.

Tamerlane and Bāyazīd, Actes du XX^e^ Congrès International des Orientalistes. Leiden, 1940.

Rossi, J. de

Dizionario storico degli autori arabi. Parma, 1807.

Roy, B.

Extrait du Catalogue des manuscrits et des imprimés de la Bibliothèque de la Grande Mosquée de Tunis. Tunis, 1900.

Sakhāwī, Muḥammad ibn 'Abd ar-Rahmān as-

aḍ-Ḍau' al-Lāmi' li-Ahl al- Qarn at-Tāsi'. 12 parts, Cairo, 1353-1355 A.H.

Salāwī, Aḥmad b. Khālid an-Nāṣirī as-

Kitāb al-Istiqṣā' li-Akhbār Duwal al-Maghrib al-Aqṣā (Histoire du Maroc), trans. E. Funcy. Archives Marocaines, XXXIII, Paris, 1934.

Sarton, G.

Introduction to the History of Science. Baltimore, 1948. Vol. III, pt. 2.

Sāṭi' al-Ḥaṣrī

Dirāsāt 'an Muqaddimat Ibn Khaldūn. 2 vols., Beirut, 1943.

Sauvaget, J.

Noms et surnoms de Mamelouks. Journal Asiatique, Paris, 1950,

pp. 31-58.

Sauvaire, H.

Description de Damas. Journal Asiatique, Paris, 1894 et seq.

Sharaf ad-Dīn 'Alī al-Yazdī

Zafarnāmah, ed. Mawlawī Muḥammad Ilahdād. 2 vols. Bibliotheca Indica. Calcutta, 1887-1888.

Histoire de Timur-Bec connu sous le nom du Grand Tamerlan, trans. Petis de La Croix. 3 vols., Paris, 1722.

Schiltberger, Johann

The Bondage and Travels of . . . in Europe, Asia and Africa, 1396-1427. Hakluyt Society, London, 1879.

Schmidt, N.

Ibn Khaldun, Historian, Sociologist and Philosopher. New York, 1930.

The MSS of Ibn Khaldun. Journal of the American Oriental Society, XLVI, New Haven, 1926, pp. 171 ff.

Schulz, F. E.

Journal Asiatique, 1825, pp. 213-226, 279-300; 1828, pp. 117-142.

Silvestre de Sacy

Biographie Universelle, Vol. XXI, Paris, 1818.

Mémoire sur une correspondance inédite de Tamerlan avec Charles VI. Mémoires de l'Académie des Inscriptions, Paris, 1822.

Chrestomathie arabe. 3 vols., Paris, 1826-1827.

de Slane

Catalogue des manuscrits arabes dans la Bibliothèque Nationale. Paris, 1883-1895.

Prolégomènes. See Ibn Khaldūn.

Smith, V. A.

Akbar, the Great Moghul (1542-1605). Oxford, 1919.

Steingass, F.

A Comprehensive Persian-English Dictionary. London, n.d.

Storey, C. A.

Persian Literature: A Bio-Biographical Survey, London, 1936.

Ṣubḥ. See Qalqashandī

Suyūṭī, 'Abd ar-Raḥmān Jalāl ad-Dīn as-

Kitāb Ḥusn al-Muḥāḍara fī Akhbār Miṣr wal-Qāhira. 2 vols., Cairo, 1321 A.H., 2 vols.

Syrier, M.

Ibn Khaldūn and Islamic Mysticism. Islamic Culture, Hyderabad, 1947, XXI, pp. 264-302.

Ṭabarī, Muḥammad ibn Ja'far aṭ-

Ta'rīkh ar-Rusul wal-Mulūk, "Annales," ed. M. J. de Goeje et al. Leiden, 1879-1901.

Ṭaha, Ḥusain

Étude analytique et critique de la philosophie sociale d'Ibn Khaldoun. Paris, 1917.

Talass, As'ad

Les Mosquées de Damas d'après Yousof ibn 'Abd al-Hādī. Institut français de Damas, Collection de Textes Orientaux, III. Beyrouth, 1943.

Tornberg, C. I.

Ibn Khalduni: Narratio de expeditione Francorum in terras islamismo subjectas. Nova Acta R. Soc. Scient. Upsal., XII, Upsala, 1844.

Toynbee, A. J.

A Study of History. London, 1934.

Tyan, E.

Histoire de l'organisation judiciaire en pays d'Islam. Paris, I, 1938; II, 1944.

Ülken, Hilmi Ziya, and Findikoğlu Ziyaeddin Fahri

Ibni Haldūn. Ankara Kutuphanesi, XLIV. Istanbul, 1940.

Wüstenfeld, F.

Die Geschichtsschreiber der Araber. Abhandlungen d. hist.-phil. Kl. d. Gesellschaft d. Wiss., Göttingen, 1882.

Wüstenfeld-Mahler

Vergleichungs-Tabellen der mohammedanischen und christlichen Zeitrechnung. 2d ed., Leipzig, 1926.

Watzinger, C., and K. Wulzinger

Damascus, die islamische Stadt. Berlin, 1924.

Yāqūt ibn 'Abd Allāh ar-Rūmī

Mu'jam al-Buldān. Geographisches Wörterbuch, ed. F. Wüstenfeld. Leipzig, 1866 et seq.

Yūsuf ibn 'Abd al-Hādī. See A. Talass

Zaidān, J.

Ta'rīkh Ādāb al-Lugha al-'Arabīya. Cairo, 1913.

Zeki Velidi Togan, A.

Tarihde Usul. Istanbul, 1950.

Zetterstéen, K. V.

Beiträge zur Geschichte der Mamlūkensultane. Leiden, 1919.

Zotenberg, H.

Notice sur quelques manuscrits de Mille et une Nuits, Histoire d'Ala ad-Dīn. Notices et Extraits des manuscrits de la Bibliothèque Nationale, XXVIII. Paris, 1887.

Zubda. See Khalīl az-Ẓāhirī